84

IDARAT AL-BUHOOTH AL-ISLAMIAH
ISLAMIC REASERCH CENTRE
REORI TALAB, VARANASI
INDIA

معاویہ بن ابی سفیان

رضی اللہ عنہ

ایک مجاہد صحابی

تالیف

منیر محمد الغضبان

ناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس

AsliAhleSunnet.com

معاویہ بن ابی سفیانؓ

ایک مجاہد صحابی

تالیف

منیر محمد الغضبان

ترجمہ

اساتذۂ جامعہ سلفیہ

ناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، بنارس

نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد

AsliAhleSunnet.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ۔ معاویہ بن ابی سفیانؓ ایک مجاہد صحابی

تالیف ۔ مُنیر محمد الغضبان

ترجمہ ۔ اساتذہ جامعہ سلفیہ

کتابت ۔ قاری محمد زبیر مبارکپوری

طبع اول ۔ اپریل ۱۹۸۷ء شعبان ۱۴۰۷ھ

صفحات ۔ ۴۸۸

Rs. 60/-

پتے

۱ - مکتبہ سلفیہ ، ریوڑی تالاب ۔ بنارس

۲ - دار المعارف ۱۳ ، محمد علی بلڈنگ بھنڈی بازار بمبئی ۴۰۰۰۰۳

۳ - اہلحدیث منزل ۴۱۱۶ ، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

AsliAhleSunnet.com

تقدیم

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دائمی دین بنا کر بھیجا ہے، اسلام کے علاوہ اب اس کی بارگاہ میں کسی اور دین کو نہ تو قبولیت حاصل ہے اور نہ ہی اس کے ماننے والوں کو نجات مل سکتی ہے۔ اسلام کے خلود و دوام ہی کے سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو تمام مسلمانوں کے لئے دائمی طور پر واجب الاتباع قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ کے اصحاب کرام نے اس اسوہ کی پیروی و تحفظ کی زندۂ جاوید مثال قائم کی ہے، صحابہ کرام کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ ان کی شخصیتیں اور ان کے کردار بعد کے لوگوں کے لئے مشعل راہ ہیں انہوں نے دین متین کی نشر و اشاعت اور تحفظ و تقویت کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ ان بزرگوں کے اخلاص، اسلام کی حقانیت اور اس کے دوام کا بین ثبوت ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے مرتبہ کو پہچانیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں اور اپنے دلوں کو ان کے خلاف ہر طرح کے جذبات سے پاک و صاف رکھیں۔

اس مقدس جماعت کی فضیلت قرآن کریم، حدیث نبوی اور اجماع امت

AsliAhleSunnet.com

سے ثابت ہے، اور جو لوگ عقل سلیم رکھتے ہیں انہیں اس کی حقیقت و مصلحت سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے، یہ وہ جماعت ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت پائی ہے، اور آپ کے انفاس قدسیہ کی پاکیزگی و حرارت کو براہ راست محسوس کیا ہے، انہیں کے ذریعہ کتاب و سنت اور اسوۂ نبویہ کا تحفظ ہوا، اور یہ امانت بعد کی نسلوں تک پہونچی، اگر ان کا اخلاص اور راہ خدا میں ان کا جہاد نہ ہوتا تو ہم اسلام کو کس طرح پہچانتے ؟

خلفاء راشدین کے عہد میں اور اس کے بعد پہلی اسلامی حکومت کے عہد میں عظیم فتوحات ہوئیں، اسلامی سلطنت کا دائرہ دور دور تک پھیل گیا، مختلف قوموں نے اسلام قبول کر کے دین برحق کے لئے جہاد کیا اور اللہ کی ہدایت سے اس کے بندوں کو روشناس کرایا، ان تمام خدمات کی انجام دہی میں صحابہ کرام کا حصہ بالکل نمایاں ہے، تاریخ کے صفحات میں جو تفصیلات مذکور ہیں ان سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

صحابہ کے دور میں یقیناً بعض ایسے واقعات پیش آئے جو قابل تعریف نہیں کہے جا سکتے، لیکن وہ معصوم نہ تھے کہ کسی کو استبعاد ہو، آج ان واقعات کی بنیاد پر اگر کوئی ان کے اخلاص پر شبہ کرے اور ان کو دنیا کا طلبگار بتائے تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے ؟ قرآن کریم نے ہمیں اس سلسلہ میں یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے اسلاف کو ہم ہمیشہ خیر سے یاد کریں، ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں اور محاسن و فضائل کے باب میں ان کی پیروی کریں، صالح معاشرہ کی تعمیر اور ماضی سے اپنا رشتہ استوار رکھنے کی صورت یہی ہے۔ ان بزرگوں کو جو اپنے کردار کے لحاظ سے یقیناً نازش انسانیت ہیں، اگر ہم نے مطعون قرار دیا تو اسلامی

AsliAhleSunnet.com

احکام کی بجاآوری کے سلسلہ میں اپنی آئندہ نسلوں اور پوری انسانی آبادی کے لئے ہم کون سا قدوہ پیش کریں گے ؟

صحابہ کرام کی فضیلت و جلالت شان کی توضیح کے لئے علامہ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی معروف کتاب الکفایہ میں ایک مستقل فصل تحریر کی ہے، جسے حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنی بیش قیمت تالیف الاصابۃ میں نقل کیا ہے۔ مذکورہ دونوں اماموں نے صراحت کی ہے کہ صحابہ کرام کی عدالت کا ثبوت فرمان خداوندی اور ارشادات نبویہ سے ہوا ہے، اس لئے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۰ میں مسلمانوں کو جس میں صحابہ کرام بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں، مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ:

(مسلمانوں تم سب سے بہتر جماعت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔)

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳ میں ارشاد ہے:

(اس طرح تم کو میانہ رو جماعت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر حاکم ہو اور رسول تم پر حاکم بنے)

سورہ فتح کی آیت نمبر ۱۸ میں فرمایا:

(بے شک اللہ ایمانداروں سے راضی ہوا جب وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کرتے تھے، جو ان کے دلوں میں تھا خدا کو سب معلوم تھا، اس نے ان پر تسلی اتاری اور ان کو ایک قریب فتح دی۔)

سورہ حشر کی آیات نمبر ۸، ۹ میں ارشاد ہے:

AsliAhleSunnet.com

(دیکھو ان فقراء مہاجرین کو جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے کیونکہ وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں، اور جنہوں نے ان کے پہنچنے سے پہلے دار الایمان بنایا، جو لوگ ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں وہ لوگ ان سے دلی محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو خدا کی طرف سے ملا ہے اپنے دلوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے اور ان کی ضرورت کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو سخت حاجت ہو، اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں وہی نجات یاب ہوں گے۔)

ابو سعید خدری کی حدیث میں جسے بخاری و مسلم نے ذکر کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں کا کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو صحابہ کے مقام تک نہیں پہونچ سکتا۔

علامہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ صحابہ کی فضیلت سے متعلق احادیث کا سلسلہ وسیع ہے، اور ان تمام سے قرآن کریم کی تائید ہوتی ہے اور صحابہ کی عدالت و پاکیزگی کا ثبوت ملتا ہے، اور اس تعدیل کے بعد پھر کسی انسان کی طرف سے تعدیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی لیکن بالفرض اگر صحابہ کے بارے میں اللہ اور رسول کی طرف سے تعریف وارد نہ بھی ہوتی تو ہجرت، جہاد، دین کی مدد، جان و مال کی قربانی، مشرک آباء و اولاد کا جہاد میں قتل، دین کی راہ میں خیر خواہی اور ایمان و یقین کی قوت وغیرہ ایسے اوصاف ہیں جو ان کی عدالت و پاکدامنی کے لئے کافی ہیں، اور اس طرح وہ سب سے بہتر قرار پاتے ہیں۔

امام ابو زرعہ رازی کہتے ہیں کہ: جب تم کسی شخص کو صحابہ کی منقصت کرتے

AsliAhleSunnet.com

ہوئے دیکھو تو یقین کر لو کہ وہ بیدین (زندیق) ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک رسول اور قرآن دونوں برحق ہیں، اور قرآن و سنت کو ہم تک پہنچانے والے یہی صحابہ ہیں، زنادقہ یہ چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو مجروح کر کے کتاب و سنت کو باطل ٹھہرادیں۔

○ ○ ○

عمومی حیثیت سے صحابہ کرام کے مناقب کی وضاحت کے بعد ایک نظر ان نصوص پر ڈال لیجئے جن سے خصوصیت کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور اسلام میں ان کا مرتبہ واضح ہوتا ہے، ان نصوص پر کتاب میں مفصل بحث آئے گی، لیکن تقدیم میں ان کی جانب اشارہ نامناسب نہ ہوگا۔

بخاری شریف میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی تھے، اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ: میرا یہ لڑکا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

امام ابوبکر ابن العربی العواصم من القواصم میں اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ: اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔

اس صلح کی اس لئے بھی بہت اہمیت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے مسلمانوں میں جب فتنہ کی ابتدا ہوئی تو قاتلین کی ریشہ دوانیوں سے تقریباً پانچ سال تک جہاد کا سلسلہ منقطع تھا، لیکن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی تو پھر مسلمانوں کو

AsliAhleSunnet.com

فتوحات کی جانب توجہ کا موقع ملا اور انہوں نے پیش قدمی شروع کی۔

ابن العربی نے یہ بھی لکھا ہے کہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی امت میں منصب خلافت کے اہل موجود تھے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں چند امور کا اجتماع ہو گیا تھا، اور وہ اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اچھی سیاست و سیرت، سرحد کے تحفظ اور عالم اسلام کے دفاع میں کامیابی، فوجیوں کی اصلاح اور دشمن پر غالب آجانے کی خوبیوں کے باعث انہیں پورے ملک شام کی گورنری سونپ دی تھی۔

علامہ ابن کثیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں خلیفہ بننے کے بعد وہ کہتے ہیں: میں تم میں بہتر نہیں بلکہ مجھ سے بہتر لوگ بھی موجود ہیں، لیکن امید ہے کہ میری حکومت تمہارے لئے زیادہ نفع بخش ہوگی، میں دشمنوں پر زیادہ کاری ضرب لگا سکوں گا اور لوگوں کو زیادہ فائدہ پہونچا سکوں گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عزم وہمت اور دوررسی کا یہ حال تھا کہ جب انہیں صفین کی لڑائی کے دوران یہ علم ہوا کہ رومی بادشاہ اسلامی سرحد پر فوج جمع کر رہا ہے تو انہوں نے اسے تہدید آمیز انداز میں لکھا کہ: اگر تم اپنے ملک واپس نہ گئے تو میں اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے نہ صرف یہ کہ تمہارے ملک سے تمہیں نکال دوں گا بلکہ تم پر دنیا تنگ کر دوں گا، یہ دھمکی سن کر رومی بادشاہ واپس ہو گیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک خوبی یہ تھی کہ انہوں نے اسلام میں پہلا بحری بیڑا تشکیل دیا اور اس کے ذریعہ کامیابی حاصل کی۔

AsliAhleSunnet.com

چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قباء کی ایک انصاریہ ام حرام کے یہاں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں، قیلولہ کے لئے سوئے ہوئے تھے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے سمندر کا سفر کر رہے ہیں، جس طرح بادشاہ تخت پہ بیٹھے رہتے ہیں پھر آپ سو گئے اور بیدار ہو کر دوبارہ بھی یہی فرمایا یہ سن کر ام حرام نے کہا کہ: دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان میں شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ تم پہلی جماعت میں شامل ہو۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ پہلا اسلامی بحری بیڑا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں عہد عثمانی میں نکلا تھا، اور ۲۷ھ میں قبرص فتح کیا تھا، اس بیڑے میں ام حرام کے شوہر عبادہ بن صامت اور ابو الدرداء وغیرہ مشہور صحابہ تھے۔ ام حرام نے قبرص ہی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں۔

پھر قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لئے جو لشکر بھیجا گیا اس کی سربراہی یزید بن معاویہ نے کی، اور اسے بھی کامیابی حاصل ہوئی۔

بخاری شریف میں ام حرام سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر کا سفر کرنے والی میری امت کی پہلی فوج کے لئے جنت واجب ہے، اور میری امت کا جو لشکر قیصر کے شہر پہ چڑھائی کرے گا اس کے گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ: مسلم بادشاہوں میں معاویہ سے بڑھ کر کوئی بادشاہ نہیں، ان کے زمانہ میں لوگوں نے جو بہتری

AsliAhleSunnet.com

دیکھی کسی اور بادشاہ کے زمانہ میں نہیں دیکھ سکے۔ قتادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ اگر تم لوگ معاویہ کا زمانہ دیکھتے تو کہتے کہ وہ مہدی ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جن فضائل کی بنا پر ائمہ اسلام نے ان کی تعریف کی ہے وہ اصل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کی قبولیت کا ثمرہ ہے، آپؐ نے معاویہ کے لئے دعاء فرمائی تھی کہ: اے اللہ، معاویہ کو ہادی و مہدی بنا اور ان کے ذریعہ ہدایت دے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے حق کی ادائیگی میں معاویہ جیسا نہیں پایا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے شام والوں کو مخاطب کرکے کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ معاویہ سے زیادہ مشابہت والا دوسرا شخص مجھے نظر نہیں آیا۔

ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ رعایا حضرت معاویہ سے محبت کرتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: تمہارے بہتر امام وہ ہیں جن سے تم محبت رکھو اور جو تم سے محبت رکھیں، جو تمہارے لئے دعاء کریں اور تم ان کے لئے دعاء کرو، اور بدترین امام وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں اور تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔ (متفق علیہ)

صحابہ کرام و تابعین عظام کے اقوال کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں علامہ ابن خلدون کی رائے ان کی تاریخ میں ملاحظہ فرمائیے، وہ لکھتے ہیں کہ: حضرت معاویہ کی حکومت اور ان کے حالات کو خلفاء راشدین کی حکومتوں اور ان کے حالات کے ساتھ ملحق کرنا چاہیئے، کیونکہ وہ فضیلت، عدالت اور

AsliAhleSunnet.com

صحبت میں خلفاء راشدین کے فوراً بعد تھے۔

ایک نقطہ خلافت و ملوکیت کے باہمی فرق کا بھی اس مقام پر اٹھایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں جسے ابن حجر و ابن تیمیہ نے صحیح قرار دیا ہے، اور ترمذی و ابن حبان نے اس کی تحسین کی ہے، یہ مذکور ہے کہ: خلافت تیس سال تک ہے پھر بادشاہت ہوگی۔

اس سلسلہ میں علامہ محب الدین خطیب نے ابوداؤد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نبوت کی خلافت تیس سال رہے گی۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان خلفاء کے علاوہ دوسرے خلفاء کے ہونے میں استبعاد نہیں۔ اس لئے ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ خلفاء راشدین کے بعد حکام کو خلفاء کہنا جائز ہے خواہ وہ بادشاہ ہوں صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے، اس لئے صرف خلفاء راشدین میں اس لفظ کو محدود کرنا صحیح نہیں۔

اسی طرح ملوکیت سے کسی نقص و عیب کا تصور بھی غلط ہے، قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے "ملک و حکومت" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ "خلافت و ملک و امارت" کے الفاظ اصطلاحی عنوانات ہیں جن کی کیفیت تاریخ میں مفہوم کے لحاظ سے بدلتی رہی ہے، اس سلسلہ میں اصل اعتبار حاکم کے کردار اور عمل کا ہے، حضرت معاویہ کو اگر خلیفہ کے بجائے بادشاہ کہنے پر کسی کو اصرار ہو تو بھی وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی بیس سالہ گورنری اور بیس سالہ حکومت کے دوران حسنِ عمل، عدل و

AsliAhleSunnet.com

احسان اور حلم و تدبر کے لئے مشہور تھے، اور اسلام کو ان سے زبردست تقویت حاصل ہوئی۔

٥ ٥ ٥

دیگر علوم کی طرح تاریخ بھی ایک امانت ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس کے ماننے والے علمی مسائل میں انصاف و دیانت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، محبت یا نفرت کے جذبات سے مغلوب ہو کر کسی معاملہ کی اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کریں، اسلام کی نظر میں یہ احتیاط صرف دینی امور ہی میں ضروری نہیں، بلکہ تمام علمی مسائل اور جملہ معاملات میں انصاف و احتیاط مطلوب ہے، اسلام نے ان قوموں کی مذمت کی ہے جنہوں نے کسی مادی منفعت یا اپنے کسی جذبہ کو تسکین دینے کے لئے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔

محدثین کرام کی مخلص جماعت نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں واقعات و روایات کو پرکھنے کے لئے انتہائی مفید اور نتیجہ خیز اصول وضع کئے۔ اور انہیں کی روشنی میں احادیث نبویہ کو پرکھنے کا عظیم کارنامہ انجام پایا۔ لیکن افسوس ہے کہ ان اصولوں کو تاریخ اور دیگر روایتی علوم پر منطبق نہیں کیا گیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل باطل نے ان علوم میں انتہائی نامناسب تصرفات کئے، ذاتی محبت و نفرت کی تسکین یا باطل نظریات کی تائید کے لئے روایتیں وضع کی گئیں، اور واقعات کو بیان کرتے ہوئے الحاق و اضافے کے ذریعہ مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، تحریف و تاویل کی ان کوششوں کا سب سے زیادہ اثر تاریخ پر پڑا، چنانچہ آج بھی تاریخی روایات میں ایسی چیزیں موجود ہیں جنہیں سن کر فوراً ان کے من گھڑت ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

تاریخ میں اس نوعیت کے رجحان کے اسباب تقریباً وہی ہیں جنہیں محدثین کرام نے وضع حدیث کے سلسلہ میں بیان کیا ہے یعنی ذاتی مفاد یا محبت ونفرت، یا کسی مخصوص مذہب ونظریہ کی تائید وغیرہ۔

شخصی دراندازیوں سے قطع نظر اجتماعی طور پر جس فرقہ نے وضع وتحریف میں سرگرمی دکھائی وہ روافض کا فرقہ ہے۔ چونکہ باطل پرستوں نے اس فرقہ کے اصول میں ایسے عناصر کو شامل کر دیا تھا جن کے پیش نظر انہیں صرف احادیث نبویہ ہی میں نہیں بلکہ تاریخی واقعات میں تبدیلی کی ضرورت پیش آئی۔ صحابہ کرام کو مطعون کرنا، ائمہ اسلام کو ساقط الاعتبار قرار دینا اور مسلم حکام کی شان میں گستاخیاں کرنا ان کے نزدیک مذہب کا جزو قرار پایا، اس لئے ان لوگوں نے اپنے نظریات وکردار کی تائید کے لئے تاریخ میں اندھا دھند تصرف کیا، اور صحابہ کرام کے مقدس گروہ کو مطعون کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔

اس طرح کی کوششیں پورے طور پر کامیاب تو نہ ہو سکیں، لیکن ان کا محدود اثر ضرور ہوا جسے آج بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر بقیہ تینوں خلفاء کے خلاف سب وشتم کے لئے آج بھی روافض مشہور ہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کے سلسلہ میں تو روافض کی دشنام طرازیوں کا اندازہ ہی کرنا مشکل ہے، اور ظاہر ہے کہ جن کی بدزبانی اور لعن وطعن سے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم جیسے محسنین ومخلصین نہیں بچ سکے ان کے یہاں کسی اور کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔؟

الغرض یہ داستان بڑی تلخ ہے، اس کو کہاں تک دہرایا جائے؟ ائمہ

AsliAhleSunnet.com

اسلام میں بہت سے لوگوں نے روافض کے عقائد و نظریات کی حقیقت بے نقاب کر دی ہے، متلاشیان حق کے لئے ان کی تحریریں بیحد مفید ہوں گی، مثال کے طور پر ہم خیر القرون کے بعد علماء اسلام میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ابوبکر ابن العربیؒ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور محب الدین الخطیبؒ کا نام لے سکتے ہیں، ان کی تحریروں کو پڑھ کر انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ روافض کا فرقہ کیا چاہتا ہے، اور اس کے نظریات کا اسلام سے کیا تعلق ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں علماء اہل سنت میں بھی کچھ لوگ رافضی نقطۂ نظر سے متاثر نظر آتے ہیں، انہوں نے ممکن ہے الیسا دانستہ طور پر نہ کیا ہو، بلکہ روایات میں دجل و تحریف کے باعث معاملہ کی حقیقت ان سے مخفی رہ گئی ہو۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ عام ذہن گرد و پیش سے کچھ اس طرح متاثر ہو گئے تھے کہ کتاب و سنت کی صریح عبارتیں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھیں، اور وہ ایک صحابی رسول کے بارے میں دشمنوں کی زہر افشانیوں سے متاثر ہو گئے تھے، اور یہ امر مستبعد نہیں، کیونکہ ہر شخص کو یہ موقع یا صلاحیت نہیں کہ وہ کتابوں کی ورق گردانی کرے اور روایات و واقعات کو پرکھ کر صحیح نتیجہ تک پہونچنے کی کوشش کرے، بنے بنائے نظریات جب انسان کو مل جاتے ہیں تو وہ حسن ظن سے کام لے کر انہیں کو تسلیم کر لیتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں بھی یہی کچھ ہوا اس لئے ضرورت تھی کہ تصویر کا دوسرا رخ لوگوں کے سامنے آئے، اور لوگوں کو معلوم ہو کہ معاویہ کا صحیح مقام کیا ہے۔

اس مقصد کے لئے شام کے ایک عالم و محقق منیر غضبان نے حضرت معاویہؓ پر اپنی کتاب تصنیف کی، اور مخالف و موافق دونوں طرح کی روایات کو پرکھا

AsliAhleSunnet.com

اور نصوص کی روشنی میں نتائج اخذ کئے۔ اس طرح ان کی تحریر اس موضوع کی منصفانہ تحریروں میں اہمیت کی مالک ہے۔ ہندوستان میں اس موضوع پر ایسی تحقیقی کتاب موجود نہ تھی اس لئے جامعہ سلفیہ کے شعبۂ اشاعت نے مذکورہ کتاب کا اردو ترجمہ پیش کرنے کا فیصلہ کیا، جو ناظرین کے سامنے ہے۔

کتاب کا ترجمہ جامعہ سلفیہ کے چند فاضل مدرسین نے کیا ہے اور خاکسار نے اصل کتاب سے اس کا بالاستیعاب تقابل کیا ہے، ترجمہ میں کمال کا دعویٰ تو نہیں، لیکن حتی الامکان مفہوم کو ادا کرنے میں دقت پسندی سے کام لیا گیا ہے مدعا کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ایسے کسی تصرف سے احتراز کیا گیا ہے جو مصنف کے مقصد پر اثر انداز ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف اور مترجمین کو جزائے خیر سے نوازے، کتاب کو قارئین کے لئے مقبول و مفید بنائے اور سب کو حق کے قبول کرنے کی توفیق بخشے، وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ آمین

(مقتدیٰ حسن ازہری)

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

AsliAhleSunnet.com

معاویہؓ کی شخصیت

سنہ ۴۱ھ میں معاویہ پر کلمۂ اتحاد قائم ہو گیا اور رعایا ان کی بیعت پر متفق ہو گئی. اس وقت سے تا حیات وہ حاکم رہے. ان کے عہد میں دشمنان اسلام کے ملکوں میں جہاد قائم رہا، اللہ کا کلمہ بلند رہا، مختلف ممالک سے اموال غنیمت آتے رہے اور مسلمان ان کے زمانہ میں راحت و عدل اور معافی و درگذر میں تھے. (امام ابن کثیر)

امیر المؤمنین ابو عبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان قرشی، اموی، مکی اسلام کے بادشاہ تھے. (امام ذہبی)

میں نے معاویہ سے زیادہ بردبار، بلند مرتبہ، عجلت پسندی سے دور، نرمی سے قریب تر اور اچھے کاموں میں ان سے زیادہ حصہ لینے والا کسی کو نہیں دیکھا. (قبیصہ بن جابر)

معافی بن عمران سے سوال کیا گیا کہ معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز میں کون افضل ہیں؟ تو وہ اس سوال پر غصہ ہو گئے اور سائل سے کہا: کیا تم ایک صحابی کو ایک تابعی کے برابر کر رہے ہو؟ معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، قرابت دار، کاتب اور اللہ کی وحی کے سلسلے میں آپؐ کے امین تھے.

معاویہ عرب کے سردار اور ان میں ایک عظیم المرتبت شخص تھے. ان کے ہاتھوں اللہ نے فتنوں کا قلع قمع کیا. ان کو لوگوں پر حاکم بنایا اور ان کے ذریعہ شہروں کو فتح کیا. (ضحاک بن قیس)

AsliAhleSunnet.com

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن والاہ،

وبعد:

میں نہیں سمجھتا کہ تاریخ اسلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت نشو ونما پانے والے صحابۂ کرام میں معاویہ بن ابی سفیانؓ کی طرح کسی اور کی شخصیت کو بگاڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہو ان کے کارناموں کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہو اور ان پر افترا پردازیاں کی گئی ہوں۔

بہت سی باتیں لوگوں کے ذہن میں اس طرح راسخ ہو گئی ہیں کہ ان میں نہ تو انہیں کوئی شک ہے اور نہ ہی ان کے علاوہ کوئی دوسری بات قبول کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ باتیں ہرگز صحابہ کرام کے شایانِ شان، معیار کے مناسبت نہیں رکھتیں۔ لوگوں کے ذہن میں معاویہ کی جو تصویر ہے وہ یہ ہے کہ معاویہ ایک طالب اقتدار۔ ماہر سیاستدان اور موقع پرست

AsliAhleSunnet.com

شخص تھا۔ حکومت کے حصول میں جس نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ اور مسند خلافت پر متمکن ہونے کے لئے اپنی طاقت کے بل بوتے پر دسیوں ہزار افراد کو تہ تیغ کر دیا۔

معاویہ کے متعلق پیش کردہ یہ صورت ایک مسلمان کے شعور اور اس کی فطرت سلیمہ کے منافی تھی، لیکن چونکہ اس کے سامنے اس کا کوئی بدل بھی نہیں۔ کیونکہ تاریخ کی کتابوں میں بھی یہی چیزیں مذکور ہیں۔

اس کے بعد جب نئے تاریخ نویس پیدا ہوئے اور انہوں نے معاویہ کے سلسلے میں لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تو انہوں نے معاملہ کو اور خراب کر دیا اور لوگوں کے ذہن میں انہیں خیالات کو بٹھا کر ان کو مزید مطمئن بنا دیا۔ لہذا اب معاویہ بن ابی سفیانؓ کے متعلق لکھنا ضروری ہو گیا۔

چنانچہ اس کام کے لئے میں تیار ہو گیا ہوں، حالانکہ اس راستے کی دشواریاں اور کٹھنائیاں مجھے بخوبی معلوم ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ روایات کے سمندر میں مجھے غوطہ لگانا ہو گا۔ اور سمندر سے موتی وہی شخص نکال سکتا ہے جسے اللہ اپنی توفیق و اعانت سے نوازے۔

اور میں شروع ہی میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں تاریخی روایات کی روشنی میں مکمل صحیح صورت تک نہیں پہونچ سکا۔ لیکن میں اس راہ کے پیش رو لوگوں میں سے ہوں۔ امید ہے کہ میرے بعد کوئی محقق آئے جو اس تصویر کو کامل اور صحیح طرز پر لوگوں کے سامنے پیش کرے۔

رہا یہ سوال کہ میں اپنی چاہت اور خواہش کے مطابق صحیح تصویر کشی کیوں نہیں کر سکا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سی جگہ مجھے صرف ضعیف

AsliAhleSunnet.com

یا منکر روایت ہی مل سکی۔ اور کسی ضعیف یا موضوع روایت کے ذریعہ کسی چیز کے اثبات سے اس کا چھوڑ دینا ہی مجھے بہتر معلوم ہوا۔

اس کے بعد میں قارئین کتاب پہ اپنا وہ طریقۂ بحث واضح کر دینا چاہتا ہوں جس کو میں نے شروع سے آخر تک اختیار کیا ہے۔ اور بعض ان مراجع و اطراف کا تذکرہ بھی کر دینا چاہتا ہوں جن سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ تاکہ ہم ساتھ ساتھ چل سکیں گے اور ہمیں اس کتاب کے خاکے اور ماخذ کا پورا علم ہو گا۔

١۔ تاریخی واقعات سے پہلے میں نے ان احادیث نبویہ کو دلیل بنایا ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح مروی ہیں اور جن کے ذریعہ آپ نے آئندہ پیش آنے والے واقعات کی۔ اللہ کے بتانے پر خبر دی ہے یہی وہ دلیل ہے جس کو میں نے ہر چیز سے پہلے ذکر کیا ہے کیونکہ اس دنیا میں کتاب اللہ کے بعد حدیث صحیح ہی مصدر حق ہے۔

اور جس وقت تاریخی روایات کی چھان بین نہیں ہوئی تھی علمائے حدیث کی فضیلت ان کی محنت اور ان کے لئے اللہ کی توفیق سے اسی وقت حدیث رسول کو کتاب اللہ کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ لہذا کسی واقعہ کے سلسلے میں اگر تمام تاریخی روایات کسی ایک صحیح حدیث کے خلاف مجھے ملیں تو میں نے ان تمام روایات سے اعراض کر کے صرف حدیث صحیح کو اختیار کیا ہے۔

٢ ـــ دوسری چیز جو میں نے اس کتاب کے لکھنے میں اختیار کی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے تاریخی روایات کی چھان بین کی ہے۔ اور ان کے اسانید میں

AsliAhleSunnet.com

جو رجال مذکور ہیں ان کے حالات تراجم اور جرح و تعدیل کی کتابوں سے معلوم کئے ہیں۔

لیکن تاریخی روایت اور حدیث رسول میں بہت بڑا فرق ہے۔ چنانچہ محدثین کرام نے جن سے حدیث رسول کو لینے میں تشدد سے کام لیا ہے مورخین نے ان سے روایت کرنے میں تساہل برتا ہے۔ مثلاً علامہ ابن جریر طبری نے سری عن شعیب عن سیف کی سند سے بہت زیادہ روایت کی ہے لیکن کتب تراجم میں ان کی پوزیشن یہ ہے کہ

امام احمد نے سری کے متعلق فرمایا ہے کہ "ترکوا حدیثہ" یہ متروک الحدیث ہیں۔ اور شعیب کے متعلق لوگوں کے اقوال یہ ہیں کہ۔ جیسا کہ امام ذہبی نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ ایک ایسے راوی ہیں جن سے سیف نے حدیثیں لی ہیں لیکن ان کے اندر جہالت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح سیف کو یحیی بن معین نے "ضعیف" اور ابو حاتم نے "متروک" کہا ہے۔

لیکن علماء رجال نے تاریخ اور فتوحات کے سلسلے میں سیف کو ثقہ قرار دیا ہے ان کی روایتوں کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور ان کے متعلق کہا ہے کہ یہ مورخ اور عارف تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ تاریخ میں ثقہ تھے البتہ حدیث کے معاملے میں ضعیف تھے۔

لہٰذا ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ تاریخی واقعات کے سلسلے میں حدیث نبوی ہی کے معیار کی روایتیں لیں۔ بلکہ اس سلسلے میں ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ یہ روایتیں کذاب اور مجہول قسم کے راویوں سے نہ مروی ہوں۔

AsliAhleSunnet.com

۳ ۔ ہم نے جن روایتوں کو چھوڑ دیا ہے وہ ایسی روایتیں ہیں جن کی اسانید میں ایسے اسماء مذکور ہیں جن کا علمائے رجال نے تذکرہ نہیں کیا ہے اور خاص کر اس صورت میں جبکہ یہ روایتیں صحابہ کرام کے اعلیٰ معیار کے مخالف ہوں تو ایسی روایتوں کے راوی مجہول ہوتے ہیں۔ اور تاریخ میں نہ جانے کتنی غلط سلط باتیں داخل کر دیتے ہیں۔

۴ ۔ ہم نے بغیر سند کے کوئی بھی روایت قبول نہیں کی ہے یعنی وہ روایت جو "زعم"، "قیل" اور "روی" کے صیغہ سے مروی ہو۔

۵ ۔ تاریخ طبری جو کہ موضوع تاریخ پر بہت بہترین کتاب ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بے نظیر تاریخ ہے جس میں سند بھی مذکور ہے اور اس کے روایتوں کی چھان بین بھی کی جا سکتی ہے۔ اسی تاریخ کو گہری نظر سے دیکھنے والا یہ دیکھ سکتا ہے کہ اس کتاب کے ایک راوی نے جس کا نام لوط بن یحیی اور کنیت ابو مخنف ہے اس زمانہ کی تاریخ کا ایک بہت بڑا حصہ روایت کیا ہے۔ بلکہ تاریخ کا کوئی بھی واقعہ خصوصاً جنگ جمل کے بعد کا ایسا نہیں ہے جس کے سلسلے میں اس کی کوئی روایت نہ ہو۔

اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلامی تاریخ کے اس دور میں پیش آمدہ واقعات کی اگر کل نہیں تو اکثر و بیشتر تحریف کا ذمہ دار یہی ابو مخنف شیعی ہے جسے نہ تو اخباری مانا گیا ہے اور نہ ہی محدث تسلیم کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری سے اگر ابو مخنف کی روایتیں حذف کر دی جائیں تو اسلامی تاریخ کے چہرے سے بہت سے بدنما داغ دور ہو جائیں گے۔

۶ ۔ ہمارے سامنے ایک اور کتاب "تاریخ خلیفہ بن خیاط" بھی ہے

AsliAhleSunnet.com

جو حال ہی میں ڈاکٹر اکرم ضیار عمری کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے خلیفہ بن خیاط امام بخاری کے اساتذہ اور رجال حدیث کے گروہ میں سے ہیں اور ان کا طریقۂ تالیف بھی محدثین جیسا ہے۔ اس طریقۂ تالیف کے متعلق ڈاکٹر عمری کہتے ہیں کہ :-

" خلیفہ ایک ایسے محدث تھے جنہوں نے حدیث اکٹھا کرنے اور مسند کے لکھنے کا اہتمام کیا تو ان کا تاریخی روایات میں بھی اسناد کا اہتمام کرنا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ اور خلیفہ تاریخی روایات کے سلسلے میں اسناد کا اہتمام کرنے والے سب سے پہلے شخص نہیں ہیں بلکہ اخبار کا اہتمام کرنے والے محدثین ان کو اسانید کے ساتھ ہی نقل کیا کرتے تھے اور اہتمام اسانید کا یہ سلسلہ اس زمانہ کے اہل ادب تک بھی چلا آیا۔ حدیث کے لئے اسانید کی تحقیق و تدقیق اب بھی لازم و ضروری ہے۔ لیکن اخباریوں نے خبروں کے لئے اسانید کے نقل کرنے میں تساہلی برتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ بن خیاط حدیث کی اسانید بالالتزام بڑی تحقیق و تدقیق سے نقل کرتے ہیں لیکن اخبار و انساب کے اسانید کے ذکر کرنے میں تساہل نظر آتے ہیں۔ کیونکہ حدیث رسول کی اہمیت زیادہ ہے اور احکام کا تعلق بھی احادیث ہی سے ہے اس لئے حدیث قبول کرنے سے پیشتر اس کی نقد و جرح کر لینی ضروری ہے۔ اور اسناد ہی وہ بنیادی آلہ ہے جس کے ذریعہ نقد و جرح کا کام انجام پا سکتا ہے۔

رہا اخبار کا معاملہ تو چونکہ ان پر ایسے احکام مرتب نہیں ہوتے جن کا تعلق لوگوں کے مفاد اور ان کے دنیاوی امور سے ہو اس لئے محدثین کرام نے ان کے اسانید کے نقل کرنے میں تساہل سے کام لیا۔ چنانچہ انہوں نے

AsliAhleSunnet.com

ایسی خبریں بھی روایت کر دیں جن کی اسناد میں انقطاع یا ارسال ہے جیسا کہ انہوں نے بعض ایسے مجروح راویوں سے خبروں کی روایت کی جن سے مروی محدثین غیر مقبول ہوتی ہیں۔ اس لئے خلیفہ ابن خیاط کا ابن کلبی اور واقدی وغیرہ سے جو کہ محدثین کے نزدیک متہم ہیں۔ خبروں کا نقل کرنا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

اسی طرح ابن خیاط نے ان واقعات کے ذکر کے وقت بھی نقل اسناد کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے جن واقعات سے متعلق خبریں پروپیگنڈے کے اثر انداز ہونے کے خوف سے تحقیق و تدقیق کی محتاج ہوتی ہیں۔ جیسے حضرت عثمان کے زمانہ کا فتنہ، جنگ جمل، جنگ صفین، اپنے بیٹے یزید کے لئے معاویہ کا اہل حجاز سے بیعت لینا۔ واقعۂ حرہ، ابن اشعث کی بغاوت، اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ابن خیاط نے اس قسم کی خبروں کے سلسلے میں اول نمبر کے محدثین پر اعتماد کیا ہے۔[1]

اور میں یہ کہتا ہوں کہ اسلامی تاریخ کے بعض اہم زمانہ سے متعلق معلومات کے سلسلے میں یقیناً اس مورخ شہیر اور محدث کبیر کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔ ان سے میں نے کافی استفادہ کیا ہے اور میرے لئے آسمان سے نازل ہونے والے اس پانی کی حیثیت رکھتے تھے جو کسی خشک زمین پر نازل ہو اور اس کی وجہ سے وہ سرسبز ہو جائے اور اس کے اوپر خوبصورت پودے اگ آئیں۔ قلبی اطمینان کے لئے تاریخ کے اوراق پلٹتے ہوئے مجھے موصوف کی

---

[1] تاریخ خلیفہ بن خیاط صد ۱۴ مطبوعہ دار القلم دمشق۔

AsliAhleSunnet.com

تحریروں سے بیحد اطمینان حاصل ہوا۔

۷ ۔ یقیناً کتاب "العواصم من القواصم" اور اس پر استاذ محب الدین خطیب اور پھر ان کے بعد استاذ محمود مہدی استنبولی کی تحقیق و تعلیق کا دائرہ بحث کو وسیع بنانے میں بہت بڑا دخل ہے۔ اور پھر اس پر نئے مآخذ کے ساتھ میرے اضافہ کی وجہ سے واقعات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

۸ ۔ اس کتاب کی تدقیق و تصویب میں شاید سب سے بڑا حصہ ہمارے استاذ علامہ محمد سعید طنطاوی کو حاصل ہے۔ جنہوں نے علم اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس پر بہت کچھ تنبیہات کا اظہار کیا جن کی رعایت میرے لئے ضروری تھی، اس کے باوجود مجھے پورا یقین ہے کہ یہ کتاب ان کے معیار کے مطابق نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ایسی چیزوں کے متلاشی رہتے ہیں جو بالکل مکمل ہوں اور ہم اس کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

مسلم نوجوانوں کے نام سے اس کتاب کے صفحات کے ذریعہ موصوف سے میری درخواست ہے کہ وہ اسلامی تاریخ کی شخصیات کے مفصل اور دقت پسندانہ سوانح لکھیں۔ یہ ان کے ذمہ ایک امانت ہے۔ ممکن ہے اس مطالبہ پر وہ غصہ ہوں۔

لیکن لوگوں کے جذبات کی رعایت کے مقابلے میں ہمیں حق بات کا زیادہ پاس ہے۔ اگر انہوں نے اس قسم کے موضوعات پر لکھا ہوتا تو فرزندان اسلام کو بہت سی ایسی کتابوں کے لکھنے کی ضرورت نہ ہوئی ہوتی جو کہ مکمل تحقیق اور چھان بین کے بغیر ہی لکھی گئیں۔

AsliAhleSunnet.com

۹ - میں محترم بھائی حبیب محمد حسن بریغیش کی مساعی جمیلہ اور اس کتاب پر ان کے گرانقدر آراء کو فراموش نہیں کر سکتا جنہوں نے میری اس کتاب سے ہر نقص کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور وہی میرے طریقۂ بحث کو سب سے زیادہ جاننے والے بھی ہیں لیکن یہ بات مجھے اس سلسلے میں ان کی ایک رائے لکھنے سے مانع نہیں ہو سکتی۔ ان کا خیال یہ تھا کہ میں نے معاویہؓ کے سلسلے میں قدرے مبالغہ سے کام لیا ہے جس سے قارئین کتاب کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر معاویہ کے ہاتھ پر لوگوں نے ابتداء ہی میں بیعت کر لیا ہوتا تو اسلامی تاریخ میں بڑی بڑی لڑائیاں پیش نہ آئی ہوتیں اور تمام بحران ختم ہو جاتے۔

یہ ہے ان کی رائے۔ اگر میں نے ان کی اس رائے پر اعتماد کیا ہوتا تو اس کتاب کو لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔

لیکن میری رائے یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ادنیٰ تعرض کے بغیر معاویہؓ کی تاریخ میں واقع شدہ ظلم اور غلط بیانیاں دور کر دوں۔

رہی یہ بات کہ میں حضرت علیؓ کے خیالات سے تعرض کیوں نہیں کروں گا تو چونکہ یہ کتاب حضرت علیؓ کی نہیں بلکہ حضرت معاویہؓ کی سیرت پر ہے اس لئے ضروری ہے کہ پوری امانت کے ساتھ حضرت معاویہؓ کی صحیح تصویر پیش کر دی جائے۔ اور امیر المومنین حضرت علیؓ کے ذکر کے وقت میرے لئے کافی ہے ایک ایسی صحیح حدیث پیش کر دوں جو ان کے اور حضرت معاویہؓ کے درمیان پیدا شدہ تمام مسائل میں فیصلہ کن ثابت ہو۔

میں حضرت معاویہؓ کے لئے معذرت خواہ ہوں، کیونکہ مجھے یہ یقین ہے

AsliAhleSunnet.com

کہ وہ حق کے طالب تھے تو جب وہ حق کے طالب تھے تو اس کے بعد ان کے لئے یہ بات ضرر رساں نہیں ہو سکتی کہ وہ حق تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

رہا یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضؓ یہ جانتے تھے کہ وہ باطل پر ہیں اور اسی پر قتال کر رہے ہیں تو یہ ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ دونوں حق کے طالب ہیں۔ تو حضرت علیؓ اور ان کا ساتھ دینے والے مسلمانوں نے حق کو پا لیا۔ اور حضرت معاویہ رضؓ اور ان کا ساتھ دینے والے مسلمان اسے نہ پا سکے۔ جیسا کہ مسلم کی صحیح حدیث میں ہے۔

"لاتقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان وتكون بينهما مقتلة عظيمة ودعواهما واحدة"	قیامت نہیں قائم ہو گی یہاں تک کہ دو بڑے بڑے گروہ آپس میں قتال کریں گے اور ان کے مابین بہت بڑی لڑائی ہو گی حالانکہ دونوں کی دعوت ایک ہو گی۔

امام احمد کی روایت میں اس حدیث کا بہترین تکملہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

"لاتقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان دعوتهما واحدة فبينما هم كذالك مرق منهم مارقة، تقتلهم	قیامت نہیں قائم ہو گی یہاں تک کہ دو بڑے گروہ آپس میں قتال کریں گے جن کی دعوت ایک ہو گی وہ اسی طرح آپس میں برسرپیکار رہیں گے کہ ان میں سے ایک جماعت نکلے گی اس

AsliAhleSunnet.com

اولی الطائفتین بالحق۔"	کو ان دونوں بڑے گروہوں میں سے حق سے قریب تر گروہ قتل کرے گا

اور وہ جماعت جو نکلی وہ خوارج کی جماعت تھی اور ان کا خاتمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوا

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا کہ:۔

"امام احمد نے کہا کہ ہم سے ابو احمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے حبیب بن ثابت سے انہوں نے ضحاک مشرقی سے، انہوں نے ابو سعید خدری سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک قوم کا ذکر فرمایا جو ایسے وقت میں نکلے گی جبکہ لوگ آپس میں اختلاف کئے ہونگے۔ ان کو وہ جماعت قتل کرے گی جو حق سے قریب تر ہوگی صحیحین نے اس کی تخریج کی ہے[1]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلے میں وارد شدہ حدیث صحیح " یا عمار تقتلك الفئة الباغية " (اے عمار تم کو باغی جماعت قتل کرے گی) اس بات کی تائید کرتی ہے کہ معاویہ کی جماعت ہی باغی جماعت تھی، لیکن اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں اخذ کیا جاسکتا کہ حضرت معاویہ اور ان کا ساتھ دینے والے مسلمان اس بات کو جانتے ہوئے بھی بغاوت پر مصر رہے۔

اب اس کے بعد میں لوگوں کے سامنے اس مسئلہ میں اہل سنت کا

---

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج، ص ۲۹۹ "

AsliAhleSunnet.com

قول پیش کر رہا ہوں:۔

"سنت محمدیہ کے متبعین کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی و حضرت معاویہ اور ان دونوں کے ساتھ جو صحابہ کرام تھے وہ سب کے سب اہل حق اور مخلص تھے۔ رہا ان کا یہ اختلاف تو یہ ان کے اپنے اپنے اجتہاد کی وجہ سے رونما ہوا جیسا کہ مجتہدین آپس میں بہت سے مسائل میں اختلاف کر بیٹھتے ہیں۔ اور وہ اپنے اس اجتہاد میں مخلص ہونے کی وجہ سے خطا اور صواب دونوں صورت میں ثواب کے مستحق ہیں البتہ صحیح اجتہاد کرنے والے کا ثواب، غلط اجتہاد کرنے والے کے ثواب کا دوگنا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی فرد بشر معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ لوگ اجتہاد کرتے ہیں تو بعض امور میں ان کا اجتہاد خطا کر جاتا ہے اور بعض میں صحیح ہوتا ہے۔

اور جو شخص حضرت عثمان رضی پر آتش فتنہ کو بھڑکانے میں حق سے نکل گیا تو اس کا شمار حق پر قائم رہنے والی دونوں جماعتوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہوگا چاہے اس نے کسی جماعت میں شامل ہو کر اس کے ساتھ قتال ہی کیوں نہ کیا ہو، کیونکہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت میں جس نے بھی اپنے آپ کو ملوث کیا وہ۔ کسے باشد۔ بہر حال اس بات کا مستحق ہوا کہ اس پر شرعی حد جاری کی جائے۔ چاہے خلیفۂ وقت اس پر حد جاری کر سکے ہوں یا نہ کر سکے ہوں۔ اور حاکم وقت کے حد جاری نہ کر سکنے کی صورت میں ان لوگوں کا نیک مسلمانوں کے مابین جنگ کو جاری رکھنا جبکہ ان مسلمانوں کو اصلاح و اخوت کے عزم کا احساس ہو۔ جرم پہ اصرار کے مرادف ہے۔ جیسا کہ واقعۂ جمل اور اس کے بعد پیش آیا۔

AsliAhleSunnet.com

لہٰذا جب ہم کہیں کہ دونوں گروہ اہل حق میں سے تھے جو اس سے ہماری مراد دونوں گروہوں میں شامل رہنے والے صحابہ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق ان کا ساتھ دینے والے تابعین عظام ہوں گے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں جنت کی بشارت حاصل تھی اور کے نزدیک ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بلند مرتبہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور یہ دونوں اہل خیر میں سے تھے۔

اور جب ان میں شر پسندوں کی جماعتیں داخل ہوگئیں تو جو ذرہ کے برابر بھلائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔[1] ان دونوں گروہوں کے متعلق اسی عقیدہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی گئی۔ میں اگر اس میں کامیاب ہو گیا تو اللہ کا بہت زیادہ شکر و احسان ہے۔ اور اگر ناکام رہا تو اس راہ میں قدم رکھنا میرے لئے کافی ہے۔

۱۰ میں استاذ و مورخ نایف عباس کا بہت بہت شکر گذار ہوں۔ جن سے میں نے بہت کچھ استفادہ کیا اور انہوں نے خود اپنے قلم سے اس کتاب میں متعدد واقعات و روایات اور اسمار کی تصحیح، اور بہت سی آراء و احکام اور تعبیرات کی اصلاح فرمائی۔ اور ان کو میری اور جملہ مسلمانوں کی

لہ العواصم من القواصم مع حاشیہ استاذ محب الدین خطیب ص ۱۶۹

AsliAhleSunnet.com

طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔

اسی طرح ــــــــ میں محترم جناب محمد علی صاحب کا شکر گذار ہوں جو دار القلم کے مالک ہیں۔ اس کتاب کو منصۂ شہود پہ لانے میں ان کا بڑا حصہ ہے انہوں نے اس کتاب کے مخطوطہ کو حرف بحرف پڑھ کر اس کی تصویب اور تدقیق فرمائی۔

اب آخر میں قارئین کتاب سے معذرت خواہ ہوں کہ باوجودیکہ یہ کتاب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت سے تعلق رکھتی ہے لیکن اس فتنہ کبری کا ذکر میں تفصیل سے کروں گا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ظاہر ہوا اور ان کی شہادت کا سبب بنا۔ کیونکہ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت علیؓ وحضرت معاویہؓ کے درمیان ہونے والی جنگ سے متعلق سارے واقعات و حوادث کی تفسیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عالم اسلامی کی صورت حال کا مکمل جائزہ لینے کے بعد ہی ممکن ہے۔ اور اس لئے بھی کہ حادثۂ شہادت عثمانؓ ہی پر بعد میں پیش آمدہ واقعات کا دارومدار ہے۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں لغزشوں سے محفوظ رکھے، ہمارے اجتہاد میں ہم سے صادر ہونے والی خطائیں معاف فرمائے، ہمارے جو اجتہادات صحیح ہیں ان کا ثواب دے اور ہمارے اس عمل کو روز قیامت ہمارے حسنات کے پلّے میں رکھے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

• • •

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجاہد بادشاہ اور مجاہد زاہد

یہ اسلام عظیم ہی ہے جس نے اپنی پہنائی میں نوع انسانی کے تمام نمونوں کو سمیٹ لیا ہے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو پورے طور پر بروئے کار لاسکیں۔ ان ہی نمونوں میں سے مجاہد زاہد اور مجاہد بادشاہ ہیں۔ مجاہد زاہد ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت کا منصب طلب کیا تو آپ نے فرمایا!

"اے ابوذر! تم کمزور ہو۔ اور یہ امانت ہے۔ اور یہ قیامت کے دن باعث رسوائی و ندامت ہے سوائے اس شخص کے جو اس کا حق ادا کر دے۔"

اس طرح رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلاحیت کو دعوت اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے فارغ کر دیا اور ان کا رخ دنیا سے بے رغبتی اور اس کے تھوڑے حصہ پر قناعت کی جانب موڑ دیا۔ پھر ابوذر رضی اللہ عنہ اسی راہ پر چل دیئے، لوگوں کو بلند آفاق کی طرف اٹھاتے ہوئے، آخرت

AsliAhleSunnet.com

یاد دلاتے ہوئے اور جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے اپنے رب کے حضور جا پہونچے۔

اور مجاہد بادشاہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

" اے معاویہ! اگر تمہیں (حکومت کے) کسی کام کا والی بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل سے کام لینا " چنانچہ معاویہ کے دل میں اسی وقت سے یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ اس امت کے والی ہوں گے (وہ کہتے ہیں) میں برابر یہ سمجھتا رہا کہ میں حکمرانی کی آزمائش سے دوچار ہوں گا۔"

حکمرانی، اداراتی تنظیم اور سیاست کے سلسلے میں امیر معاویہ کی صلاحتیں زبردست تھیں۔ اور ضروری تھا کہ ان سے کام لیا جائے، اور وہ مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کا ذریعہ بنیں۔

ابوذر رضی اللہ عنہ، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زہد پہ تھے۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ، سلیمان علیہ السلام کے ڈھرے پر تھے۔

میں مجاہد بادشاہ اور مجاہد زاہد کا تذکرہ کرتا ہوں تو مجھے ہمیشہ انبیاء کے دو نمونے یاد آتے ہیں، جن کا واقعہ ساتھ ہی ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ایک وہ جسے مصیبت کے ذریعہ آزمایا گیا اور اس نے صبر کیا، اور ایک وہ جسے خوشحالی نصیب ہوئی اور اس نے شکر ادا کیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَ	ہم نے سلیمان کی آزمائش کی، اور
أَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا	اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا
ثُمَّ أَنَابَ ۔ قَالَ رَبِّ	پھر اس نے رجوع کیا۔ کہا! اے میرے

AsliAhleSunnet.com

اغفر لی وهب لی ملکا
لا ینبغی لاحد من
بعدی انک انت
الوهاب. فسخرنا له
الریح تجری بامره
رخاء حیث اصاب.
والشیاطین کل بناء و
غواص. وآخرین
مقرنین فی الاصفاد.
هذا عطاؤنا فامنن
او امسک بغیر حساب.
وان له عندنا لزلفی
وحسن مآب. (ص: ۳۴-۴۰)

واذکر عبدنا ایوب
اذ نادی ربه انی مسنی
الشیطان بنصب وعذاب
ارکض برجلک هذا
مغتسل بارد وشراب.
ووهبنا له اهله ومثلهم
معهم رحمة منا و

رب! مجھے بخش دے۔ اور مجھے
ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے
بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو۔ یقیناً
تو ہی دینے والا ہے۔ تو ہم نے اس کے
لئے ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے
جدھر وہ چاہتا تھا نرمی سے چلتی تھی
اور شیاطین کو مسخر کر دیا۔ ہر طرح کے
معمار اور غوطہ خور اور دوسرے جو
زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔
(ہم نے) کہا یہ ہماری عطا ہے دو یا نہ
دو کوئی حساب نہیں۔ اور یقیناً اس
کے لئے بھی ہمارے یہاں تقرب کا مقام
اور بہترین انجام ہے۔

اور ہمارے بندے ایوب
کا ذکر کرو۔ جب اس نے اپنے رب
کو پکارا کہ شیطان نے مجھے سخت
تکلیف اور عذاب میں ڈال رکھا ہے
(ہم نے کہا) اپنا پاؤں زمین پہ مارو یہ
نہانے اور پینے کے لئے ٹھنڈا پانی ہے
اور ہم نے اسے اس کے اہل و عیال عطا

AsliAhleSunnet.com

ذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ. کئے اور ان کے ساتھ ان کے مثل اور

وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا اپنی طرف سے رحمت کے طور پر، اور

فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ عقل رکھنے والوں کے لئے نصیحت کے

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا طور پر (اور ہم نے کہا) اور اپنے ہاتھ

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ میں تنکوں کا ایک مٹھا لے لو اور اس

اَوَّابٌ. سے مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ ہم نے

اسے صابر پایا۔ کتنا اچھا بندہ، اپنے

(ص: ۴۱ ـــــ ۴۴) رب کی طرف رجوع کرنے والا۔

سلیمان علیہ السّلام نے کہا اے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو۔

اور ان کا رب گواہ ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو اٹھانے والے بہترین آدمی تھے۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی یقیناً اس کے لئے ہمارے ہاں تقرب

وَحُسْنَ مَاٰبٍ کا مقام اور بہترین انجام ہے۔

ایوب علیہ السّلام مصیبت سے دوچار ہوئے اور ایسی آزمائش میں پڑے جس کی کوئی انتہا نہیں لیکن ان کے رب کی شہادت ہے کہ وہ آزمائش میں کامیاب اترے۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ہم نے انہیں صابر پایا، کتنے اچھے

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ بندے تھے اپنے رب کی طرف رجوع

اَوَّابٌ. کرنے والے۔

AsliAhleSunnet.com

اور مجاہد بادشاہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "ہم اس بادشاہت سے راضی ہیں۔ یہ بھی فرمایا۔" بادشاہت اللہ کی ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔"

نیز فرمایا جہاں تک ابوبکر کا معاملہ ہے تو نہ انہوں نے دنیا چاہی، نہ دنیا نے انہیں چاہا۔ باقی رہے عمر تو دنیا نے انہیں چاہا، لیکن انہوں نے دنیا نہیں چاہی۔ لیکن عثمان تو کچھ انہوں نے دنیا پائی اور کچھ دنیا نے انہیں پایا رہ گیا ہمارا معاملہ تو ہم دنیا میں پوری طرح لت پت ہو گئے۔

ایک صحابی سے کہا:

آخر تم کیوں مغفرت کی امید رکھنے کا حقدار مجھ سے زیادہ اپنے آپ کو سمجھنے لگے ہو؟ خدا کی قسم میرے ذمہ اصلاح رعیت۔ اقامت حدود۔ اصلاح بین الناس۔ جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے ایسے بڑے بڑے کام ہیں۔ جنہیں اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا، تم بھی شمار نہیں کر سکتے، یہ سارے کام ان عیوب و گناہوں سے کہیں زیادہ ہیں جنہیں تم ذکر کیا کرتے ہو۔ پھر میں ایک ایسے دین کا پیرو ہوں جس میں خدا نیکیاں قبول کرتا ہے اور برائیاں معاف کر دیتا ہے۔ خدا کی قسم اس صورت میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے اللہ اور غیر اللہ کے درمیان اختیار دیا جائے، مگر میں اللہ کو ماسوا پر ترجیح دوں گا۔

یہ تھی مجاہد بادشاہ کی نفسیات، اللہ ان سے راضی ہو۔

رہے مجاہد زاہد تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے فرمایا تھا:

آپ لوگ دیکھتے نہیں کہ یہ کلوئی — یعنی ان کی بیوی — مجھے کیا حکم دیتی ہے۔ مجھ سے کہتی ہے کہ میں عراق جاؤں، اور جب میں عراق جاؤنگا

AsliAhleSunnet.com

تو لوگ اپنی دنیا کے ساتھ مجھ پر جھک پڑیں گے، حالانکہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی ہے کہ جہنم کے پل سے پہلے ایک راستہ ہے جو کیچڑ اور پھسلن والا ہے۔ ہم لوگ راستہ سے ہلکا پھلکا بوجھ لے کر گذریں تو نجات پا جانے کی توقع زیادہ ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم بھاری بھر کم بوجھ سے لدے پھندے ہو کے گذریں۔

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میری روزی ایک صاع تھی۔ لہٰذا میں اس پر اضافہ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اللہ عزوجل کے حضور جا پہنچوں۔

موصوف نے اپنے رب کی بخشش کی امید میں دنیا اور اس کے بوجھ سے اپنے آپ کو ہلکا کر لیا۔ لیکن مجاہد بادشاہ نے اپنے رب کی مغفرت کی امید میں دنیا اپنے کندھوں پر اٹھالی۔

یہ ہے اسلام جو ہر طرح کے نمونوں اور ساری صلاحیتوں کو سمیٹے ہوئے ہے تاکہ یہ صلاحتیں روئے زمین پر اپنا پیغام ادا کر سکیں۔

آئیے، اسلام کے پہلے بادشاہ ـــــ مجاہد بادشاہ، معاویہ ـــ کی زندگی کے ساتھ قدم بہ قدم چلیں جس وقت ان کی نگاہیں نور سے آشنا ہوئیں اس کے پہلے سے اس وقت تک جبکہ وہ اپنے رب کے پاس جا پہنچے۔

• • •

AsliAhleSunnet.com

ابوسفیان اور ہند بنت عتبہ

جس ماحول اور خاندان میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے نشوونما پائی وہ ہمیں ان اہم ترین عوامل کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کرتے ہیں جن کے اثرات میلان طبع اور انداز فکر کے اعتبار سے ان کی شخصیت کی تشکیل میں کارفرما رہے، ہم ابوسفیان کے ایک طولانی وصف سے واقف ہوسکتے ہیں جس دن کہ عتبہ بن ربیعہ نے اپنی بیٹی ہند کے لئے انہیں بطور شوہر منتخب کیا، عتبہ نے کہا:

"تمہیں تمہاری قوم کے دو آدمیوں نے شادی کا پیغام دیا ہے میں تمہیں دونوں میں سے کسی کا نام نہیں بتاؤں گا، البتہ ان کے اوصاف ذکر کروں گا۔"

پہلا شخص پائیدار شرف اور اونچے نسب کا مالک ہے، تم اس کی غفلت کے سبب اسے بدھو سمجھو گی، حالانکہ یہ اس کی نرم خوئی کا نتیجہ ہے۔ اچھی صحبت اور بہتر جواب والا ہے، اگر تم اس کی متابعت کروگی تو وہ تمہاری متابعت کریگا اور اگر انحراف کروگی تو وہ تمہارے ساتھ ہوگا، تم اس کے مال پر اس کے منشاء کے خلاف فیصلہ کرسکوگی، اور اس کی کمزوری کے سبب اپنی رائے پر اکتفا کرسکوگی۔

رہا دوسرا شخص تو بڑے معزز حسب والا ہے اور بہت گہری سوجھ بوجھ کا آدمی ہے۔ اپنے نسب کا مادہ کامل اور اپنے خاندان کی ناک ہے۔ وہ خود اہل خانہ کو ادب دیتا ہے، اہل خانہ اسے ادب نہیں دیتے۔ اگر اس کی

AsliAhleSunnet.com

پیروی کرتے ہیں تو ان کے ساتھ سہل پسندی سے کام لیتا ہے۔ لیکن اگر اس سے دامن کش ہوتے ہیں تو انہیں سختی میں ڈال دیتا ہے، غیرت مند زود شگون اور زنان خانہ کو سخت پردے میں رکھنے والا ہے۔ اگر بھوکا ہو تو مال کی کمی کے سبب نہیں، اور اگر کسی جھگڑے میں پڑ جائے تو دبایا نہیں جا سکتا ـــ تو میں نے تمہیں دونوں کے حالات بتا دیئے۔

ہند نے کہا: پہلا شخص تو ایسا سردار ہے جو اپنی شریف بیوی کو ضائع کر دے گا۔ اس کی ہمنوائی ایسی کرے گا کہ اگر اس کی عورت کی حفاظت نہ کی گئی تو قوی امکان ہے کہ وہ انکار کے بعد نرم پڑ جائے گی اور اپنی غلط کاری میں ضائع ہو جائے گی۔ اگر وہ بچہ جنے گی تو احمق ہو گا۔ اور اگر ہوشیار ہو گا تو ماں کی غلط کاری کا نتیجہ ہو گا، ایسے شخص کا ذکر نہ کیجئے اور میرے سامنے اس کا نام نہ لیجئے۔

رہا دوسرا شخص تو یہ ایک آزاد اور شریف عورت کا شوہر ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کے اطوار واقعی پسند ہیں اور آمد و رفت کی کمی کے ساتھ شوہر کے ادب پر کاربند رہوں گی۔ میرے اور اس کے تعلق سے وجود میں آنے والی نسل اس بات کی اہل ہو گی کہ اپنے قوم کی عزت کا دفاع کر سکے۔ اور حوادث کے ہنگاموں میں بزدل اور دون ہمت ثابت نہ ہو ـــ وہ کون شخص ہے؟

عتبہ نے کہا: وہ ابوسفیان بن حرب ہے۔

ہند نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس سے شادی کر دیں۔ لیکن مجھے اس کے پاس ڈھیلی ڈھالی گرفت والے آدمی کی طرح نہ چھوڑیں۔ اور نہ بدخو آدمی کی طرح معاملہ کریں بلکہ اللہ سے جو کہ آسمان میں ہے استخارہ کریں وہ اپنے

AsliAhleSunnet.com

علم سے آپ کے لئے اچھا ہی مقدر کرے گا۔[ل]

گویا قریب سے دیکھنے پر ابوسفیان کی صورت ایک ایسے انسان کی صورت ہے جس نے جاہل سماج میں خوبیوں کا ایسا مجموعہ جمع کر لیا جس کی بنا پر وہ اپنی قوم کی قیادت کا مستحق بن گیا۔ ابوسفیان بن حرب بن امیہ حسب کے اعتبار سے اپنے خاندان اور قبیلہ کے چوٹی کے آدمی تھے۔

وہ خاندان کا مانہ کامل اور اپنے قبیلہ کا وقار بن چکے تھے۔ کیونکہ وہ اپنی مضبوط شخصیت کی بدولت اس بات پر قادر تھے کہ اپنے خاندان کو قابو میں رکھ سکیں۔ اور ان سے اپنا وجود منوا سکیں، اور جب انہیں خاندانی طاعت کی لگام تھما دی تو ابوسفیان نے انہیں عزو شرف بخشا۔ اور ان کے اندر قوت وجود کے پہلو کو بالیدگی عطا کی۔ لیکن ابوسفیان ان سے صادر ہونے والی غلطی یا کمزوری پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے وہ سخت تھے۔ اور ان کی رضا مشکل سے حاصل کی جا سکتی تھی۔

خاندانی حفاظت کے جذبے نے انہیں قبیلے کی عورتوں کے سلسلے میں غیور بنا دیا تھا۔ چنانچہ وہ سختی کے ساتھ ان کو ایسی اجتماعی روش کا پابند رکھتے جو اس معاشرہ کے مزاج سے میل کھاتی۔ انہوں نے نسب، شجاعت اور دلیری کے شرف کے ساتھ مالی شرف بھی حاصل کر لیا تھا۔ اس لئے وہ ذلت و رسوائی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ کسی ظلم پر خاموش رہ سکتے تھے۔

اس طرح انہوں نے جاہلی سماج کی تقریباً وہ تمام قدریں حاصل کر لی تھیں

ل طبقات کبریٰ لابن سعد ج ۸ ص ۲۳۵ — ۲۳۶۔ مطبوعہ دار صادر بیروت

AsliAhleSunnet.com

جو انہیں لیڈری اور قیادت کا اہل بنا سکتی تھیں۔

ہاں عتبہ نے ایک مخفی گوشے سے ابوسفیان کی ایک ایسی عادت کی طرف اشارہ کیا تھا جسے بسا اوقات پسند نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی یہ کہ جب وہ بھوکا ہوتا ہے تو قلت مال کے سبب نہیں۔ یعنی اس کی بھوک محتاجی کے سبب نہیں ہوتی۔ اور جب تک فاقہ محتاجی کے باعث نہ ہو تو اسے کفایت شعاری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس بات کی طرف ہند بنت عتبہ نے بھی مسلمان ہونے کے بعد اشارہ کیا تھا۔

انہوں نے کہا تھا۔ اے اللہ کے رسول! ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ اور میں اس کے اموال میں سے تھوڑا تھوڑا لے لیا کرتی ہوں کیا یہ چوری ہے آپ نے فرمایا۔ اس کے مال سے تم اتنا لیا کرو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو معروف معیار کے مطابق کفایت کر سکے[1]

لیکن حالات کے تقاضے کے مطابق ابوسفیان بہ تکلف سخاوت بھی کرتے تھے جو درحقیقت ان کی لیڈری کی قیمت ہوا کرتی تھی۔

یہ ہے ابوسفیان کی شخصیت مکہ کے ایک بڑے انسان عتبہ بن ربیعہ کی نگاہ میں۔ پھر ابوسفیان نے ہند بنت عتبہ کو محض یونہی کھو کھلا پیغام نکاح نہیں دیا تھا۔ بلکہ وہ ہند کے باپ عتبہ کو قریش کا متفقہ سردار سمجھتے تھے کہ اپنی سرداری کو ایک بندش کے ذریعہ عتبہ کی سرداری سے جوڑ لیں یہ بات ہمیں اس

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ ترجمہ ہند بنت عتبہ یہ حدیث صحیحین میں بھی مروی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

گفتگو سے معلوم ہوتی ہے جو ابو سفیان اور ان کے ہمدم و دمساز امیہ بن ابی الصلت کے درمیان ہوئی تھی۔

امیہ ابو سفیان سے! مجھے عتبہ بن ربیعہ کے متعلق بتاؤ کیا وہ مظالم اور محارم سے بچتا ہے؟

ابو سفیان: ہاں۔ قسم بخدا۔

۔ اور صلہ رحمی بھی کرتا ہے اور کرنے کا حکم دیتا ہے؟

۔ ہاں واللہ

۔ کریم الطرفین اور قبیلہ کا بہترین شخص بھی ہے؟

ہاں

۔ تم اس سے بہتر کسی قریشی کو جانتے ہو؟

نہیں بخدا نہیں جانتا[۱]

یہ ہے ہند بنت عتبہ کے نسب کا شرف۔ اس گھر میں ہند کیسی لگتی ہیں؟ وہ مضبوط شخصیت کی مالک ہیں۔ ان کی شخصیت کی پختگی ذیل کے دو[۲] مواقع سے ظاہر ہوتی ہے جو ان کی خود دار نفسیت اور قوی شخصیت کو نمایاں کرتے ہیں۔

۱ ۔ وہ اپنے والد سے غیر محدود جرأت کے ساتھ کہتی ہیں۔

میں اپنے معاملہ کی خود مالک ہوں اس لئے آپ میری شادی کسی شخص سے اس وقت تک نہ کریں جب تک اسے مجھ پر پیش نہ کر دیں۔

---

[۱] البدایہ والنہایہ للحافظ ابن کثیر ۲/۲۲۲

AsliAhleSunnet.com

یعنی انہیں گوارا نہیں تھا کہ ان کی لگام دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ اپنے معاملہ میں خود مختار نہ ہوں۔

۲ ـ اسی طرح جس دن انہیں دو آدمیوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے مردوں کو اچھی طرح پرکھنے اور ان کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانے میں بھی ذہانت کی تیزی اور عقل کی پختہ کاری کا اظہار کیا۔

عام عورتیں پہلی ہی قسم کے مردوں کو اپنی آرزو کے مطابق سمجھتی ہیں جو نرم خو اور سخی ہوتے ہیں۔ اور کمزوری و تابعداری کی حد تک اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاملہ سے پیش آتے ہیں۔ اس لئے عورت آدمی کے پاس خوش قسمتی اور تمتع کے وافر ترین حصے سے بہرہ ور ہو سکتی ہے۔ اسے شوہر کی ناراضگی کا بوجھ سہنا نہیں پڑتا۔ کیونکہ وہ کشادہ دل ہے، اس کے بخل کا بوجھ نہیں اٹھانا پڑتا کیونکہ وہ سخی ہے اور اس کی کم نسبی کا بوجھ نہیں سہنا پڑتا۔ کیونکہ وہ اونچے حسب و نسب کا مالک ہے۔ بھلا ایک عورت کو مال و حسب، اور حسن معاملہ کی ان امتیازی خصوصیات سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے۔

ایک عام عورت دوسرے قسم کے مرد سے ڈرتی ہے۔ کیونکہ ایسا مرد معاملات میں سخت گیر ہوتا ہے اس لئے اس کی مضبوط شخصیت، عورت کی خواہشات اور لذتوں کے آگے ایک ٹھوس بند بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور عورت اپنی ضروریات کی تکمیل نہیں کر پاتی پھر ایسے شخص کی غیرت اور بدشگونی کی سختی بھی جھیلنی پڑتی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں عورت کے ہر کام میں کیڑے نکالنے اور اس کو ہر ایسی حرکت سے باز رکھنے کا سبب بنتی ہیں جس کو مرد، راست روی کے خلاف سمجھتا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

لیکن ایک سوجھ بوجھ رکھنے والی عورت جس کے اندر سرداری و بزرگی کی آرزو ہو وہ زن مرید قسم کے مرد کو بحیثیت شوہر گوارا نہیں کرتی ہے کیونکہ لوگ اپنی مجلسوں میں اس کا مذاق اڑائیں گے۔ بلکہ وہ اس بڑے سخت گیر مرد کا کوڑا قبول کر لیتی ہے۔ جس کی عزت و قوت پر اس کی قوم شاہد ہو اسے ایسے شخص کی کڑی نگرانی میں رہنا گوارا ہوتا ہے اگرچہ کچھ سختی و مشکلات ہی جھیلنی پڑیں کیونکہ اسے ایک دوسرے باعزت پہلو کے حصول کی آرزو ہوتی ہے۔ اور وہ پہلو یہ ہے کہ ایسا شوہر اپنی عورتوں کا محافظ ہوتا ہے۔ اور خون اور روح کی قیمت پر ان کا دفاع کرتا ہے۔

ہند کا تعلق دوسری قسم کی عورتوں سے تھا جن کی نظر میں نیک نامی شہرت اور مجد کا مقام اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ اس کی راہ میں سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

ان کے غور و فکر کی گہرائی اور دور اندیشی اس تخیل سے ظاہر ہوتی ہے جو اپنے پیدا ہونے والے بچہ کے سلسلے میں انہوں نے قائم کیا تھا۔ انہوں نے پہلی قسم کے مردوں کی اولاد کے متعلق کہا تھا۔

"اگر عورت ایسے مرد سے کوئی بچہ جنے گی تو وہ احمق ہوگا۔ اور اگر ہوشیار ہوا تو اس کی غلطی کا نتیجہ ہوگا"

اور دوسری قسم کے مردوں کی اولاد کے متعلق ان کی رائے یہ ہے۔

"میرے اور ایسے مرد کے درمیان جو اولاد ہوگی وہ اس لائق ہوگی کہ اپنی قوم کے حریم کا دفاع کر سکے اپنی جمعیت سے حملہ آوروں کو دور بھگا سکے اور اس کے حقوق عز و شرف کی حفاظت کر سکے۔ یہ اولاد اپنے نسب کو زینت بخشے

AsliAhleSunnet.com

گی اور حوادث کے ہنگاموں میں بے دست و پا اور مایوس بیٹھنے والی نہ ہوگی

ان ساری تفصیلات سے ۔ جو ہند اور اس کے باپ کی باہمی گفتگو سے ملتی ہیں. ظاہر ہوتا ہے کہ ابوسفیان کو قبول کرنے کے معاملہ تک ہند کی سوجھ بوجھ کس قدر عجیب تھی ۔

وہ سہولت قبول کرنے کا راستہ نہیں اپناتیں ۔ تاکہ ابوسفیان یہ نہ سمجھیں کہ انہوں نے کسی مشقت کے بغیر ایک عام قسم کی دوشیزہ کو حاصل کرلیا ہے اور اس طرح ابوسفیان کو یہ احساس ہی نہ ہو کہ ہند اپنے باپ کو کس قدر عزیز تھیں ۔ اسی طرح سخت گیری کو بھی ٹھکرادیا تھا کہ ابوسفیان ان سے برگشتہ نہ ہوجائیں ۔ انہیں ابوسفیان کے عادات و خصائل سے محبت اور ان پر فخر تھا اس لئے وہ اپنے والد کو وصیت کرتی ہیں ۔

"کہ مجھے اس کی طرف ڈھیلی ڈھالی گرفت والے کی طرح چھوڑ نہ دیں. اور سخت تُند آدمی کی طرح معاملہ بھی نہ کریں ۔ اس طرح وہ اپنے اعزاز کا تحفظ بھی کرتی ہیں ۔ اور اپنی ضروریات کی تکمیل بھی ۔

پھر ان کی بات کا خاتمہ ہمیں ان کی شخصیت کے ایک اور پہلو سے آگاہ کرتا ہے ۔ وہ کہتی ہیں. اللہ سے جو آسمان میں ہے استخارہ کیجئے وہ اپنے علم سے آپ کے لئے خیر مقدر کرے گا ۔ جاہلی مفہوم میں استخارہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پانسے کے تیروں سے قسمت معلوم کی جائے ۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہمارے سامنے ایک ایسی لڑکی کا معاملہ ہے جو اپنی جاہلیت میں نہایت ٹھوس تھی اپنے دین کے مراسم کی محافظ تھی ۔ اور یہ رسم اس کی گہرائیوں میں اترے ہوئے تھے چنانچہ وہ ابوسفیان کو ہر طرح سے پسند کرنے کے باوجود سمجھتی تھی کہ استخارہ

AsliAhleSunnet.com

ہی معاملہ کا قطعی حل ہے اور آسمان میں خدائی رضا معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پیر پانسے کے تیروں سے قسمت کا پتہ لگایا جائے۔ یہی چیز اس مشکل اور سخت راستہ کے نقوش بھی روشن کر دیتی ہے جس پہ ہندہ اور ابوسفیان اس نئی دعوت کی مخالفت میں چل رہے تھے جس دعوت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا رکھا تھا۔

یہاں اس بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے کہ ہند بنت عتبہ پختگی کے اس معیار تک اسی وقت پہنچ سکی تھیں جب ان کی عمر کے برسہا برس گذر گئے تھے اور تجربات نے انہیں پختہ بنا دیا تھا۔ کیونکہ ابوسفیان کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے سے پہلے وہ فاکہ بن مغیرہ کی بیوی تھیں لیکن فاکہ نے ان کی عزیز ترین متاع یعنی آبرو اور شرف کے بارے میں انہیں مطعون کر دیا تھا اس پر فریقین نے یمن کے ایک کاہن سے فیصلہ چاہا کاہن نے ان کا دامن اس ظالمانہ تہمت سے بے داغ قرار دیا اس کے بعد انہوں نے اپنے شوہر فاکہ بن مغیرہ کی زوجیت میں رہنے سے انکار کر دیا حالانکہ اب جبکہ ان کی برأت ثابت ہو گئی تھی فاکہ بڑے شوق اور والہیت کے ساتھ ان پر متوجہ تھا۔ پھر فاکہ بن مغیرہ سے علیحدگی اور ابوسفیان سے شادی کے درمیان آٹھ سال کا عرصہ یوں ہی بیت گیا۔

اس حادثہ نے — جس نے ہند کے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا ہند کے نفس پہ بہت گہرا اور سنگین اثر چھوڑا۔ وہ اپنے سابق شوہر فاکہ بن مغیرہ کے خلاف نفرت اور کینہ کے جذبات سے پر تھیں ان کی حمیت اور خود پسندی میں اس دن اور اضافہ ہو گیا جب انہوں نے دیکھا کہ یمنی کاہن کی طرف سے

AsliAhleSunnet.com

انہیں بری قرار دینے پر سارے اہل مکہ نے ان کے دامن کو بے داغ تسلیم کر لیا ہے لیکن اس واقعہ کا جو پہلو ہماری توجہ کا مرکز ہے وہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے ہندہ کو اپنی قوم کے دین و مراسم پر مزید قانع بنا دیا۔ کیونکہ اس نے جب ہند کے باپ عتبہ کی چھپائی ہوئی بات سے پردہ ہٹا دیا اور متعدد عورتوں کے درمیان میں سے ہند کو نامزد کر کے پاک اور بے داغ قرار دے دیا جس کے باشندے شرف و زعامت کے لئے باہم دست و گریباں رہتے ہیں۔

ہند جو اپنی جوانی کے شیریں ایام اور اپنے خوابوں کے سہانے اوقات ابوسفیان کے ساتھ گذار رہی تھی ان دس اونٹوں کے معاملہ میں در پیش انتظار کو نہ بھول سکی۔ اس نے اپنے شوہر ابن حرب سے کہا۔ ایسا نہ ہو کہ عورتوں کے ساتھ آپ کی مصروفیت کے نتیجہ میں یہ شرف آپ کے ہاتھ سے جاتا رہے۔

ابوسفیان نے ـــ باوجودیکہ لذتوں میں غرق تھا۔ جواب دیا۔

سنو :ـــ تمہارا شوہر اپنے لئے جو کچھ منتخب کرتا ہے کرنے دو۔ خدا کی قسم میرے سوا جو کوئی بھی اسے ذبح کرے گا میں خود اسے ذبح کر دوں گا۔

یہ دس اونٹ مکہ میں بندھے رہے۔ کسی کو ان کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جب ابوسفیان نے اپنا ساتواں دن پورا کر لیا تو اپنے گھر سے نکلا۔ اونٹوں کے پاس گیا۔ اور انہیں ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے ہوئے ذبح کر دیا کہ وہی قریش کا سب سے معزز آدمی ہے۔ اس کے بعد ہند اپنے شوہر کو حاصل ہونے والے اس شرف پر فخر کیا کرتی۔ اور عورتوں پہ برتری جتایا کرتی تھی کہ وہ قریش کے سب سے معزز آدمی کی بیوی ہے۔

کیا خیال ہے؟ کیا اس حد تک پہنچ کر ہند کا جذبہ برتری ختم ہو گیا؟

AsliAhleSunnet.com

نہیں ہرگز نہیں۔ چنانچہ جس وقت اس کا بچہ معاویہ اپنے گھر کے صحن میں گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔ ابوسفیان نے اسے ایک نظر دیکھا پھر ہند کو مخاطب کر کے کہا۔ میرا یہ بیٹا بڑے سر والا ہے یعنی اس بات کا اہل ہے کہ اپنی قوم کا سردار ہو۔

ہند نے جواب دیا۔ صرف اپنی قوم کا ــــ جی نہیں ــــ اس کی ماں اس پر روئے اگر یہ سارے عرب کا سردار نہ ہو[ا]۔

یعنی وہ معاویہ میں پختگی اور کمال کی علامتیں دیکھ رہی تھیں۔ اور اس پختگی و کمال کے پیچھے انہیں ایک وسیع و عریض بادشاہت جھلک رہی تھی۔ جس میں انھیں کی حکمرانی ہو۔

ہ ہ ہ

[ا] طبقات ابن سعد، البدایۃ والنہایہ ۸/۱۱۸

AsliAhleSunnet.com

معاویہ کے دل پر اسلام کا تسلط

قسمت کی بات تھی کہ اموی گھرانہ عموماً ایک طویل مدت تک ایک جانب رہا اور اسلامی دعوت دوسری جانب۔ اس ماحول میں معاویہ بھی اسلام اور رسول اسلام سے دور رہے۔

جنگ بدر کے بعد اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف عداوت اور بڑھی اور ابوسفیان کے گھر میں تو تلخی کے ساتھ جا بیٹھی۔ معاویہ کو اپنے نانا عتبہ، ماموں ولید اور بھائی حنظلہ کے قتل کا غم تھا۔ پھر اس غم میں ان کی ماں ہند کے شدتِ غم والم سے اور اضافہ ہوا۔ سال گذرتے گئے۔ اور معاویہ کی زندگی اسی گھر میں گذرتی رہی جس نے اسلام کے خلاف شدید عداوت کھڑی کر رکھی تھی۔ ان کی یادداشت پر اس مدت کی بہت تصویریں اور واقعات نقش تھے لیکن ایک واقعہ ایسا تھا جس نے ان کی قوت ارادی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور ان کے یادداشت کی گہرائیوں میں پیوست ہو گیا۔

یہ واقعہ مکہ میں خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل کا تھا جنہیں رجیع کے واقعہ میں قید کر کے مکہ لایا گیا تھا۔ آج وہ آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہہ رہے تھے۔

خدایا! ہم نے تیرے پیغمبر کا پیغام پہنچا دیا۔ اب تو انہیں کل ہمارے ساتھ ہونے والے سلوک کی خبر کر دے۔

AsliAhleSunnet.com

خبیب کے قتل کے موقع پر جو لوگ حاضر تھے۔ ان میں ابوسفیان آگے آگے تھے۔ اس کے صاحبزادے معاویہ اس کے پہلو میں کھڑے تھے۔ خبیب نے تضرع کے ساتھ اپنے رب سے یہ دعا مانگی کہ "اے اللہ! انہیں ایک ایک کرکے شمار کرلے۔ پھر انہیں بکھیر کر قتل کر دے اور کسی ایک کو باقی نہ چھوڑ۔" تو معاویہ نے اپنے باپ کو دیکھا کہ وہ خبیب کی بددعا کے ڈر سے معاویہ کو لے کر تیزی سے زمین کی طرف جھک گئے۔ معاویہ کہتے ہیں۔

خبیب کے قتل کے موقع پر جو لوگ ابوسفیان کے ساتھ موجود تھے ان میں میں بھی تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ خبیب کی بددعا کے خوف سے مجھے زمین پر ڈال دے رہے تھے۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ جب آدمی پر بددعا کی جائے اور وہ اپنے پہلو پر لیٹ جائے۔ تو بددعا ٹل جاتی ہے[۱]

ان کے نفس پر اس واقعہ کا بڑا اثر تھا۔ اس کی وجہ سے وہ بہت سے افکار کی آماجگاہ بن گئے تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ اگر خبیب اور ان کے رفقاء باطل پر تھے۔ تو ان کے باپ نے انہیں کیوں خبیب کی بددعا سے ڈر کر زمین پر ڈال دیا؟ اور اگر وہ لوگ حق پر تھے تو پھر ایک ہی بات پر سارے قریش ایک آواز کیوں نہیں ہو گئے اور محمد اور ان کے رفقاء کے ساتھ آویزش ختم کیوں نہیں ہو گئی؟ معاویہ کو اپنی قوم کے موقف اور ان کے عقائد کی صحت پر پورا وثوق نہیں رہ گیا تھا۔

پھر قتل خبیب کے اس واقعہ نے ان کے نفس میں قلق کا بیج ڈال دیا

[۱] سیرۃ ابن ہشام ، مقتل خبیب واصحابہ (واقعہ شہادت خبیب) (سریۃ الرجیع)

AsliAhleSunnet.com

تھا. جو زمانہ کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک عرصہ کے بعد ایک معین نقطۂ نظر تک پہونچ گئے۔

معاویہ بائیس برس کے تھے۔ جب قریش اور غطفان کے جتھے مدینہ پر چڑھائی کے لئے جمع ہوئے۔ معاویہ سمجھتے تھے کہ یہ معرکہ اسلام اور مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کردے گا۔ لیکن وہ ناکامی کا دامن گھسیٹتے ہوئے واپس پلٹے انہوں نے بڑے غور سے سنا تھا کہ ان کے والد پسپائی کی رات اہل مکہ کو مخاطب کرکے کہہ رہے تھے۔

اے قریش کی جماعت! خدا کی قسم اب یہ تمہارے لئے ٹھہرنے کے لائق جگہ نہیں رہی۔ گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہوچکے ہیں بنو قریظہ نے ہم سے بدعہدی کردی ہے۔ ان کے مکروہ ارادوں کی ہمیں خبر ہوچکی ہے پھر ہوا کی جس تندی سے دوچار ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو۔ نہ ہماری کوئی ہانڈی بیٹھ رہی ہے نہ آگ بھڑک رہی ہے نہ خیمہ رک رہا ہے۔ لہذا کوچ کرجاؤ میں روانہ ہورہا ہوں۔

پھر معاویہ نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کے پاس آئے وہ بندھا ہوا تھا اس پر سوار ہوگئے۔ اسے ضرب لگائی وہ تین بار اچھلا۔ اس کے بعد انہوں نے کھڑے ہی کھڑے اس کی رسی کھولی[1]

معاویہ نے جب جنگ کا یہ کڑوا پھل دیکھا کہ اموال تباہ ہوگئے۔ اور

---

[1] سیرۃ ابن ہشام غزوۂ احزاب۔

AsliAhleSunnet.com

امیدیں پامال ہوگئیں تو ان پر اعصابی ردعمل ہوا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ محمد کے خلاف فیصلہ کن کامیابی بہت دور کی بات ہے۔

پھر آئندہ سال جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لئے اہل مکہ تک اچانک جا پہنچے تو انہوں نے اسے اپنی انتہائی توہین محسوس کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ آپ ان پر زبردستی ہرگز داخل نہیں ہو سکتے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت ہوتی ہے، اور مباحثات کے نتیجے میں فریقین کے درمیان صلح حدیبیہ کا معاہدہ وجود میں آتا ہے۔

اس صلح نے اس جمود کو کسی قدر نرم کر دیا جو دلوں پر بیٹھ چکا تھا۔ اور اس عداوت کو کسی قدر محو کر دیا جو غلاف بن کر دلوں پر چھا گئی تھی۔ قریش کے دلوں پر روشنی کے دریچے کھل گئے اور انہیں حق نظر آ گیا۔ چنانچہ یہ خالد بن ولید ہیں جو شہسواروں کے رسالدار تھے۔ اس صلح کے بعد ان کا نفس جھٹکے کھاتا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ محمد کا کام ناقابل تصور بلندی کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اور انہیں محسوس ہوتا ہے۔ کہ اللہ محمد اور ان کے اصحاب کی جانب ہے اور انہیں ہرگز چھوڑ نہیں سکتا۔ اور یہ عمرو بن عاص ہیں جن کا موقف بدل جاتا ہے اور یہ نوخیز نوجوان ــــ مکہ کے سربراہ کا بیٹا معاویہ ہے جو اپنی عمر کے چوبیسویں سال میں داخل ہوا ہے، اس کا درِ دل بھی نور کے لئے کھل جاتا ہے۔

☆ ☆ ☆

AsliAhleSunnet.com

وہ جانتے تھے کہ جب اپنے اسلام کا اعلان کریں گے تو صورت حال کس قدر سنگین ہو گی خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ان کے والد، محمد اور ان کے اصحاب کے خلاف جنگ کی قیادت کر رہے تھے۔ ایمان ان کے دل میں گھس چکا تھا لیکن یہ ایمان بے سود تھا جب تک کہ اس کا اعلان نہ کر دیا جائے اور اس کے نتائج نہ جھیلے جائیں ـــــ وہ سوچتے رہے کہ اس اطمینان کا اظہار اپنی ماں سے کریں۔

انہیں معلوم تھا کہ اس وقت مسلمانوں کے خلاف ان کی ماں کی عداوت کس حد کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ ابھی ان کے دل میں باپ، چچا اور بیٹے کے قتل کا سانحہ تازہ تھا لیکن انہیں ماں سے ایسی گہری وابستگی تھی کہ اپنے دل کے جذبات ان سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ ماں کو بھی ان سے ایسی قوی محبت تھی کہ ان کی ہر ناگوار حرکت نظر انداز کر جایا کرتی تھیں۔

ایک دن معاویہ نے حوصلہ سے کام لیا۔ اور اپنی ماں کو بتلا دیا کہ میں اس دین سے مطمئن ہوں۔ اور یثرب کی طرف ہجرت کرنے کی خواہش رکھتا ہوں ہند بھڑک اٹھی اور انہیں دھمکی دیتے ہوئے بولی: "اگر تم باہر نکلے تو تمہارا کھانا پانی بند کر دیا جائے گا"[1]۔

اور اب ہند کو یہ خدشہ رہنے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن نیند سے بیدار ہوں تو دیکھیں کہ ان کا بیٹا ان کے پاس نہیں ہے اور لوگوں سے پوچھیں تو جواب ملے کہ وہ تو یثرب ہجرت کر گیا۔

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۳ / ۱۴۲

AsliAhleSunnet.com

ہند کی حالت ایسی ہی تھی جیسے کوئی شخص دو آگ کے بیچ میں کھڑا ہو لیکن اسے یہ نہ معلوم ہو کہ کونسی آگ ہلکی ہے تاکہ اس میں کود پڑے۔ آیا وہ ابوسفیان سے یہ خبر چھپائے تاکہ اس کے چہیتے بیٹے معاویہ کو کوئی اذیت نہ پہنچ سکے یا اسے اس خبر سے آگاہ کردے تاکہ اس کے بیٹے کے مدینہ ہجرت کرنے کی راہ میں حائل ہو جائے۔ ہند ان دونوں موقف کے سلسلے میں بڑی کشمکش سے دوچار رہیں۔ بالآخر انہوں نے دوسرے نقطۂ نظر کو ترجیح دی اور بیٹے معاویہ کے دل میں جو جذبات کارفرما تھے ان کے باپ ابوسفیان کو ان سے آگاہ کردیا ابوسفیان بھی کچھ ویسے خیالات سے دوچار تھے جن سے ان کے صاحبزادے دوچار تھے لیکن وہ ان خیالات کے دبانے پر مجبور تھے۔ چنانچہ انہوں نے معاویہ سے کہا۔ دیکھو! یہ تمہارا بھائی یزید ہے۔ جو تم سے بہتر ہے یہ اپنی قوم کے دین پر ہے۔

معاویہ نے یہ بات اپنے دل میں چھپا رکھی اور ابوسفیان سے اس کا اظہار نہ کیا اور کہا: میں نے اپنے نفس کے ساتھ جدوجہد میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

میں عمرۂ قضا (ذی قعدہ ۷ھ) سے پہلے ہی مسلمان ہو گیا تھا لیکن میں مدینہ کے لئے نکلنے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری ماں مجھ سے کہتی تھیں۔ اگر تم نکلے تو تمہاری روزی بند کردیں گے ——— وہ مزید کہتے ہیں۔

عمرۂ قضا (ذی قعدہ ۷ھ) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم (اہل مکہ) پر داخل ہوئے تو میں آپ کو سچا مان رہا تھا۔ پھر جب فتح مکہ کے سال آپ تشریف لائے تو میں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے مبارکباد دیا۔[1]

[1] البدایۃ والنہایۃ = ۸/۱۱۸

AsliAhleSunnet.com

ابوسفیان کے گھر میں اسلام کا داخلہ

۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اس دن ابوسفیان کو ہتھیار ڈالنے اور شکست تسلیم کرنے کا ناقابل بیان رنج والم سہنا پڑا۔ انہوں نے اگرچہ بظاہر اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا تھا لیکن شکست کا مزہ کڑوا ہوتا ہے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد آکر جمع ہیں ان کے دل میں یکایک خیال آیا جس کے آگے تھوڑی دیر کے لئے سپر انداز ہو گئے انہوں نے دل میں سوچا کیوں نہ محمد کے مقابلہ کے لئے ایک جتھا فراہم کر دوں۔

اس طرح کے جتھے کے بل پر فتحیابی کا امکان اگرچہ بعید ہے۔ لیکن محال نہیں ہے اگر انہیں کامیابی ہو گئی تو لوگوں کے یہ سارے گروہ انہیں کا رخ کریں گے اور ان کے ہونٹوں سے نکلنے والے اس ایک کلمہ کا انتظار کریں گے جس میں ہزاروں افراد کی قسمت کا فیصلہ مضمر ہوگا لیکن ابھی تو وہ ایک عام آدمی ہیں جن کی طرف نہ کوئی التفات کرتا ہے اور نہ جنہیں کوئی اہمیت دیتا ہے انہیں کل جو اعزاز حاصل ہوا تھا ـــــ کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے امان ہے ـــــ آخر وہ کس کام کا؟

اپنے مقام کا پھر سے جائزہ لینے لگے کہ آیا وہ قبیلۂ ثقیف میں اپنے قرابت داروں سے مل کر لشکر فراہم کرے یا کیا کرے؟

AsliAhleSunnet.com

ابھی وہ اسی حال میں تھے کہ انہیں اچانک دونوں کندھوں کے درمیان کسی ہاتھ کی رگڑ محسوس ہوئی۔ انہوں نے جھرجھری لی۔ جیسے کسی کو سانپ نے ڈنس لیا ہو۔ غفلت سے بیدار ہوئے دیکھا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بے تکلف مسکرائے۔ لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے **اس** ارشاد سے حواس باختہ ہو گئے کہ:

"تب اللہ تجھے رسوا کردے گا"[1]

پلک جھپکنے سے بھی زیادہ سرعت سے ابو سفیان نے اپنے دل کی اس اندرونی بات کو ——— "کیوں نہ میں محمد کے مقابلہ کے لئے ایک جتھہ فراہم کرلوں" اور آپ کے اس ارشاد کو "تب اللہ تمہیں رسوا کردے گا۔" ایک دوسرے سے مربوط کردیا۔

اور ابو سفیان کو یقین ہو گیا کہ وہ ایک ایسے نبی کے روبرو ہیں جنہیں آسمان سے مبعوث کیا گیا ہے۔ اسی لئے جو بات دل میں گردش کر رہی تھی انہیں وحی الٰہی کے ذریعہ معلوم ہو گئی۔ چنانچہ ابو سفیان نے آپ کی طرف اپنا سر اٹھایا اور کہا۔

اب تک مجھے یقین نہ آیا تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اور اب میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں خدا کی قسم میں

---

[1] اصل روایت ابن سعد نے واقدی سے نقل کی ہے اسے بدایہ ۲/۴ ۳۰ میں ابن کثیر نے بھی ذکر کیا ہے اور تقریباً انہیں الفاظ میں بیہقی کے یہاں اس کا شاہد موجود ہے۔

AsliAhleSunnet.com

نے یہ بات کہی نہیں تھی صرف میرے دل میں اس کا خیال آیا تھا۔

اب ابو سفیان یقین جازم کے ساتھ صحیح اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر شام کو جس وقت لوگ تکبیر و تہلیل میں مشغول تھے ابو سفیان نے چاہا کہ اپنی بیوی ہند کے احساسات کو چھیڑیں چنانچہ ان سے اس وقت میں جبکہ مسلمانوں کی تکبیر کی آوازیں ہند کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں ـــــ کہا ـــــ کیا تم سمجھتی ہو کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ہند نے کہا! ہاں۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والی صورت کے نقوش رفتہ رفتہ مٹتے گئے۔

یہ لوگ جن سے ہند نے جنگ کی تھی اور جن سے جنگ کو اپنے معبودوں کی قربت کا ذریعہ سمجھا تھا آج رات بھر ان کی پلک نہ جھپکی اور وہ تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے۔ ہند نے ان لوگوں کے بارے میں اپنی پسندیدگی کو اپنے شوہر سے ان الفاظ میں بیان کیا ـــــ "اللہ تعالیٰ کی صحیح عبادت میں نے صرف آج دیکھی ہے۔"

اور جب ہند کو معلوم ہوا کہ لوگ اسلام پر بیعت کر رہے ہیں تو وہ مکہ کی عورتوں کو اپنی قیادت میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں۔ آپ صفا کے پاس تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عورتوں سے بیعت لے رہے تھے۔ ہند نے نقاب سے خود کو چھپا رکھا تھا۔ انہیں خوف تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہچان جائیں گے تو قتل کر دیں گے۔ انہوں نے آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا تھا اور ان کا حلیہ بگاڑا تھا اور اس

AsliAhleSunnet.com

طرح حضور کے دل پر انتہائی گہرے زخم لگائے تھے ان کا دل خوف سے بری طرح دھڑک رہا تھا انہیں معافی کی امید بھی تھی اور انتقام کا خطرہ بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے فرما رہے تھے۔

مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی۔

ہندہ : آپ ہم سے ایسا عہد لیتے ہیں جو مردوں سے نہیں لیتے۔ (اور اس پر بیعت کر لی)

رسول اللہ : اور چوری نہ کرو گی۔

ہندہ : واللہ میں نے ابوسفیان کا مال تھوڑا تھوڑا لے لیا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ ہمارے لئے حلال ہے یا حرام ؟

ابوسفیان : خیر : جو کچھ تم نے پچھلے اوقات میں لیا تھا میں نے معاف کیا۔

رسول اللہ : اچھا تو تم عتبہ کی بیٹی ہندہ ہو ؟

ہندہ : ہاں ! جو کچھ گذر چکا اسے معاف فرما دیجئے۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے۔

رسول اللہ : اور زنا نہ کرو گی۔

ہندہ : اللہ کے رسول ! بھلا آزاد و شریف عورت بھی زنا کر سکتی ہے ؟

رسول اللہ : اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔

ہندہ : ہم نے تو انہیں بچپن میں پالا پوسا۔ لیکن جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے اور آپ کے رفقاء نے انہیں بدر میں قتل کر دیا۔

(ہندہ کی اس بات پر حضرت عمر ہنسی میں ڈوب گئے)

رسول اللہ : اور کوئی بہتان نہ لگاؤ گی۔ جسے تم نے خود بخود گھڑا ہو۔

AsliAhleSunnet.com

ہندہ : بخدا بہتان بازی بڑی بدتر چیز ہے لیکن بعض قسم کے مزاق بہتر ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان سے بیعت کرو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا کرو۔ یقیناً اللہ غفور رحیم ہے۔

ہند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر۔

اللہ کے رسول ! روئے زمین پہ کوئی خیمہ ایسا نہیں تھا جس کی ذلت آپ کے خیمہ والوں سے بڑھ کر مجھے محبوب رہی ہو۔ لیکن اب روئے زمین پر کوئی خیمہ والا ایسا نہیں جس کی عزت آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ محبوب ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ " اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ابھی اور بھی"[1]

---

[1] البدایۃ والنہایہ لابن کثیر ج ۴ ص ۳۱۹۔ اسے مسلم اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ ابھی اس میں مزید اضافہ ہوگا۔ تمہارے دل میں ایمان کو پختگی حاصل ہوگی اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت بڑھے گی۔ اور ان کے بغض سے تمہارا رجوع قوی ہوگا۔ (نووی شرح مسلم)

میں کہتا ہوں کہ بخدا یہ ہند کے ایمان کی سچائی کی نہایت بہترین شہادت ہے اور یہ ایک بڑی اور کھلی ہوئی فضیلت ہے جو صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ایسی جلیل القدر صحابیہ کے لئے ادا ہوئی ہے جن کا حال پہلے کچھ بھی رہا ہو لیکن بعد میں وہ اس مقام بلند تک پہونچ گئیں۔

AsliAhleSunnet.com

یہاں پہونچ کر کشمکش کا ایک مرحلہ ختم ہو گیا جو بیس سال سے کچھ زائد عرصہ تک مسلسل جاری تھا۔ اب ابو سفیان اور ان کی بیوی ہند بنت عتبہ اسلامی دعوت کی فوج کے دو سپاہی بن چکے تھے۔ رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مشفقانہ ہاتھ ان کے زخموں پہ پھیر دیا تھا۔ اور ان بڑی بڑی بدسلوکیوں اور ہولناک عداوتوں سے نگاہ پست کر لی تھی جن کی آگ ابو سفیان اور ان کی بیوی ہند بھڑکایا کرتے تھے۔ اور یہ سب آپ کے اسی ایک ارشاد میں مضمر تھا ——— کہ ! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، ابھی اور بھی۔

ہند اسی حالت میں گھر لوٹیں کہ دل، ایمان سے معمور تھا۔ ان کی نظر گھر کے ایک گوشہ میں رکھے ہوئے ایک بت پر پڑی۔ وہ غضبناک ہو کر بت پر پل پڑیں۔ اس کا منھ نوچ لیا۔ اور اسے یہ کہتے ہوئے چکنا چور کر دیا: ہم تیرے متعلق دھوکے میں تھے۔

☆ ☆ ☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ خانۂ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان کہیں۔

ابو سفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام ـ تینوں ـ خانۂ کعبہ کے صحن میں بقیہ لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اذان سن کر عتاب نے کہا۔

اللہ نے اسید پہ نوازش کی کہ انہوں نے یہ آواز نہیں سنی۔ ورنہ وہ

AsliAhleSunnet.com

ایک ناگوار خاطر آواز سنتے۔ حارث نے جواباً کہا۔ دیکھو واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ برحق ہے تو میں اس کی پیروی کرتا۔

لیکن ابوسفیان نے کہا۔ واللہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ اگر بولوں تو یہ کنکری بھی خبر دیدے گی۔

اتنے میں اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے اور یہ کہہ کر انہیں حیرت میں ڈال دیا: کہ آپ حضرات نے جو کچھ کہا ہے مجھے معلوم ہے۔ اور ان سے ان کی پوری گفتگو ذکر کر دی۔

حارث اور عتاب چیخ پڑے! ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ واللہ ہمارے ساتھ کوئی تھا ہی نہیں کہ اسے اس کی اطلاع ہوئی ہو اور ہم یہ کہہ سکیں کہ اس نے آپ کو بتلا دیا ہے [1]

★ ★ ★

ابوسفیان اور قریش کے بڑے بڑے مشائخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوازن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور جنگ میں شرکت کی مگر لڑائی نہیں کی [2]

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۲۷ مطبوعہ کتاب التحریر۔

[2] ابن اسحاق کی روایت ہے کہ معرکۂ حنین کے آغاز میں جب مسلمان بھاگے تو ابوسفیان نے کہا: سمندر سے پہلے ان کی بھگدڑ رک نہیں سکتی۔ اس وقت پانسے کے تیر ابوسفیان کے ہمراہ تھے۔ واضح رہے ابن اسحاق نے یہ روایت کسی سند کے بغیر بیان کی ہے اس

بقیہ صفحہ ۶۱ پر

AsliAhleSunnet.com

پھر ابو سفیان نے لشکر اسلام کے ہمراہ ثقیف کی جانب روانہ ہوئے وہ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ کس طرح اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوازن پر فتح و کامرانی عطا کی۔ انہیں دکھ تھا کہ جنگ ختم ہوگئی اور ایک تیر چلانے کے لئے بھی وہ اس میں شریک نہ ہوسکے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کی طبیعت دشمن سے ٹکرانے کے لئے جوش مار رہی تھی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوں ہی ثقیف کا رخ کیا ابو سفیان بھی چل پڑے اور خوب لڑے بھڑے دوران جنگ اچانک ان کی طرف ایک تیر آیا۔ اور ان کی گراں مایہ متاع لے گیا یعنی تیر آنکھوں میں دھنس گیا اور وہ بہہ کر چہرے پر آرہی۔ ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یہ دیکھئے میری آنکھ اللہ کی راہ میں پھوڑی گئی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر چاہو تو دعا کردوں اور یہ آنکھ تم پر پلٹا دی جائے۔ ورنہ چاہو تو (اس کے عوض) جنت ہے[1]

ابو سفیان نے دیکھا کہ ایک ہی لحظہ میں اس ایک خوبی کے ذریعہ جو اللہ نے ان تک پہونچادی تھی ان کی جاہلیت کی تاریخ لپیٹ دی گئی ہے۔ انہیں

بقیہ صفحہ ۶۰ کا

لئے اس کی صحت کی حیثیت اور اس کا ماخذ معلوم نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جس چیز کو مؤلف نے بیان کیا ہے۔ وہ سیرت کی کتابوں اور صحابہ کے تراجم میں مروی ہے اس سے طائف کے محاصرہ کے دوران ابو سفیان کی جانبازی کا پتہ لگتا ہے جس میں ان کی ایک آنکھ چلی گئی تھی اور اس سے ابن اسحاق کی بیان کردہ روایت کی تردید بھی ہوتی ہے۔

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابہ بروایت زبیر بواسطہ سعید بن عبید ثقفی ج ۳ ص ۱۷۳

AsliAhleSunnet.com

یقین آگیا کہ وہ راستہ پر لگ گئے ہیں۔ یعنی جہاد کے راستے پر جو انہیں یقیناً جنت تک لے جائے گا۔

اسلامی لشکر طائف کے محاصرہ سے واپس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں اترے۔ آپ اس بے اندازہ مال غنیمت کو تقسیم کرنا چاہتے تھے جو جنگ حنین میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ ابوسفیان کو معلوم نہیں تھا۔ کہ انہیں کچھ ملے گا یا نہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھجکتے ہوئے بڑھے اور بولے: یارسول اللہ! آج آپ قریش کے سب سے مالدار آدمی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس شخص کے دل میں کون سے خیالات کام کر رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا۔ ان اموال میں ہمارا حصہ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا۔ انہوں نے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی مرحمت کی۔ ابوسفیان نے کہا: میرے بیٹے یزید کا حصہ؟

مزید ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیے دیئے۔

پھر کہا۔ میرے بیٹے معاویہ کا حصہ کہاں ہے؟

انہیں بھی ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی دینے کا حکم صادر ہوا۔

ابوسفیان نے دیکھا کہ مال غنیمت سے انہیں اتنا مل گیا ہے کہ اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوب خوب نوازا ہے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ جنگ و صلح دونوں میں کریم ہیں یہ انتہائی کرم ہے۔ اللہ آپ کو بہتر جزا دے۔[۵]

AsliAhleSunnet.com

☆ ☆ ☆

ثقیف کا سردار عروہ بن مسعود جو ابو سفیان کا بہنوئی تھا مسلمان ہو گیا
س نے جب ثقیف کو اللہ کی طرف بلایا تو ثقیف نے اسے قتل کر دیا اس کے
رے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
اس کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہی ہے جیسی سورۂ یٰسین میں مذکورہ آدمی
ا مثال اپنی قوم میں۔

ابو ملیح بن عروہ اور قارب بن اسود دونوں ثقیف کے درمیان سے راتوں
ت چھپکے سے نکلے اور مدینہ کا رخ کیا ان کا ارادہ تھا کہ ثقیف سے علیحدگی اختیار
یں۔ اور کبھی کسی بات پر ان کے ساتھ اکٹھا نہ ہوں۔ دونوں نے اسلامی طریقہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔

ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم دونوں جسے
ہو اپنا ولی بنا لو۔ دونوں نے کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کو اپنا ولی اختیار
تے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اپنے ماموں ابو سفیان بن
ب کو بھی۔ ان دونوں نے کہا کہ ہاں انہیں بھی۔

اس کے بعد ثقیف کا وفد پورے قبیلہ کے اسلام کی خبر لے آیا۔ رسول اللہ
اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ابو سفیان کو اعزاز بخشیں اور ان کی صلاحتیں
لی راہ میں لگائیں آپ نے انہیں مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ عرب کے صنم اکبر لات
ڈھانے کا کام سونپا۔ جو ثقیف کے اندر تھا۔

اپنی تجربہ کار سیاسی طبیعت کی بنا پر ابو سفیان نے اسے ڈھانے میں

AsliAhleSunnet.com

شرکت نہیں کی۔ انہیں خوف تھا کہ ثقیف ان کے خلاف بھڑک اٹھیں گے لیکن جہاں تک مغیرہ بن شعبہ کا معاملہ ہے توڑھانے کی کارروائی کے دوران ان کی قوم ان کی حمایت کے لئے کھڑی تھی۔

ابوسفیان اپنی طویل زندگی یاد کر رہے تھے۔ جو اسلام سے لڑتے ہوئے گذری تھی۔ وہ پہلے جس مقام پہ کھڑے تھے اسے بھی ذہن میں پلٹ رہے تھے کہ وہ کس طرح لات کی تعظیم کرتے تھے اور اس کی قسم عُزّیٰ سے پہلے کھاتے تھے آج اسی لات کو مغیرہ کے ہاتھوں اسلام کی کدال سے توڑا جارہا ہے جس طرح عزیٰ کو خالد بن ولید کے ہاتھوں توڑا گیا۔

آج وہ لات کی حالت زار پہ ہنس رہے تھے انہیں اپنے آپ پہ بھی ہنسی آرہی تھی۔ وہ لات کو اور ان دنوں کو جن میں اس کی پوجا کی تھی انتہائی برا سمجھ رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ تمہارا برا ہو۔ تمہارا برا ہو۔

ابوسفیان کو خوشی تھی جو زیورات و جواہر تھے وہ ان کے اور مغیرہ کے حصہ میں آئے۔ اس کے بعد انہیں اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ملتا ہے کہ اپنے دونوں بھانجوں۔ ابو ملیح بن عروہ اور قارب بن اسود کا قرض ادا کردو۔ پیغام رساں کہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ عروہ اور اسود کی طرف سے قرض ادا کردیں ابوسفیان نے یہ قرض ادا کردیا۔[1]

اس طرح مال نے اس عداوت کو پگھلا کر رکھ دیا جو محمد رسول اللہ اور

---

[1] مختصر السیرۃ ص ۳۲۵

ان کے مجاہد صحابہ کو گردش میں پھنسانے پر ابھارتی رہتی تھی۔

ابوسفیان کو محسوس ہو رہا تھا کہ لوگ اب بھی ان سے انقباض محسوس کرتے اور دور بھاگتے ہیں کیونکہ لوگوں کو ابھی اللہ اور اس کے رسول کے خلاف ابوسفیان کی طویل جنگ بھولی نہ تھی وہ ایک روز بیٹھے اس کڑوی صورت حال پر غور کر رہے تھے جو ان کے گلہ کا اچھو بنی ہوئی تھی۔ اور اپنے ان سیاہ اور تاریک دنوں کو سوچ رہے تھے جن کی جڑ اسلام نے کاٹ دی تھی لیکن وہ لوگوں کے ذہن سے محو نہ ہوئے تھے۔ وہ کوئی ایسے حل پر غور کر رہے تھے جو لوگوں کے ذہن سے اس تاریک صفحہ کو محو کر دے۔ لیکن یہ سوچتے ہوئے ان پر دنیا تنگ ہو رہی تھی۔ آخر گہرے غور و فکر اور شدید ذہنی کاوش کے بعد انہیں حل سمجھ میں آگیا اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے مرحبا کہتے ہوئے ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب بٹھایا۔

ابوسفیان نے کہا: یا نبی اللہ! میں تین چیزیں آپ کی خدمت میں دینا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: ہاں

ابوسفیان نے کہا: میرے پاس عرب کی سب سے جمیل عورت عزہ بنت ابوسفیان ہے۔ میں اسے آپ کے عقد میں دینا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: یہ میرے لئے حلال نہیں۔[۱]

---

[۱] مسلم کی روایت میں عزہ نہیں بلکہ ام حبیبہ کی پیشکش کا ذکر ہے لیکن راویوں کا

AsliAhleSunnet.com

ابوسفیان نے کہا: آپ معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

ابوسفیان نے کہا: مجھے سالار لشکر بنا دیں۔ میں جس طرح مسلمانوں سے لڑتا تھا کافروں سے لڑوں گا:

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔[1]

بقیہ حاشیہ ۶۵ کا

اجماع ہے کہ اس حدیث کے راوی عکرمہ بن عمار کو وہم ہوا ہے۔ کیونکہ حضور سے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نجاشی نے خود آپ کے حسب الحکم فتح خیبر سے پہلے کر دیا تھا اور اسی وقت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھیں ان کا باپ ابوسفیان جب حالت شرک میں صلح حدیبیہ کی تجدید اور مدت میں اضافہ کے لئے آیا تھا تو آپ کے پاس اترا تھا۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بچھونا لپیٹ دیا تھا۔ ابن کثیر نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے کہ ابوسفیان نے ان کی بہن کی پیشکش کی تھی۔ اور رسول اللہ نے اس سبب سے معذرت کی تھی کہ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ یہی رائے درست ہے۔

[1] یہ مسلم کی روایت ہے۔ ابوزمیل کہتے ہیں کہ اگر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چیز طلب نہ کی ہوتی تو آپ نہ دیتے۔ لیکن جب آپ سے کسی چیز کا سوال کر دیا جاتا تو آپ "ہاں" کہتے تھے۔

میں کہتا ہوں۔ یہ ابوزمیل ایک راوی ہے۔ اس کا نام سماک بن ولید ہے، ہمیں اس کی یہ بات (کہ اگر وہ طلب نہ کرتے تو حضور نہ دیتے، لیکن طلب کر دینے پر حضور ہاں کہتے تھے) یہ بات علی الاطلاق تسلیم نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

AsliAhleSunnet.com

ابوسفیان کی باچھیں کھل گئیں، ان کا قلب و جگر مسرت سے بریز ہو گیا، وہ خوشخبری کے لئے معاویہ کے پاس پہنچے اور معاویہ کو اس اعزاز پر بے پناہ مسرت ہوئی کہ وہ بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہو گئے ہیں۔

بقیہ حاشیہ ۶۶ کا

اس شخص کو امارت (سرداری و سربراہی) نہ دیتے تھے جو اس کا طالب ہوتا تھا۔ بخاری میں ہے دو اشعری آدمیوں نے آپ سے امارت طلب کی تو آپ نے ان سے کہا: ہم اپنے کارہائے حکومت پر ایسے آدمی کو نہیں لگاتے جو اسے چاہتا ہو۔ لیکن یہاں ابوسفیان نے طلب کیا تب بھی انہیں دیدیا تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کا مزید اکرام ہے۔ اور اسے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل میں شمار کیا جائے گا۔

AsliAhleSunnet.com

معاویہ درسگاہ نبوت میں

معاویہ نے مدینہ میں کیا۔ یہ نہایت خوش بختی کے اوقات تھے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے۔ اور تازہ بتازہ وحی جیسے جبریل سے سنتے لکھوا دیتے۔ معاویہ کا سینہ نور سے روشن اور ان کا دل یقین سے معمور ہو رہا تھا۔ ان کا سب سے محبوب کام یہ تھا کہ اپنا وقت اپنی بہن ام حبیبہ کے پاس گذاریں۔ اس طرح معاویہ ان دنوں گھرانۂ نبوت ہی میں تھے۔ کیونکہ ام حبیبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ تھیں۔ وہ حریص تھے کہ مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھیں۔ اور چشمۂ نبوت سے فیضیاب ہوں جی بھر کر پئیں اور سیرابی سے شادکام ہو کر واپس پلٹیں۔

انہیں ایک ہی دھن تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم و حکمت حاصل کریں۔ کیونکہ بہت خیر ان سے فوت ہو چکا تھا۔ اب ان کا یہ حال تھا کہ جب بھی تشریف لاتے قلم ساتھ ہوتا۔ منتظر رہتے کہ پکارنے والا انہیں آواز دے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھیں۔

ایک روز جب انہیں معلوم تھا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہن ام حبیبہ کے پاس تشریف لائیں گے۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت ام حبیبہ کا حجرہ دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ معاویہ اپنی بہن کے پاس جانے کے لئے اجازت طلب کر رہے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

اس دن معاویہ نے آکر دروازہ پر دستک دی۔ لیکن اس اندیشہ سے ان کا دل دھڑک رہا تھا کہ شاید اجازت نہ ملے اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! دیکھو، کون ہے؟

کہا گیا! معاویہ ہیں۔

فرمایا! اجازت دیدو۔

معاویہ کان پر قلم رکھے ہوئے اندر آئے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا۔

معاویہ! یہ تمہارے کان پر قلم کیسا ہے؟

انہوں نے کہا! یہ وہ قلم ہے جسے میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے تیار کیا ہے۔

آپ نے کہا! اللہ تمہارے نبی کی طرف سے تم کو بہتر جزا دے۔ بخدا، میں نے تمہیں کاتب نہیں بنایا ہے مگر وحی الٰہی کی بنیاد پر۔

(ام حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنے بھائی کی تعریف سن رہی تھیں۔ اور خوشی سے پھولے نہیں سمارہی تھیں۔ انہوں نے پھر کان لگایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔)

"میں چھوٹا بڑا کوئی بھی کام نہیں کرتا مگر وحی الٰہی کی بنیاد پر"

آپ نے مزید فرمایا! اگر اللہ تمہیں کوئی خلعت پہنائے تو تم کیسے رہو گے؟

یہ بات جونہی ام حبیبہ کے کان سے ٹکرائی۔ انہوں نے جھٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

یا رسول اللہ! اللہ اسے کوئی خلعت پہنانے والا ہے؟

ـــ ہاں ـــ لیکن اس میں کچھ پیچیدگیاں ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

یارسول اللہ آپ اس کے لئے دعا کردیجئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے حق میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیئے۔

— اے اللہ! اسے راہ راست کی ہدایت دے اور تباہی سے بچا، اور دنیا و آخرت میں اسے بخش دے۔

معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا سن کر نکلے تو انہیں ایسا محسوس ہوا کہ انہیں ساری دنیا کی بادشاہت مل گئی ہے[۵]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی معاویہ کو بلاتے تھے وہ ہر ممکن تیزی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ صرف ایک بار اس کے خلاف ہوا جسے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

"میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے کہا آپ میرے ہی پاس تشریف لا رہے ہیں۔ میں دروازے پر چھپ گیا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے میری گردن پر ایک یا دو تھاپ لگائی پھر فرمایا جاؤ۔ معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔

میں گیا اور انہیں بلایا۔ کہا گیا کہ کھانا کھا رہے ہیں۔

میں رسول اللہ کے پاس آیا۔ اور بولا۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔

آپ نے کہا جاؤ انہیں بلا لاؤ۔

---

۵ اسے طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اس کے رواۃ ثقہ ہیں اور وہ یہ ہیں احمد بن محمد الصیدلانی بواسطہ سری بواسطہ عاصم بواسطہ عبداللہ بن یحیی بواسطہ ہشام بن عروہ بواسطہ عروہ۔

AsliAhleSunnet.com

میں دوبارہ گیا۔ پھر کہا گیا: وہ کھا رہے ہیں۔

میں نے آپ کو خبر دی۔ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا: اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔[1]

معاویہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا تھا اور وہ حاضر نہ ہوئے تو انہیں شدید قلق ہوا۔ غالباً ان کے گھر والوں نے انہیں اس کی اطلاع نہیں دی تھی۔

انہیں سب سے بڑا اندیشہ یہی تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں آپ سے ناراض تو نہیں ہو گئے؟ اور آپ کا دل پھر تو نہیں گیا؟ اب وہ چاہتے تھے کہ آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ وہ آپ کا روئے مبارک دیکھتے رہتے تھے کہ آپ کسی بات پر انہیں عتاب تو نہیں کرتے؟ انہیں رات دن چین نہ آرہا تھا۔ وہ اپنی بہن ام حبیبہ کو وصیت کرتے تھے کہ ان کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کریں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ آپ کے دل میں کوئی بات ہے یا نہیں؟ یہاں

---

[1] یہ حدیث مسلم نے ابن عباس سے روایت کی ہے ——— میں کہتا ہوں کہ مسلم نے حدیث لا اشبع اللہ بطنہ کے بعد ایک اور حدیث روایت کی ہے جو بخاری اور دیگر کتب حدیث میں بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں بشر ہوں۔ کسی بندے کو سخت سست کہہ دوں یا اسے مار دوں یا اس پر بددعا کردوں اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو اسے کفارہ اور قیامت کے دن قربت کا ذریعہ بنادے۔ اس طرح امام مسلم نے پہلی حدیث اور اس حدیث کو جوڑ کر حضرت معاویہ کے لئے فضیلت ثابت کی ہے۔ یہ ان کا عظیم فقہ ہے علماء نے بھی ان کا یہ استدلال درست مانا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

تک کہ ایک رات انہیں خوشخبری مل گئی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی ہے۔

اور یہ اس وقت کی بات ہے جب عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سحر کے وقت مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! بابرکت کھانے پہ آؤ۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم دے۔ اور انہیں عذاب سے بچا۔[1]

* * *

حضور نے معاویہ سے جو بات پہلے کہی تھی کہ "اگر اللہ تمہیں کوئی خلعت پہنائے تو تم کیسے رہو گے" یہ بات معاویہ کے دل میں پیوست تھی۔ وہ اپنے آپ سے پوچھتے رہتے تھے۔ "کیا کسی دن وہ مسلمانوں کی حکومت کے والی ہوں گے؟"

یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ ابھی وہ ایک اناڑی نوجوان ہیں۔ اور جہاد اور تفقہ فی الدین میں پیش قدمی کرنے والے ان سے سبقت لے جا چکے ہیں۔

پھر وہ اس خیال کو اپنے سر سے جھٹک دیا کرتے۔ جی میں سوچتے۔ کیا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات نہیں کہی ہے؟ اور ظاہر ہے کہ نبی تو

---

[1] مسند احمد عن عرباض بن ساریہ۔ اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

بہرحال حق ہی کہتے ہیں۔ اس لئے اس سے کیوں بحث کریں کہ یہ چیز کیوں کر ہوگی ؟ لیکن وہ مشکلات کیا ہیں جن کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا انہیں جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اپنی نگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ڈالسکیں۔ پھر یہ جرأت کیسے ہوسکتی تھی کہ آپ سے ان پیچیدگیوں کے بارے میں سوال کریں۔

یہ بات ممکن تو اسی وقت ہے جب آپ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) تنہا ہوں، لیکن کیا اس وقت بھی آپ سے بات چھیڑنے کی جاسکتی ہے ؟ آخر ایک دن موقعہ آہی گیا۔

ہوا یہ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے ——— اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لوٹا اٹھایا کرتے تھے ——— معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرانے کے لئے جھٹ لوٹا اٹھایا ان کا دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دبدبے سے دھڑک رہا تھا۔

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پانی انڈیل رہے تھے۔ اور سینہ وقلب میں خیالات کی گردش ہورہی تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا پوچھیں !۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کی طرف بغور دیکھا. معاویہ نے شرم وہیبت سے نگاہیں نیچی کرلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے دوبارہ معاویہ کو دیکھا اور فرمایا۔

معاویہ ! اگر تمہیں حکومت کا کوئی کام سونپا جائے تو اللہ سے ڈرنا

AsliAhleSunnet.com

اور عدل کرنا[1]

یہ سن کر معاویہ خوشی سے سرشار ہو گئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پانی انڈیلتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک بار پھر دیکھا اور فرمایا! سنو! تم میرے بعد جلد ہی میری امت کے کام کے والی ہو گے جب ایسا ہو تو تم ان کے نیکو کاروں سے قبول کرنا۔ اور غلط کاروں سے درگذر کرنا[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صریح بات سن کر معاویہ کو یقین ہو گیا کہ انہیں مسلمانوں کی حکمرانی کی آزمائش میں پڑنا ہو گا۔

لیکن حضور کی یہ بات نہ بھولی تھی کہ اس میں پیچیدگیاں ہوں گی۔

کیوں نہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی دعا حاصل کرنے کے لئے تعرض کریں جس سے پیچیدگیاں جاتی رہیں۔ اور ان کے نفس کو راحت مل جائے۔

معاویہ نے اس دعا کا انتظار کیا۔ اور وہ بعد میں حاصل ہو گئی۔ ایک روز آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ کی موجودگی میں معاویہ کو کہا۔ اے اللہ! تو اسے ہدایت پانے اور ہدایت دینے والا بنا۔ اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے[3]

---

[1] اسے ابن کثیر نے، لمسند ابی یعلیٰ، ابن ابی دنیا اور ابن منده کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور احمد نے روح عن عمرو بن یحییٰ عن جده کی سند سے روایت کیا ہے۔

[2] ابن کثیر عن غالب لقطان عن الحسن بیہقی کے الفاظ یہ ہیں اذا ملکت فاحسن جب تم حکمران ہونا تو اچھائی کرنا۔

[3] ترمذی۔

AsliAhleSunnet.com

اب معاویہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے علم سیکھنے اور آپ کے طور وطریق سے استفادہ کرنے پر پوری توجہ مرکوز کردی۔ ان کے علمی شغف میں اس خوشگوار کلمہ کو سن کر مزید اضافہ ہوا جو رسول اللہ نے طلب علم اور تفقہ فی الدین کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ معاویہ نے آپ سے ایک روز سنا تھا آپ فرما رہے تھے

جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ رکھتا ہے اسے دین میں تفقہ دیدیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں۔ دینا اللہ عزوجل ہے۔

اور یہ امت اللہ کے دین پر برابر قائم رہے گی۔ ان کی مخالفت کرنے والے ان کو ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے[۱]۔

معاویہ کو دنیا اتنی حاصل ہو چکی تھی کہ اب وہ ان کے لئے کافی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال غنیمت سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی مرحمت فرمادی تھی۔

اب ان کا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور آپ سے استفادہ کی خوب کوشش کریں۔ ان کے دل میں یہ خیال پیوست تھا کہ اپنی جاہلیت کی پستیوں سے چھٹکارا پاجائیں۔ وہ جاہلیت میں شراب پیتے تھے۔ ریشم پہنتے تھے۔ اور جاہلی مراسم سے دلی لگاؤ رکھتے تھے۔ لیکن اب ان سب کو نکال پھینکنا چاہتے تھے۔ ہر بات جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے۔ کان لگا کر سنتے اور جامۂ عمل پہناتے۔

---

[۱] بخاری۔

AsliAhleSunnet.com

شراب کی حرمت انہیں کتاب اللہ ہی سے معلوم ہو چکی تھی۔ لیکن اس بارے میں آپ نے ایک بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی سنی جس نے ان کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ وہ بات یہ تھی۔

"ہر نشہ آور چیز ہر مومن پہ حرام ہے"[۱]

لہٰذا اب رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ایسی چیز سے پرہیز کریں۔ جو نشہ آور ہو، یا جس میں نشہ کا شبہہ ہو۔

ان کے ذہن میں لباس کے متعلق ایک سوال اٹھا۔ کیونکہ بیشتر مسلمان حتیٰ کہ جو لوگ مالدار تھے وہ بھی ناز و نعمت سے دور تھے وہ اپنے آپ سے پوچھتے کہ آیا یہ دنیا کی نعمتوں سے بے رغبتی کا نتیجہ ہے! یا یہ حرام ہے۔ اس لئے لوگ اس سے بچ رہے ہیں۔ وہ اس میدان میں حلال و حرام کو جاننا چاہتے تھے

ایک روز انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ ریشم کا کپڑا پہننے اور سونے کی انگوٹھی لگانے سے منع کر رہے تھے انہیں حکم شرعی معلوم ہو گیا۔ لیکن انہوں نے ایک روز اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا!

تم لوگ ریشم اور چیتے کی کھال کی سواری نہ کرو[۲] (یعنی سواری کی پیٹھ پر اسے بچھا کر نہ بیٹھا کرو)

انہیں معلوم ہو گیا کہ اس معاملہ کا دائرہ ان کی توقع سے زیادہ پھیلا

۱؎ ابن ماجہ۔ عن معاویہ۔ حدیث نمبر ۳۳۸۹

۲؎ سنن ابی داؤد۔ عن معاویہ ج ۲ ص ۳۸۸ باب جلود النمور والسباع

AsliAhleSunnet.com

ہوا ہے۔ ممانعت صرف لباس پر منحصر نہیں ہے بلکہ دوسرے استعمالات
اور فخر و مباہات کو بھی شامل ہے۔ چاہے وہ جسم پر استعمال ہو یا زین پر
یا گھر میں (بچھانے کے لئے) اس طرح معاویہ کو لباس کے بارے میں اللہ کا حکم
معلوم ہو گیا۔ اور اس دائرہ میں بھی انہوں نے حلال و حرام کی حد جان لی۔

ایک روز معاویہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ خود ستائی کی مذمت
کر رہے تھے۔ انہیں یہ سن کر اضطراب ہوا کیونکہ وہ اپنی مدح و تعریف پسند کرتے
تھے۔ انہیں یہ بھی پسند تھا کہ جو لوگ تعریف کے مستحق ہیں ان کی تعریف کی جائے
جی ہاں! ان کے کان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گونجا!

"اپنی تعریف کرنے، کرانے سے بچو۔"

اور اس تحذیر کے پیچھے ہی آپ کا یہ ارشاد تھا۔ "کیونکہ یہ ذبح ہے"[۵]۔
معاویہ تنہائی میں دیر تک اس نہی کی حکمت سوچتے رہے۔ کافی دیر کے
بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس نہی کا تعلق جھوٹی تعریف اور ایسی خوشامد سے
ہے جو دل میں نفاق لگاتی ہے اور مال کے لالچ اور مجد کی رغبت میں باطل
اور اہل باطل کی مدح سرائی سے ہے کیونکہ آپ کو اپنے رفقاء سے معلوم ہوا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

"مدح سرائی کرنے والوں کے منہ پر مٹی جھونک دو۔"

اور یہ وہی لوگ ہیں جو امراء، بادشاہوں اور قبائلی سرداروں کے
دریوزہ گر بن کر ان کی ہر طرح کی جھوٹی سچی تعریف کرتے ہیں تاکہ ان کے مال و

---

[۵] ابن ماجہ۔ عن معاویہ ص ۱۲۳۲ حدیث ۳۷۴۳ یہ حدیث حسن ہے۔

AsliAhleSunnet.com

دولت تک رسائی حاصل کر سکیں۔

لیکن اسی طرح انہیں اللہ جلّ شانہٗ کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انسان کی حقیقی قیمت لوگوں کی وہ رائے نہیں ہے جو اس کے بارے میں قائم کی گئی ہو۔ بلکہ وہ درجہ و مقام ہے جو اسے اپنے رب کے پاس حاصل ہو۔ اور یہ علم اس وقت حاصل ہوا جب انہوں نے اللہ کے اس ارشاد کی تلاوت کی کہ " فلا تزکوا انفسکم۔ ھو اعلم بمن اتقی۔۔۔۔ اپنی پاکی بیان نہ کرو۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے جو راستباز ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدح و ستائش کے بارے میں اسلامی ادب بھی سیکھا اور اس کی صورت یہ ہے کہ جس کی تعریف کرنا چاہیں اس کے بارے میں یوں کہیں کہ " میں اسے ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ کو اس کی حقیقت معلوم ہے۔ اور میں اللہ پر کسی کا تزکیہ نہیں کرتا۔

انہوں نے (مدح و ستائش کو) ذبح کیے جانے کا مطلب بھی سمجھا کہ اس سے ممدوح کے نفس میں جان لیوا خود فریبی پیدا ہوتی ہے جو ذبح کے انتہائی مشابہ ہے۔ کیونکہ آپ نے اسی جیسا مفہوم اپنے بعض رفقاء سے سنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کر رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے اپنے ساتھی کی مدح سرائی کی تو آپ نے اس سے کہا۔ " تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ لی۔"

معاویہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کا نفس دن بدن پاک ہو رہا ہے اور ساعت بہ ساعت مُصَفّٰی ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ صہبائے محبت سے شاد کام ہو رہے تھے۔ اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے نہایت

AsliAhleSunnet.com

باریکی کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ بلکہ اپنے رفقاء کو بھی اس کی تبلیغ کرتے تھے تاکہ وہ بھی اس پر عمل پیرا ہوں۔

ایک وقت تھا کہ جب لوگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے تو وہ اسے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ لیکن اب جوں ہی ان کا کوئی ماننے والا کھڑا ہوتا اسے بیٹھ جانے کا حکم دیتے۔ لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی۔ آپ سے پوچھا کہنے لگے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے فرما رہے تھے۔ جسے اس بات پر مسرت ہوتی ہو کہ لوگ اس کے حضور کھڑے رہیں۔ اسے جہنم میں اپنا ٹھکانا بنا لینا چاہیئے۔[1]

معاویہ سلبیات سے ایجابیات کی طرف منتقل ہوئے وہ رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اس حکم کی تنفیذ کے خواہاں تھے کہ میں تمہیں جس بات سے روکوں اس سے رک جاؤ۔ اور جس کا حکم دوں اسے جہاں تک ہو سکے بجا لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ہر اس بات سے پرہیز کیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ انہوں نے اپنے آپ کو جاہلیت کے آثار سے صاف ستھرا کیا۔ اور اب وہ اس رخ پر قدم بڑھا رہے تھے کہ عمل صالح کے ذریعہ اپنے نفس کا تزکیہ کریں۔ ان کی آرزو تھی کہ عمل کی بنیاد پاک صاف ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک و صاف چیز ہی کو قبول کرتا ہے خصوصاً جبکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سن رکھا تھا۔

---

[1] سنن ترمذی۔ عن معاویۃ بن سفیان۔ باب کراھیۃ القیام ص ۲۹۰
یہ حدیث حسن ہے۔

AsliAhleSunnet.com

"اعمال تو برتن کی طرح ہیں۔ جب اس کا نچلا حصہ نفیس ہو گا تو اوپر والا بھی نفیس ہو گا۔ اور جب نیچے والا فاسد ہو گا تو اوپر والا بھی فاسد ہو گا۔[1]

چنانچہ ایک روز معاویہ مسجد میں تشریف لائے۔ اور خوش و پر سکون نفس کے ساتھ اپنے رفقاء کے ہمراہ بیٹھ کر اللہ عزوجل کو یاد کرنے لگے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر رونق افروز ہوئے۔ فرمایا! تم لوگ کیوں بیٹھے ہو؟۔ وہ لوگ بولے! ہم بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور احسان کیا۔ آپ نے فرمایا: واللہ تم لوگ اس کے سوا کسی اور سبب سے نہیں بیٹھے ہو؟

انہوں نے کہا۔ واللہ ہم لوگ اس کے علاوہ کسی اور سبب سے نہیں بیٹھے ہیں۔

آپ نے فرمایا! سنو! میں نے تم لوگوں سے اس لئے قسم نہیں لی تھی کہ تم لوگ مشکوک ہو۔ بلکہ میرے پاس جبرئیل آئے اور بتایا کہ اللہ اپنے فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے۔[2]

معاویہ نے شمارہ کے مسائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات یاد کر رکھی تھی کہ: "تم لوگ مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ میں نہ جاؤ میں رکوع میں جاتے ہوئے تم سے جتنی سبقت کروں گا۔ جب سر اٹھاؤں گا تو تم اتنا پا جاؤ گے۔ اور سجدہ کرتے ہوئے تم سے جتنی سبقت کروں گا سر اٹھانے پر

[1] ایضاً ایضاً ابواب الدعوات۔ یہ حدیث بھی حسن ہے۔

[2] ایضاً ایضاً

AsliAhleSunnet.com

تم اتنا پاؤ گے۔ اب میرا جسم بوجھل ہو چکا ہے۔

اور موذنین کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد یاد رکھا!

قیامت کے روز موذنین سب سے لمبی گردن والے ہوں گے۔

اور بھی بہت سی احادیث یاد رکھیں۔ لیکن تین احادیث کا معاویہ کے نفس پر نہایت گہرا اثر تھا۔ اور یہ اثر ان کی زندگی کے تمام ادوار میں واضح رہا۔

پہلی حدیث: اس جماعت سے متعلق جو حق پر غالب رہے گی۔ اس کی مخالفت کرنے والے اسے ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے۔

دوسری حدیث: «یاد رکھو! تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ بہتر ملتوں میں تقسیم ہو گئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ بہتر جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں۔ اور یہی جماعت ہے۔ (عمرو بن یحییٰ نے اتنا مزید اضافہ کیا ہے کہ) میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گی جن کے اندر یہ خواہشات اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح کتے کے کاٹنے کا زہر آدمی میں سرایت کرتا ہے۔ اس کی کوئی رگ و پے باقی نہیں رہتی مگر اس میں گھس جاتا ہے۔

تیسری حدیث! ہجرت بند نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ توبہ بند ہو جائے اور توبہ بند نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو انتہائی حرص تھی کہ وہ اسی حق پر قائم رہنے والے طائفہ سے ہوں اسی طرح انہیں اس کی بھی حرص تھی کہ فرقۂ ناجیہ سے

AsliAhleSunnet.com

ہوں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فرقۂ ناجیہ وہی فرقہ ہے جو حق پر ثابت قدم ہو اللہ کے حکم کے ساتھ قائم ہو اور اس بات کو وہ اپنی سعادت سمجھتے تھے کہ اس طائفہ کے امیر ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی تھی کہ وہ حکمراں ہوں گے۔ اور اللہ انہیں ایک خلعت پہنائے گا۔

لیکن اس کا حصول جہاد ہی کی راہ سے ممکن تھا۔ کہ اللہ کی سرزمین پر پیش قدمی کرتے چلے جائیں۔ اپنے قدموں کو اللہ کی راہ میں غبار آلود کریں۔ ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف ہجرت کریں۔ اور ایک معرکے سے دوسرے معرکہ میں منتقل ہوں۔

اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جوں ہی اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور معاویہ جتنا کچھ آپ کے علم سے فیضاب ہو چکے تھے مجاہدین کے زمرے میں میں صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

انہوں نے اپنی طبیعت کو اس بات پر اچھی طرح مطمئن کر دیا تھا کہ دعوت اسلامی کے معاندین اہل مکہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ان کی زندگی کا جو پچھلا دور گذر چکا ہے اسے لپیٹ کر رکھ دیں۔ اور بے پروا کئے بغیر جہاد کے خطرات میں کود پڑیں کہ اس کے نتیجے میں کن کن مشکلات اور آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور قربانیاں دینی پڑیں گی۔

ان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ "دنیا میں محض فتنے اور آزمائشیں باقی رہ گئیں ہیں۔"

* * *

AsliAhleSunnet.com

اللہ کی راہ کے سپہ سالار

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے دستوں نے جہاد کی طرف جانا شروع کیا۔ مکہ کے جوان پر یہ لازم تھا کہ آگے بڑھ کر اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ کیونکہ اللہ کی راہ سے روکنے کا جو کام اس نے کیا تھا وہ بہت تھا۔ اب ضروری تھا کہ اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرے۔ اور شرک سے اسی طرح معرکہ آرائی کرے جیسے اسلام سے کی تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ ایک مدت دراز سے مکہ کی ساری کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن اب وہ بوڑھے عمر رسیدہ ہو چکے تھے اس لئے طبعی طور پر نگاہیں ان کے بیٹے یزید کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ جن سالاروں کو بڑے خطر فتوحات کی مہمیں سونپی جارہی ہیں ان میں سے ایک یزید بھی ہوں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو ملک شام کے دارالحکومت دمشق کی فتح کے لئے منتخب کیا۔ جمہور عوام یزید کے ہمراہ تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں رخصت کرنے کے لئے پیدل چلتے ہوئے مدینہ سے باہر تک تشریف لے گئے۔ حالانکہ یزید سوار تھے۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا! یا تو آپ سوار ہو جائیں یا میں اتر جاؤں۔

خلیفہ نے جواب دیا۔ نہ میں سوار ہوں گا نہ تم اتر سکتے ہو۔ میں اپنے ان قدموں کو فی سبیل اللہ اور کار ثواب سمجھ رہا ہوں خلیفہ یہ نہیں بھولے

AsliAhleSunnet.com

کہ ان کی مشایعت اپنی مشہور تاریخی وصیت کے ساتھ کریں جو یہ تھی۔

اے یزید! تم جوان ہو۔ خیر کے ساتھ ذکر کیئے جاتے ہو۔ تم سے دیکھا جا چکا ہے۔ اور یہ کسی ایسی چیز کی وجہ سے ہے جو تم نے تنہائی میں اپنے دل کے اندر سوچی ہے۔ اب میں تمہیں آزمانا چاہتا ہوں۔ اور تمہارے اہل وعیال سے باہر بھیج رہا ہوں۔ غور کر لو کہ تم کیسے رہو گے؟ اور تمہاری ولایت کیسی رہے گی۔ اگر تم نے اچھا کام کیا تو تمہیں اور بڑھاؤں گا۔ اور اگر برا کیا تو معزول کردوں گا۔[1]

اور تم اللہ کے تقویٰ کا التزام کرنا۔ کیونکہ جس طرح تمہارا ظاہر دیکھا جاتا ہے تمہارا باطن بھی دیکھا جائے گا۔ جاہلیت کی نخوت سے پرہیز کرنا کیونکہ اللہ اس نخوت کو مبغوض اور صاحب نخوت کو مبغوض رکھتا ہے۔ اور جب اپنے لشکر پر آنا تو ان سے اچھی مصاحبت رکھنا۔ ان کے ساتھ خود بھلائی کا آغاز کرنا اور اس کا وعدہ کرنا۔ اور جب تم پر تمہارے دشمن کے قاصد آئیں۔ تو ان کی عزت کرنا۔ اور انہیں تھوڑی دیر ٹھہرانا تاکہ وہ تمہارے لشکر سے ناواقف رہتے ہوئے نکل جائیں۔ اپنے آدمیوں کو ان سے گفتگو کرنے سے روکنا۔ اور بات چیت کا کام خود انجام دینا۔ رات میں اپنے ساتھیوں کے درمیان باتیں کرنا۔ تمہیں خبریں ملیں گی۔ پہرہ دینے والوں کی تعداد زیادہ رکھنا اور انہیں لشکر میں جابجا متعین کر دینا۔ تمہیں ایسی قومیں بھی ملیں گی جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں محدود کر رکھا ہے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔[2]

---

[1] حیاۃ الصحابہ شائع کردہ دار القلم ج ۲ صـ ۲۶۷۔
[2] کامل ابن اثیر۔

AsliAhleSunnet.com

ابوسفیان کو اس میں کوئی سبکی محسوس نہ ہوئی کہ غازیوں کے اس لشکر کے ساتھ روانہ ہوں۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ جب علَم ان کے صاحبزادے یزید نے اٹھا رکھا ہے۔ تو گویا انہیں کے ہاتھ میں ہے انہوں نے حضرت صدیق کے اس حسن سلوک کا شکریہ ادا کیا۔ ان کے لئے دعائے خیر کی اور کہا کہ ان کی صلہ رحمی ہو۔

انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح سر سے پاؤں تک پیمانے بدل گئے۔ حضرت صدیق — جن کے متعلق ابوسفیان نے آغاز میں کہا تھا کہ وہ قریش کے سب سے کمزور اور چھوٹے قبیلے کے آدمی ہیں — آج حکومت اسلامی میں انہیں کی آواز سب سے اونچی تھی۔ اور قریش کے اکابر، ابوسفیان کے بیٹے یزید کے جھنڈے تلے سپاہی کی حیثیت سے جا رہے تھے۔ رفتہ رفتہ خطرہ قریب ہوتا جا رہا تھا۔ اور مسلمان ہر روز دشمن کے فوجی دستوں کا سامنا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ فیصلہ کن ٹکراؤ کا وقت آ گیا جن کی حکمت عملی کی تعیین کے لئے بڑے بڑے کمانڈر؛ یزید، شرحبیل، عمرو، خالد، اور ابوعبیدہ جمع ہوئے ابوسفیان کو اس کی اطلاع ملی — اور حالت یہ تھی کہ ان کے دل میں ماضی قریب کی یاد کروٹیں لے رہی تھی جب ان کے بغیر نہ کوئی رائے طے پاتی تھی اور نہ کوئی مشورہ قطعی ہوتا تھا — انہوں نے اپنے دل کی دھڑکنیں ان افکار کے حوالے کیں اور کمانڈروں سے ملاقات کے لئے چل پڑے۔ تاکہ مسلمان اور رومیوں کے درمیان پیش آنے والے تند و تیز معرکے کی منصوبہ بندی کی جائے۔

یزید نے گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا۔ عمرو اور خالد نے بھی یہی کیا۔

AsliAhleSunnet.com

۔ یہ لوگ پچھلی جنگوں میں اس کے رفیق رہ چکے تھے۔ یہاں ابوسفیان نے یہ رائے پیش کی کہ لشکر تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ یہاں سے روانہ ہو کر سیدھے رومیوں کے سامنے ڈیرا ڈال دے۔ دوسرا حصہ بھاری بھرکم سامان اور عورتوں بچوں کو لے کر روانہ ہو۔ اور تیسرا حصہ خالد کی کمان میں پیچھے رہے۔

ٹکراؤ کا وقت قریب آگیا۔ رومی تعداد میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ جذبات کو حرکت دی جائے۔ اور صلاحیتیں جس آخری حد تک ممکن ہو بروئے کار لائی جائیں۔

کئی کمانڈروں نے تقریریں کیں۔ ابوسفیان جو اس قوم کے شیخ تھے ان کی تقریر بھی ضروری تھی انہوں نے اپنی دونوں آنکھوں کے سامنے اسلام کے جھنڈے تلے چالیس ہزار مسلمانوں کا لشکر موجود پاکر کہا!

مسلمانوں کی جماعت! تم لوگ عرب ہو لیکن گھر بار سے کٹ کر، امیر المؤمنین سے دور اور مسلمانوں کی امداد سے پرے ایک عجمی ملک میں آپڑے ہو۔ پھر تمہارا مقابلہ ایک ایسے دشمن سے ہے جس کی تعداد زیادہ اور جس کا جوشِ عداوت سخت ہے۔ تم نے ان کی جان، ان کے ملک اور ان کی عورتوں کے سلسلے میں انہیں سخت نقصان پہنچایا ہے۔ خدا کی قسم سچی ٹکر اور ناگوار مواقع پر ثابت قدمی کے سوا تمہیں کوئی چیز ان لوگوں سے بچا نہیں سکتی۔ اور کل کو خدا کی رضا تک پہنچا نہیں سکتی۔ یاد رکھو! کہ یہی سنت لازمہ ہے۔ تمہارے پرے زمین ہے۔ اور تمہارے درمیان اور امیر المؤمنین اور مسلمانوں کی جماعت کے درمیان ایسے ایسے ریگستان اور

AsliAhleSunnet.com

بیابان ہیں کہ وہاں اللہ کے وعدہ کی امید میں ثابت قدم رہنے کے سوا کسی کے لئے نہ کوئی پناہ گاہ ہے نہ جائے اعتماد۔ بس اللہ ہی بہترین بھروسہ کے لائق ہے اپنی تلواروں سے اپنا بچاؤ کرو۔ اور باہم ایک دوسرے کا تعاون کرو۔ یہی تمہارا قلعہ ہونا چاہیئے[1]

اس کے بعد عورتوں کے پاس گئے۔ انہیں وصیت کی۔ پھر پلٹے اور پکار کر کہا:

اے اہل اسلام! وہ چیز سامنے آگئی ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ آگے اللہ کے رسول اور جنت ہیں۔ پیچھے شیطان اور جہنم[2]

معاویہ بھی اس مسلمان لشکر کے ایک سپاہی تھے۔ پہلی بار روم سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے کمر کس رہے تھے۔ اور اپنے بھائی یزید کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار دیکھ کر اپنے نفس میں راحت محسوس کر رہے تھے۔

انہیں اس معرکہ میں عجیب گرم جوشی اور گہری بشاشت روی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس جنگ میں شجاعت اور دلیری سے مار دھاڑ کر رہے تھے۔ آج وہ جس عظیم مقصد کے لئے مر رہے تھے اس میں اور اپنے نفس کی گہرائیوں میں کامل ہم آہنگی محسوس ہو رہی تھی۔ آج اس ناگوار دورنگی کا احساس ختم ہو چکا تھا جو اس دن انہیں ستا رہی تھی جس دن انہیں اسلام کی سچائی کا یقین آگیا تھا۔ لیکن ماں باپ کے خوف سے اس کے اظہار کی جرأت نہ کر سکے تھے جس دن ان کی ماں ان کے باپ کے تعلق سے یہ دھمکی دے رہی تھیں کہ

---

[1] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۷، ص ۹

[2] ایضاً

AsliAhleSunnet.com

وہ ان کی روزی کاٹ دیں گے۔ اور جس دن ان کے باپ انہیں عار دلا رہے تھے کہ ان کا بھائی یزید اپنے باپ کے دین پر رہتے ہوئے ان سے بہتر ہے۔

وہ جس بات پر ایمان لا چکے تھے۔ اور جس راہ پر چلنے کے لئے مجبور تھے ان دونوں کے درمیان اس عرصہ میں کس قدر نفسیاتی قلق اور اندرونی کشمکش برداشت کر چکے تھے۔ لیکن آج وہ کتنے خوش قسمت تھے۔ آج ان کے باپ ان کی ماں اور ان کا بھائی سب اللہ کی راہ کے سپاہی تھے۔

سب سے زیادہ خوش کن ان کے والد کا خطبہ تھا۔ جو انہوں نے سنا تھا اس سے ثابت ہوتا تھا کہ جاہلیت کا اثر ان سے پورے طور پر جا چکا ہے۔ آج وہ جن معانی کے دروازے پر دستک دے رہے تھے اور جن قدروں کی وضاحت کر رہے تھے وہ خالص اسلامی تھیں۔ آج ان کی گفتگو امیر المؤمنین اور جماعت مسلمین کے تعلق سے تھیں۔ آج کی بات اس ہُبل کی طرف پلٹے بغیر ختم ہو گئی تھی جس کے نام کا اُحد کے دن نعرہ لگایا تھا۔ اور فتح مکہ کے دن چکنا چور کر دیا گیا تھا۔ آج ابوسفیان نے قریش اور اس کے معبودوں کی بات نہیں کی تھی۔ عُزیٰ کا ذکر نہیں کیا تھا جس پر اُحد کے دن فخر کرتے ہوئے مسلمانوں کو پکار کر کہا تھا: ”ہمارے پاس عزیٰ ہے۔ تمہارے پاس عزیٰ نہیں“ آج وہ اللہ کے دشمن رومیوں کے بالمقابل مسلمانوں کو ان کی عظیم ترین آرزو اللہ اور جنت کی نشان دہی کر رہے تھے اور ان کے خوفناک دشمن شیطان۔ اور جہنم ــــ سے ڈرا رہے تھے۔

ابوسفیان نے اتنے ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ جب جب ان کی سوچ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑی ہوئی جنگوں کا بادل منڈلاتا تو اسلام کے

AsliAhleSunnet.com

دامن میں ان کی پناہ گیری زیادہ سے زیادہ بڑھ جاتی۔ وہ چاہتے کہ شہید ہو کر اپنے رب کے حضور جا رہیں تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے چنانچہ وہ الگ الگ ہر ٹکڑی کے پاس جا کر تقریر کرتے نصیحت کرتے اور کہتے۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ تم لوگ عرب کے محافظ اور اسلام کے مددگار ہو۔ اور وہ لوگ روم کے محافظ اور شرک کے مددگار ہیں۔ یا اللہ یہ تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے یا اللہ! اپنی مدد اپنے بندوں پر نازل کر۔[1]

سخت اور بے رحم مار دھاڑ چل رہی تھی۔ ابوسفیان جنگ کی ہولناکی دیکھ کر بے قرار ہوتے جا رہے تھے وہ چاہتے تھے کہ مجاہدین کی ساری صلاحیتوں کو ٹھیک ٹھیک رخ پر لگا دیں۔ تاکہ وہ اپنی امکانی قوتوں کے جواہر دکھا سکیں کیونکہ جنگ کی خونریزی نے عمرو بن العاص کو دبنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ دبتے دبتے وہ عورتوں کی قیام گاہ تک جا پہنچے تھے۔ ادھر شرجیل بن حسنہ اور ان کے ساتھیوں نے میدان چھوڑ دیا تھا لیکن انہیں خالد کی ایک نصیحت پہنچی جس نے ان کے پورے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ انہوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا۔

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ، یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن۔ ومن اوفی بعھدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک

---

[1] البدایۃ والنہایہ لابن کثیر ج ۷ ص ۹۔

AsliAhleSunnet.com

ھو الفوز العظیم۔

اللہ نے اہل ایمان سے جنت کے بدلے ان کی جان اور ان کا مال خرید لیا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں۔ پس مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر یہ برحق وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں اور جو اللہ سے کئے ہوئے اپنے وعدہ کو پورا کرے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر خوش ہو جاؤ جو اللہ سے تم نے کی ہے اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

ابو سفیان کو یہ پسپائی خطرناک محسوس ہوئی۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں ان کا بیٹا یزید بھی پسپا نہ ہو جائے۔ تو عار اور نار (جہنم) دونوں سے دوچار ہونا پڑے۔ اس لئے ادھر کا رخ کیا لشکر کو چیرتے ہوئے ان کے قریب جا پہنچے اور انہیں نصیحت کرنے لگے۔

بیٹے! اللہ کا تقویٰ اور ثابت قدمی کا التزام کرو۔ اس وادی کا ہر مسلمان جنگ سے گھرا ہوا ہے۔ اس لئے سوچو کہ تمہارا اور تمہارے جیسے دوسرے ذمہ داروں کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟ یہ لوگ تو سب سے بڑھ کر حقدار ہیں کہ ثابت قدم اور خیر خواہ ہوں۔ اس لئے اے بیٹے! اللہ سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سے بڑھ کر کوئی شخص اجر کا خواہاں اور جنگ میں ثابت قدم رہنے والا ثابت ہو اور نہ تم سے بڑھ کر کوئی شخص دشمنان اسلام کے بالمقابل جرأت مند نظر آئے [1]

یزید اپنے والد کے بارے میں اس وقت سب سے خوش نصیب تھے۔

---

[1] البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۹۔

AsliAhleSunnet.com

جب وہ انہیں اللہ کو یاد دلا رہے تھے۔ چنانچہ اب وہ اپنے اعصاب پر قابو اور اپنی آنکھیں شاد کرتے ہوئے بولے میں انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

اور واقعی یزید اچھی طرح ثابت قدم رہے۔ اور اپنے والد کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوئے۔ انہوں نے قلب لشکر میں رہ کر بڑی زوردار جنگ کی۔

آوازیں خاموش ہو چکی تھیں۔ صرف نیزوں کے ٹکرانے اور زمین پہ جسموں کے گرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ پھر وہی ہوا جیسے سعید کے والد مسیب نے بیان کیا ہے۔ اجنگ یرموک میں آوازیں خاموش تھیں اچانک ہم نے ایک آواز سنی جس سے تقریباً پورا لشکر گونج اٹھا۔ آواز کہہ رہی تھی اے نصرت الٰہی قریب آجا۔ مسلمانوں کی جماعت! ثابت قدم رہو ثابت قدم رہو۔

مسیب کہتے ہیں۔ ہم نے دیکھا تو یہ اپنے بیٹے یزید کے جھنڈے تلے ابوسفیان بن حرب تھے[۱]

جانبازوں نے بڑی جانبازی دکھلائی۔ عکرمہ بن ابی جہل نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو آواز دی۔ کون ہے جو مجھ سے اقدام اور موت پر بیعت کریگا چار سو مسلمانوں نے ان سے اس بات پر بیعت کی انہوں نے پھر جانباز مسلمانوں کو آواز دی: کہ!

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر محاذ پر جنگ کی تھی پھیلا

---

[۱] ایضاً ص۱۴۔

AsliAhleSunnet.com

آج ان کو چھوڑ کر بھاگوں گا۔ کون مجھ سے موت پر بیعت کر رہا ہے! جانبازوں کا جتھہ ایک ایسا قلعہ ثابت ہوا جس کی چوکھٹ پر ردم کے سارے حملے دم توڑ کر ناکامی کے ساتھ پسپا ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اس کے بعد اپنے مسلسل حملے جاری رکھے اور اللہ نے فتح کا دروازہ کھول دیا۔

AsliAhleSunnet.com

حاکم دمشق یزید بن ابی سفیان رضؓ

عظیم المرتبت خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو الوداع کہتے وقت جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کو خیر باد کہا اس وقت خلیفہ موصوف نے ابوسفیان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ دمشق پر مسلمانوں کو فتح دے گا تو دمشق کی حکومت (گورنری) ان کے بیٹے یزید بن ابی سفیان کو ملے گی جس دن دمشق پر چاروں طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ تھا اس دن کے محاصرہ میں یزید اور ان کے معاون فوجی جابیہ کے باب صغیر (یعنی دمشق کی دیوار پناہ کے ایک خاص دروازہ) پر متعین تھے، چنانچہ دمشق فتح ہوا تو اس کی گورنری حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو ملی۔

گورنر دمشق بننے کے بعد حضرت یزید رضی اللہ عنہ آرام وراحت کی طرف مائل نہیں ہوئے کیونکہ ان کے آس پاس کی آبادی ابھی تک مذہب کفر پر قائم تھی وہاں ابھی اسلامی فتوحات کی رسائی نہیں ہوئی تھی لہٰذا حضرت یزیدؓ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو ایک فوجی مہم کے ساتھ شہر تدمر کو سر کرنے کے لئے روانہ کیا اور حضرت ابوالزہراء قشیری رضی اللہ عنہ کو بثنیہ و حوران کی طرف بھیجا اور وہاں کے باشندوں سے

AsliAhleSunnet.com

مصالحت کی[1] حوران وتدمر ہی پر معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ بقول ابو عبید قاسم بن سلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دمشق اور عام شامی شہروں کو بذریعہ صلح فتح کیا اور باقی شامی خطے اور علاقے حضرت یزید بن ابی سفیانؓ شرحبیل بن حسنہؓ اور ابو عبیدہؓ کے ہاتھوں فتح ہوئے۔[2]

شامی شہروں میں سے عظیم ترین شہر دمشق اور اس کے ماتحت آس پاس والے علاقوں کی حفاظت حضرت یزید کے ذمہ تھی دمشق ہی میں رومی حکام اور قائدین قیام کیا کرتے تھے جس دن رومیوں نے دمشق کو چھوڑا تھا اس دن انہوں نے تلخ ترین چبھن اور تکلیف محسوس کی تھی اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حمص کو فتح کرنے کے لئے جا چکے تھے رومی لشکر کا سالار "تو ذرا" مسلمانوں سے بری طرح اپنی شکست خوردگی پر غصہ و ندامت سے اپنی انگلیاں چبا رہا تھا اور بڑی گہری فکر میں مشغول تھا اس نے سوچا کہ دمشق کی حفاظت کرنے والے مسلم فوجی بہت کم رہ گئے ہیں (کیونکہ اکثر مسلم فوجی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت فتح حمص کی مہم پر جا چکے تھے) اس لئے بخیال خویش اس نے یہ سمجھا کہ اپنی شکست کا عار دھلنے کی صورت یہ ہے کہ دمشق پر حملہ کر کے دوبارہ قبضہ کر لیا جائے اور وہاں کے مسلم محافظین کا خاتمہ کر دیا جائے لیکن حضرت یزید بن ابی سفیان کی بیدار نگاہ و نظر اس قسم کے اچانک حملہ سے غافل نہیں رہ سکتی تھی اس لئے انہوں نے احتیاطاً کسی بھی اچانک حملے کے مقابلہ کی پوری

[1] البدایۃ والنہایہ لابن کثیر ج ۷، ص ۲۴۔ [2] ایضاً

AsliAhleSunnet.com

تیاری کرلی تھی اور اپنی طرف رومی سالار "توذرا" کی پیش قدمی سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو باخبر کر دیا تھا رومی لشکر کو ختم کرنے کا یہ سب سے زیادہ قیمتی موقع تھا چنانچہ رومیوں کے مقابلہ کے لئے حضرت یزید اپنے اسلامی لشکر کے ساتھ سامنے سے آئے اور پیچھے سے حضرت خالدؓ ان پر ٹوٹ پڑے اور معدودے چند لوگوں کے علاوہ کوئی بچ نہ سکا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومی سالار "توذرا" کو قتل کر ڈالا اور مسلمانوں کو رومیوں سے بہت سا مال غنیمت ملا۔ حضرت یزید دمشق واپس آئے اور خالد بن ولید حضرت ابو عبیدہ کے پاس چلے گئے۔[1]

* * *

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش تھے مگر ایسے میدان کی طرف نظر رکھتے تھے جہاں وہ اپنی صلاحیتوں اور طاقتوں کا مظاہرہ کر سکیں ادھر اسلامی فتوحات کا دائرہ ہر طرف بڑھتا جا رہا تھا اور حضرت معاویہ ان فتوحات میں خالص سپاہیانہ کارکردگی کے علاوہ اپنے لئے کوئی دوسرا کام مناسب نہیں پا رہے تھے۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے اندر خلیفہ عظیم کی نگاہیں اس طرح کے نوجوانوں پر لگی ہوئی تھیں وہ ان کے حالات سے باخبر رہنے کا اشتیاق رکھتی تھیں اور ان کی طاقتوں کے مخفی خزانہ کو بار آور بنانے کے لئے کوشاں تھیں۔ ان نوجوانوں میں معاویہ بن

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۷ صہ ۵۲۔

AsliAhleSunnet.com

ابی سفیان برنگاہیں نہیں جمتی تھیں بلکہ ان کے باپ ابوسفیان اور بھائی یزید کی طرف اٹھا کرتی تھیں لیکن امیر المؤمنین عمر بن خطاب امیر معاویہ سے غافل نہیں تھے انہوں نے معاویہ کو ایک منفرد تجربے یعنی فتح قیساریہ کے لئے منتخب کیا اور موصوف نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :-

"اللہ کی حمد وثنا اور اس کے رسول پر درود وسلام کے بعد واضح ہو کہ میں نے تم کو قیساریہ کا والی بنا دیا ہے تم وہاں جاؤ اور اہل قیساریہ کے خلاف اللہ سے مدد مانگو اور بکثرت "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھو۔ اللہ ہمارا رب ہے اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ اسی سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں وہی ہمارا کارساز ہے وہ بہترین کارساز ومددگار ہے"[1]

امیر معاویہ جیسے نوجوان کے لئے اس طرح کا خط ضروری تھا جو ان کے غرور کو توڑنے کے لئے اس طرح کا خط اس لئے مناسب تھا کہ نیا عہدہ ملنے سے اس غرور میں حرکت پیدا ہونے کا امکان تھا ۔ کیا فتح حاصل ہونے پر غرور شباب کے بڑھ جانے کا خطرہ نہیں پیدا ہو جاتا ۔ ؟

جس طرح کی شخصی تعمیر (شخصیت سازی) امیر المؤمنین کر رہے تھے وہ ایک ضروری اور لازمی چیز تھی قائد کو اللہ پر بھروسہ رکھنا ضروری ہے اگر مسلمان قائد اس قسم کی باتوں سے تہی دست ہو تو دو میں سے ایک نتیجہ ضرور بر آمد ہو گا ۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۵۳، ۵۴ ۔

AsliAhleSunnet.com

یا تو فتح کا غرور جس سے گھمنڈ پیدا ہو گا۔ یا پھر ہزیمت کے سبب پست ہمتی اور حوصلہ شکنی پیدا ہو گی اور پہلے ہی معرکہ میں اعصاب کی شکست و ریخت ہو جائے گی خصوصاً جبکہ بد خلق جنگجو دشمن سے مقابلہ ہو جس کا مقابلہ ساز و سامان سے نہیں ہوا کرتا اس طرح کی شکست و ریخت سے کوئی آدمی تاریخ میں ذی شان نہیں ہو سکتا

اسلام عظیم ہی جوانوں کے نفوس کو اللہ تعالیٰ سے ہر قدم پر مربوط رکھتا ہے اور ہر لحظ مجاہدین کے قلوب کو اللہ تعالیٰ کی امیدوں سے وابستہ رکھتا ہے

خلیفہ کی اس بات سے عقیدۂ اسلامی کا مفہوم واضح ہوتا ہے کہ نصرت و فتح صرف اللہ کے دینے سے حاصل ہوتی ہے۔

خلیفہ کی یہ بات امیر معاویہ کے دل میں گونجتی رہی وہ دشمن پر کیے جانے والے بھاری حملہ کی قیادت کر رہے تھے انہوں نے شہر قیساریہ کا محاصرہ کر لیا لیکن باشندگان قیساریہ کے اعصاب قوی اور مضبوط تھے انہوں نے کئی مرتبہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ تلواریں اور نیزے باہم پیوست ہو گئے آخری مقابلہ ایسا تھا کہ زمین گونج اٹھی اور گھوڑ سوار گرنے پڑنے لگے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کی شکست ہو جائے مگر امیر معاویہ کی ثبات قدمی دیا مردی اور فتح پر یقین نیز بہادروں سے جنگ آزمائی اور اس زمین پر روشنی ڈالنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سورج کے طلوع ہونے کے اعلان کی بدولت مسلمانوں کو کامرانی حاصل ہوئی۔

مشرکوں پر لرزہ طاری ہو گیا وہ پیچھے ہٹنے لگے پھر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے ان پر ہر طرف سے مسلمانوں کی تلواریں پڑ رہی تھیں

AsliAhleSunnet.com

ہزاروں مقتولین زمین پر ڈھیر ہو گئے مشرکین پر خوف زیادہ چھا گیا۔ اور مومنوں کے دلوں میں ایمان کی نبض تیز ہو گئی۔ اب مشرک لوگ یا تو جان بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے یا موت کا پیالہ پی کر مر چکے تھے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی تھی حتیٰ کہ اسّی ہزار مشرکین کی ہلاکت پر جنگ کا خاتمہ ہوا بلکہ قتل ہونے والوں کی تعداد اس سے بھی بڑھ کر ایک لاکھ مکمل ہو گئی اور فتح کی خوشخبری نیز اموال غنیمت امیر المومنین کی خدمت میں روانہ کر دیے گئے[۱]۔

امیر معاویہ کے ہاتھوں یہ عظیم الشان فتح اس زمانہ میں ہوئی جب کہ ان کی عمر صرف تینتیس ۳۳ سال تھی یہ ۱۵ھ کا واقعہ ہے۔

امیر معاویہ کے ہاتھوں اگر صرف یہی ایک فتح ہوئی ہوتی تو ان کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے یہ فتح کافی ہوتی لیکن اسلامی جوان روزانہ ایک نئی زمین فتح کیا کرتا ہے[۲] اور مشکل معرکہ سر کرتا رہے اگرچہ شام میں فتوحات کا سلسلہ تھم گیا تھا مگر عراق دن و رات فارسیوں کے ساتھ خونخوار جنگ میں شعلہ زن

۱ے البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۵۵

۲ے جس معرکہ سے امیر معاویہ نے اپنی فوجی زندگی شروع کی وہ تا قیامت ہمیشہ ہمیش کے لئے امیر معاویہ کے حق میں فخر کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ انہوں نے فلسطین میں قتال کیا اور قیساریہ کو فتح کیا اور قیساریہ کو فتح کیا جس کے مقتولین ایک لاکھ تھے پھر بھی یہ امانت دار فوجی سربراہ یعنی امیر معاویہ خلیفہ کی طرف سے نئی جنگ کا آرڈر ملنے کے منتظر تھے آج کے زمانہ میں اسی کروڑ مسلمان ہیں مگر فلسطین کی ایک بالشت زمین بھی آزاد کرانے سے عاجز و درماندہ ہیں! آخر کس طرح کے مسلمان ہیں ہم

AsliAhleSunnet.com

تھا۔ اس طرح شامی فتوحات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس میں فتح ہونے سے فتح اکبر کا اعزاز ملا۔

شام میں سنہ ۱۶ھ کا سال کسی حد تک سکون کا سال تھا اس زمانے میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فارسیوں کے دار السلطنت مدائن کے سقوط کے سبب سرزمین اسلام میں مسرت کی لہر دوڑ رہی تھی۔

AsliAhleSunnet.com

امیر معاویہؓ

۱۷ھ آیا جو اپنی سلوٹوں میں مسلمانوں کے لئے مصائب و پریشانیاں لئے ہوئے تھا رومیوں نے نئے سرے سے ابو عبیدہؓ کی طرف رخ کیا تاکہ ان کا محاصرہ کریں جیسا کہ انہوں نے اس کے پہلے یزید بن ابی سفیانؓ کے ساتھ کیا تھا۔ امین الامہ ابو عبیدہؓ نے معاملہ میں احتیاط سے کام لیا اور انہوں نے دارالسلطنت مدینہ منورہ سے امداد طلب کی۔ امیرالمومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے مدینہ پر حضرت علی بن ابی طالبؓ کو نائب بنا کر ارادہ کیا کہ مسلمانوں کی حفاظت اور ان کی طرف سے مدافعت کے لئے حرکت کریں مگر مسلمانوں نے انہیں بنفس نفیس نکلنے سے روک دیا ادھر ابو عبیدہؓ مجبوراً جنگ شروع کر بیٹھے اور خطرات کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینہ اور عراق کی امداد بھیجنے سے پہلے انہیں فتح حاصل ہوگئی۔

عراق کی مدد دو بھاری جماعتوں میں حرکت کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی ایک گروہ کے قائد قعقاع بن عمرو اور دوسری کے عیاض بن غنم اشعری تھے دریں اثنا امیرالمومنین جابیہ تک جا پہنچے اور حمص کی مسلم آبادی ہجوم کو

AsliAhleSunnet.com

روکنے اور محاصرہ کو توڑنے پر قادر تھی۔

اس سال یعنی ۱۸ھ میں جو دوسری مصیبت وبلا پیش آئی وہ طاعون عمواس ہے۔ یہ طاعون زمین پر ہونے والی بارش کی طرح مسلمانوں کے اوپر نازل ہوا اس طاعون سے لوگ مر کر ڈھیر ہونے لگے۔ یہ وبا جب مشتعل ہوگئی تو حضرت ابو عبیدہ رضؓ خطبہ دینے کے لئے لوگوں میں کھڑے ہوئے اور بولے کہ:۔

"لوگو! یہ وبا تمہارے حق میں رحمت ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نیز تم سے پہلے صالحین کی موت کا سبب ہے۔ ابو عبیدہ رضؓ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اس وبا میں سے حصہ مانگتے ہیں۔"

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو طاعون لاحق ہوا اور وہ اس میں مر گئے ان کے جانشین حضرت معاذ بن جبل رضؓ ہوئے حضرت معاذ رضؓ تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا:۔

"لوگو! یہ وبا تمہارے حق میں باعث رحمت ہے، یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا سبب ہے معاذ رضؓ اللہ سے خواستگار ہیں کہ وہ اس طاعون میں سے معاذ کے متعلقین کا حصہ دے۔"

حضرت معاذ رضؓ کی اس دعا کے بعد ان کے بیٹے عبدالرحمن بن معاذ رضؓ طاعون زدہ ہو کر فوت ہو گئے پھر معاذ نے اپنے لئے دعا کی تو ان کی ہتھیلی میں طاعون کی گلٹی نکل آئی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنی طاعون زدہ ہتھیلی کی طرف دیکھتے اور اس کو الٹ پلٹ کر کہتے:۔

AsliAhleSunnet.com

"اے ہتھیلی تمہارے اندر جو طاعون والی گلٹی ہے اس کے مقابلے مجھے دنیا کی کوئی بھی چیز زیادہ عزیز نہیں ہے۔"[1]

دمشق بذات خود اس وبا سے دوچار تھا دمشق کے حاکم اس وقت حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے امراء کی وفات پر تکلیف محسوس کرتے تھے اور انہوں نے امین الامۃ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس سے نکالنے کی پوری کوشش کی مگر انہوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کی پیروی کرتے ہوئے ملک شام کو ترک نہیں کیا جس وقت خلیفہ عظیم عمر بن خطاب رض حضرت ابو عبیدہ کا مراسلہ پڑھ رہے تھے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا :-

"کیا ابو عبیدہ رض کا انتقال ہو گیا۔؟

امیر المومنین نے جواب دیا کہ :- ان کی موت نا قریب ہے۔

ابھی چند دن گذرے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محبوب ترین امیر ابو عبیدہ بن جراح رض، معاذ بن جبل رض اور یزید بن ابی سفیان رض کے مرنے کی خبر موصول ہوئی اور اردن و دمشق بلا امیر کے رہ گئے۔

اردن پر حضرت شرجبیل بن حسنہ حاکم بنا دئے گئے جو پہلے سے ایک امیر اور شام کی فتوحات میں اپنے دوسرے بھائیوں کے شریک کار رہ چکے تھے لوگوں کی نگاہیں دمشق کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ اس کا حاکم کون ہوگا؟

[1] البدایۃ والنہایۃ ص ۶۹

AsliAhleSunnet.com

لوگ سوچ رہے تھے کہ اس منصب کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس کا انتخاب کرنے والے ہیں حضرت عمر رضؓ کی عادت معروفہ یہ تھی کہ وہ اسی قبیل (ابوعبیدہؓ و معاذؓ جیسے حضرات) کے لوگوں کو امیر و حاکم منتخب کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی بہادری کو بھولے نہیں تھے نہ یہ بھولے تھے کہ قیساریہ کی فتح عظیم کرنے والے یہی ہیں نیز وہ فتوحات شام میں معاویہ کی کارکردگی کو بھی نہیں بھولے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عبقری شخص کے ذہن سے امیر معاویہ کی عظیم کارگذاری اوجھل نہیں ہوئی تھی۔ امیر المؤمنین نے اچانک امیر معاویہ بن ابی سفیان کو دمشق اور خراج دمشق کا امیر و حاکم بنادیا اس کے پہلے امیر معاویہ قیادت کی ذمہ داری سنبھال چکے تھے اور انہوں نے ثابت کر دکھایا تھا کہ وہ قیادت کا بار اٹھانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ جب انہوں نے قیادت میں اپنی کارگذاری ثابت کردکھائی تو امارت (گورنری) باقاعدہ ان کے حوالہ کردی گئی۔ اب معاویہ کے لئے وقت آگیا تھا کہ اپنی خفیہ طاقت کا مظاہرہ گورنری کی کرسی پر متمکن ہو کر سکیں۔

امیر معاویہ امیر المومنین کے معتمد علیہ، اپنی ماں ہند بنت عتبہ اور باپ ابوسفیان کے بھی معتمد علیہ تھے جب حضرت عمر رضؓ نے یزید بن ابی سفیان کو حاکم شام بنایا تھا تو امیر معاویہ ان کے یہاں چلے گئے تھے اس موقع پر ابوسفیان نے ہند سے کہا تھا کہ تم نے دیکھا؟ تمہارا بیٹا (یعنی تمہارے بطن سے پیدا ہونے والا سگا بیٹا مراد امیر معاویہ) میرے سگے بیٹے یزید کے ماتحت اور تابع ہیں (یزید بن ابی سفیان ہند کے علاوہ ابوسفیان کی دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے) ہند نے ابوسفیان کی اس بات کا یہ جواب دیا تھا کہ:۔

AsliAhleSunnet.com

"جب عرب لشکر حرکت میں آئیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ میرے بیٹے کے بالمقابل آپ کے بیٹے کا کیا مقام ہے؟"[1]

جس وقت یزید بن ابی سفیان رضؓ کی خبر مرگ بے کر ڈاک آئی تھی اس وقت واپسی ڈاک حضرت عمر رضؓ نے یزید رضؓ کی جگہ پر ان کے بھائی معاویہ کو حاکم بنا دیا پھر انہوں نے ابوسفیان سے ان کے بیٹے یزید کے سلسلے میں تعزیت کی۔

اس موقع پر ابوسفیان نے کہا۔ یزید کی جگہ پر آپ نے کس کو حاکم بنایا ہے؟

امیر المومنین نے فرمایا کہ "ان کے بھائی معاویہ کو۔

ابوسفیان نے کہا: امیر المومنین! آپ نے حق رشتہ ادا کر دیا۔[2]

معاویہ کی ماں ہند بنت عتبہ کو جس دن کا انتظار تھا وہ آ چکا تھا چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ ان کے بیٹے گورنر ہو گئے اور انہیں یقین تھا کہ مستقبل میں وہ پورے عرب کی سیادت کریں گے جیسا کہ انہوں نے اس بات کی پیش خبری اسی زمانے میں دیدی تھی جبکہ معاویہ چھوٹے تھے۔

چنانچہ ہند نے معاویہ کے لئے ہمیشہ برقرار رہنے والی اپنی وصیت بھیجدی تاکہ ان کے لئے امیر المومنین کو حسن ظن رہے اور اپنے لئے وہ جتنا بلند مقام چاہتے ہیں وہ انہیں حاصل ہو سکے چنانچہ ہند نے اس وصیت میں یہ بات لکھی تھی کہ:۔

"میرے پیارے بیٹے! اللہ کی قسم تم جیسے لڑکے کو کوئی شریف عورت کم ہی جنم دیتی ہے اس شخص یعنی امیر المومنین نے تمہیں

---

[1] البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۸۔ [2] البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۸۔

AsliAhleSunnet.com

حکومت کے کام میں لگا دیا ہے تو تم امیر المومنین کے حکم کے مطابق عمل کرو۔ خواہ تمہیں اچھا لگے یا برا لگے۔

اور ماہر و تجربہ کار ابوسفیان کی وصیت یہ تھی کہ :۔

"اے میرے پیارے بیٹے! گروہ مہاجرین کے لوگوں نے اسلام لانے میں ہم سے سبقت کی اور ہم پیچھے رہ گئے اسلام لانے میں ان کی اس سبقت نے انہیں سربلندی بخشی اور اللہ و رسول کے یہاں اس چیز نے انہیں تقدم بخشا اور ہماری تاخیر نے ہم کو قاصر بنا دیا چنانچہ مہاجرین قائد و سردار بن گئے اور ہم ان کے تابع فرمان ہو گئے انہوں نے تم کو اپنے امور سلطنت میں سے عظیم ذمہ داری سونپی ہے تم ان کی مخالفت مت کرنا اس طریق عمل سے تم بڑی ترقی کر سکتے ہو لہٰذا تم دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہو اگر تم کامیاب ہو گئے تو تمہاری نسل اس کی وارث بنے گی[1]

امیر معاویہ دوسرے ساتھ انتظار کرنے لگے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کے سمندر میں غوطہ زنی کر سکیں زمانۂ نبوی میں ان سے بہت سے اچھے مواقع فوت ہو گئے تھے لیکن جنگ ان کے ساتھ سستی برت رہی تھی یعنی انہیں جہاد وغزوہ کا موقع نہیں مل پا رہا تھا البتہ گورنری و امارت میں انہوں نے اس کی گنجائش دیکھی کہ لوگوں کی نظر میں پسندیدہ قرار پائیں اور ان کی نظر میں

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۱۱۸ ج ۸۔

AsliAhleSunnet.com

لوگ بھی پسندیدہ دکھائی پڑیں۔

سرزمین حجاز میں مسلمانوں پر قحط پڑا اور انہیں بڑی پریشان حالی لاحق ہوئی خلیفہ نے امیر معاویہ اور عمرو بن العاص سے مدد دینے کی فرمائش کی خلیفہ کی آواز پر لبیک کہنے میں امیر معاویہ نے تیزی سے کام لیا اور غلوں سے لدے ہوئے اونٹ انہوں نے خلیفہ کے پاس بھیجا اور مصر میں عمرو بن العاص نے بھی مسلمانوں کی اس بدحالی اور تنگی وسختی کو دور کرنے میں حصہ لیا جس نے عام الرمادہ (قحط کے سال کا نام عام الرمادہ ہے) میں لوگوں کو سانس لینا مشکل کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پہ رحمت نازل کی اور انہیں اپنے فضل عام سے سیراب کیا یعنی قحط دور کر دیا۔

امیر معاویہ کے کانوں تک عراق میں اسلامی فتوحات کی خبریں پہنچتی رہتی تھیں جن سے وہ خوش ہو کر جھومنے لگتے تھے لیکن اس بات کا اشتیاق رکھتے تھے کہ کاش ان عراقی فتوحات یا کسی قسم کی دوسری فتوحات میں ان کا بھی حصہ ہوتا۔ زمانہ گذرتا گیا اور ۲۱ھ آیا تو امیر معاویہ کی قیادت میں عساکر اسلامی موسم گرما میں غزوہ کے لئے متحرک ہو گئے۔ امیر معاویہ سرزمین روم میں دور تک اندر داخل ہو گئے پرچم معاویہ کے نیچے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے جنہیں صرف گھوڑوں کی پیٹھوں پر ہی آرام کا مزہ ملتا تھا۔ یہ صحابہ جب بھی دشمن کی آواز سنتے اس کی طرف مقابلہ کے لئے رواں دواں ہو جاتے۔

امیر معاویہ اپنی عمر کے اڑتیسویں سال اس غزوہ سے کامیاب و کامراں ہو کر واپس آئے ـــ موصوف مال غنیمت سے بہرہ ور ہوئے اور صحیح سالم واپس ہوئے تاکہ اپنی بیوی کو دیکھیں اس وقت ان کی بیوی نے ان کے محبوب بیٹے کو جنم

AsliAhleSunnet.com

دیا تھا انہوں نے تبرک کے لئے بچے کا نام بچے کے چچا کے نام پر یزید بن سفیان رکھا۔

امیر معاویہ نے گھوڑوں کی سواری اور پرخطر جگہوں پر پرورش کی جدوجہد کی ۲۲ھ میں رومیوں سے جنگ کے لئے موسم گرما میں لشکر روانہ کئے اسی طرح ۲۳ھ میں بھی۔ ان کے بلند کردہ پرچم جہاد کے نیچے بہت سے اکابر صحابہ جمع ہو گئے مثلاً حضرت عبادہ بن صامت، ابوذر غفاری، اور شداد بن اوس نیز دیگر متعدد حضرات سب کا رخ سرزمین روم کی طرف فتح اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے تھا۔ ان کے سامنے زمین فراخ ہو گئی تھی یہ لوگ آگے بڑھتے رہے اور اللہ کی وعدہ کی ہوئی اس سرزمین میں دور تک داخل ہو گئے جس کا اس نے مسلمانوں سے وعدہ کر رکھا تھا حتیٰ کہ وہ عموریہ کے دروازوں پر دستک دینے لگے پھر فتح و نصرت اور مال غنیمت کے ساتھ واپس ہوئے مسلمانوں پر اموال غنیمت کی بارش ہونے لگی۔ شام میں مسلمانوں نے محسوس کیا اللہ تعالیٰ کا فضل عام ان کو حاصل ہو گیا ہے۔ سرحدوں پر مسلسل فتوحات ہو رہی تھیں اور مال ان کے ہاتھ میں بہت کافی آ گیا تھا۔ ان کے امیر امیر معاویہ شجاعت، سیاست سخاوت اور بردباری کے اعتبار سے بہترین امیر تھے۔

★ — ★ — ★

امیر معاویہ کے ہاتھوں ہونے والی بابرکت فتوحات کی خبریں مدینہ منورہ میں مسلسل پہنچتی رہتی تھیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زیارت شام کا عزم کیا اور اپنے ساتھ جلیل القدر صحابہ کرام کی ایک جماعت

AsliAhleSunnet.com

بھی لے کر گئے۔

امیر المومنین کے آنے کی خبر امیر معاویہ کو موصول ہوئی اس لئے انہوں نے ان کے استقبال کے لئے سواروں کی ایک بھاری جماعت تیار کی اور دمشق سے باہر امیر المومنین کے استقبال کے لئے نکل پڑے اس جماعت کے ساتھ وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ ان کے خواص میں سے ایک شخص نے انہیں یہ آواز دیتے ہوئے گھبرا دیا کہ :۔

" اے امیر! اے امیر! آپ امیر المومنین سے آگے بڑھ گئے ہیں!"

یہ ایک پریشان کن اور اچانک ہو جانے والی بات تھی۔ امیر معاویہ فوراً واپس مڑے تاکہ امیر المومنین حضرت عمرؓ سے ملاقات کریں اس وقت حضرت عمر اور عبدالرحمٰن بن عوف دونوں حضرات ایک گدھے پر سوار تھے جب حضرت امیر معاویہ نے دونوں حضرات کو دیکھا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر فوراً خلیفہ حضرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے میں غصہ نمایاں تھا انہوں نے معاویہ سے کہا :۔

" سواروں کی اس بھاری جماعت کے تیار کنندہ و ذمہ دار تم ہی ہو؟"

امیر معاویہ نے کہا :۔

" جی ہاں یا امیر المومنین!"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :۔

" تمہارا یہ حال ہے؟ حالانکہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے دروازے پر ضرورت مند لوگ دیر تک کھڑے رہا کرتے ہیں۔

معاویہؓ نے عرض کیا کہ " آپ کو ملنے والی خبر صحیح ہے!"

AsliAhleSunnet.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا :۔

"تم ایسا کیوں کرتے ہو میں تم کو یہ حکم دینا چاہتا ہوں کہ سرزمین حجاز تک پیدل چل کر آؤ۔

امیر معاویہ نے قلب و عزم کی مضبوطی سے جواب دیا کہ :۔

" امیر المومنین ! ہم لوگ ایسے ملک میں ہیں جہاں دشمن کے جاسوس بہت ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی حکومت کی وہ شان و شوکت ظاہر کریں جس سے اسلام اور اہل اسلام کی شوکت کی دھاک قائم ہو اور دشمنوں میں خوف و ہراس پیدا ہو۔"

(پھر تھوڑی سی خاموشی کے بعد امیر معاویہ نے مزید کہا)

امیر المومنین ! اگر آپ کا حکم ہو تو میں اس کو برقرار رکھوں اور منع کر دیں تو باز آجاؤں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تھوڑی سی خاموشی کے بعد کہا۔ (اس وقت حضرت عمرؓ اپنے دُرّہ کو کرید رہے تھے) کہ

"جب میں نے تم سے کوئی باز پرس کی تم نے مجھے لاجواب کر دیا اگر تمہاری بات حق ہے تو یقیناً یہ دانشمندانہ اور ٹھوس رائے ہے اور اگر باطل ہے تو یقیناً یہ ایک ادیب شخص کا فریب و مکر ہے۔"

امیر معاویہ نے عرض کیا کہ :۔

"آپ جو حکم بھی مجھے دینا چاہیں میں اس کی تعمیل کروں گا"

حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس سلسلے میں میں تم کو نہ کوئی حکم دوں گا نہ کسی بات سے منع کروں گا۔"

AsliAhleSunnet.com

سے منع کروں گا۔"

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف عبدالرحمٰن بن عوف نے متوجہ ہو کر کہا۔
(اس وقت عبدالرحمٰن کے چہرے میں مسرت ظاہر ہو رہی تھی) :-
"اس نوجوان کو آپ نے جس کام میں لگا دیا ہے اس کو یہ کتنی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہا ہے!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ :-
"اس کی حسن کارگردگی ہی کے سبب ہم نے اسے یہ سرکاری خدمات اور ذمہ داریاں سونپی ہیں[1]!"

رومیوں کو معلوم ہو گیا کہ معاملہ سنجیدہ ہے اور ان کے حریف امیر معاویہ رض واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ ان کے ملک میں جنگ کر کے بڑے پیمانے پر فتح نہ حاصل کر لیں یہ دو سال ۲۲ھ، ۲۳ھ مسلسل اس طرح گذر رہے تھے کہ ہر سال ان کے خلاف جنگجو لشکر روانہ کرتے اور اندرون ملک تک گھستے چلے جاتے۔ رومی لوگ امیر معاویہ کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے لگے اور لشکر پہ لشکر مسلمانوں کی زمین پر بھرپور حملے کے لئے بھیجتے رہے۔

امیر معاویہ فتح پہ فتح کرتے رہے۔ جب رومیوں سے موسم گرما کی جنگ ختم ہوتی تھی تو وہ دوبارہ فلسطین کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ اہل فلسطین کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ اہل فلسطین کے ساتھ ان کا یہ دوسرا موقف تھا اہل عسقلان (عسقلان فلسطینی شہر ہے) اطمینان و راحت کی زندگی گذار رہے تھے کہ انہوں

[1] البدایہ والنہایہ ص۱۲۴ ج ۸۔

AsliAhleSunnet.com

نے اسلامی لشکر کو اپنا محاصرہ کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے امیر لشکر کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ امیر لشکر امیر معاویہ ہیں۔

یہ وہی معاویہ تھے جن کے ہاتھوں اہل قیساریہ کو دو تلخ ترین چیزوں کا مزہ چکھنا پڑا تھا۔ یہ معاویہ ہی تھے جنہوں نے قیساریہ میں ایک لاکھ آدمیوں کا صفایا اس طرح کیا تھا کہ کوئی قتل کیا گیا تھا۔ کوئی گھائل و زخمی ہوا تھا۔ کوئی قیدی بنایا گیا تھا۔ اس وقت عسقلان رومیوں کے زیر حکومت تھا معاویہ جانتے تھے کہ ان کی سرزمین میں زلزلہ برپا کردیں جب وہ رومیوں کے شمالی ممالک کو ہموار کر چکے تو اس کے بعد جنوبی علاقوں کی طرف متوجہ ہونا لازمی تھا۔ جنوب ہی میں عسقلان تھا اور ابھی تک فتح نہیں کیا جا سکا تھا۔

مسلمانوں کے سالار لشکر کو رومیوں نے جونہی پہچانا ان کے دلوں میں کمزوری سرایت کر گئی اور وہ لرزہ براندام ہو گئے ان کے عزائم اور حوصلے اس وجہ سے پست ہو گئے کہ ان پر وہی آفت و بلا آنے والی ہے جو اہل قیسا پر آئی تھی لہٰذا وہ سپر انداز ہو گئے اور حضرت معاویہ سے صلح جوئی کے لئے تیز گام چل کر آئے۔ امیر معاویہ نے ان کی مصالحانہ پیشکش قبول کی اور عساکر اسلام نئے ملک میں نزول پذیر ہوئے تاکہ وہاں کلمہ توحید کا اعلان کریں۔

مسلمانوں کی جنگی مہم جوئی اس مقصد سے نہیں تھی کہ وہ لوگوں کو تباہ و برباد کر دیں اور امن پسند لوگوں کو تاخت و تاراج کر ڈالیں یہ لوگ پیغام الٰہی کے علمبردار تھے جہاں کہیں اور جب کبھی دشمن مسلمانوں کی بات ماننے پر تیار ہوئے ان کی دعوت صلح کو برضا و رغبت قبول کر لیا تاکہ وہ اللہ کی شریعت اور آدمیوں کے درمیان حائل ہونے والی طاغوتی طاقت و تسلط اور قوت کا

AsliAhleSunnet.com

خاتمہ کر دیں۔ یہاں تک کہ اللہ کی شریعت کا پیغام ہر شخص تک پہنچ جائے پھر گمراہی کے مقابلہ میں ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد جس کا جی چاہے وہ ایمان لائے۔ جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔ دین میں کسی قسم کی زبردستی اور دباؤ نہیں ہے۔

★ · ★ · ★

امیر معاویہ کا دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ مکہ مکرمہ اور بیت الحرام (خانہ کعبہ) کی زیارت مشتاق ہوا۔ جیوں ہی موسم حج کا چاند نمودار ہوا وہ بعض اکابر مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور حسب عادت ان کے تیار کردہ سواروں کی جماعت نگاہوں کو ابھارنے والی تھی مدینہ منورہ کے مرد اور عورتیں اسی وارد عظیم کے متعلق بات کرتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

"ہمارے یہاں (مدینہ منورہ میں) معاویہ آئے وہ گورے چٹے، نرم و نازک اور خوبصورت و پروردۂ نعمت تھے۔"

معاویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ان کے جسم پر سبز رنگ کا جوڑا تھا۔ اس جوڑے کی دلفریبی و کشش اور خوبصورتی کے سبب اس کی طرف تمام صحابہ کی نظریں مڑ گئیں۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا کیا۔

AsliAhleSunnet.com

" انہوں نے اچھل کر دُرّہ اٹھا لیا اور معاویہ کو مارنے لگے!

امیر معاویہ کہتے جاتے تھے کہ امیر المومنین میرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریئے۔

حضرت معاویہ کی دانائی کام آئی انہوں نے اعصاب کو قابو میں رکھا جبکہ دُرّہ ان کے سر پر تمام لوگوں کے سامنے مسلسل برس رہا تھا،

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر واپس آکر بیٹھے تو لوگوں نے ان سے کہا۔

" امیر المومنین! آپ نے معاویہ کو کیوں مارا جبکہ پوری قوم میں ان کا مثل کوئی نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ :-

" بخدا! میں نے خیر کے علاوہ ان میں کوئی چیز نہیں دیکھی اور ان کی بابت خیر کے علاوہ مجھے کسی قسم کی دوسری اطلاع بھی موصول نہیں ہوئی اگر اچھی بات کے علاوہ کوئی دوسری چیز ان کی بابت مجھے معلوم ہوئی ہوتی تو ان کے ساتھ میرا برتاؤ مختلف ہوتا۔ لیکن میں نے ان میں گھمنڈ کی خو بو دیکھی اُسے میں نے اتار دیا۔"

لوگوں پر خاموشی اور سکوت طاری ہو گیا۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ امیر المومنین امراء کی تادیب کرنے والے ہیں۔ سب نے خاموشی سے اپنے سر جھکا لئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر معاویہ کو سب سے زیادہ مانتے تھے اور جیسا کہ انہوں نے خود شہادت دی کہ " ان میں خیر کے علاوہ میں نے دوسری چیز نہیں دیکھی اور خیر کے علاوہ ان کی بابت مجھے کوئی دوسری خبر نہیں ملی۔" لیکن

AsliAhleSunnet.com

وہ چاہتے تھے کہ ان کے غرور کو توڑ دیں تاکہ وہ رعایا د پبلک پر برتری کا مظاہرہ نہ کریں اور خود پسندی و غرور انہیں باطل پرستی کی طرف دھکیل کر نہ لے جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کرکے امیر معاویہ ملک شام واپس آئے رومیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور بہت بڑا لشکر جمع کیا تاکہ سرزمین اسلام پر چڑھائی کریں لیکن جوان مرد امیر معاویہ اس قسم کی تحریکات سے لحظہ بھر بھی غافل نہیں رہ سکتے تھے جوں ہی انہیں اس جمع شدہ لشکر کی خبر ملی جس کو رومی لوگ تیار کر رہے تھے انہوں نے فوراً ہی مدد کے لئے حضرت عمرؓ کو خط لکھا۔

مسلمانوں کے لئے یہ خزاں کا گرم موسم تھا۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں اپنے رب کے جوار رحمت میں جا چکے تھے اور ان کی جگہ پر مسلمانوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلی مشکل جو پیش آئی وہ امیر معاویہ کا خط تھا اس خط میں شام پر رومیوں کے حملے کی تیاری کی خبر تھی

یقیناً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہوشیاری و احتیاط پسندی میں ممتاز تھے بنا بریں انہوں نے اس معاملہ کے لئے سامان کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے معاملہ کے زور پکڑنے سے پہلے ہی مدینہ منورہ کو صورت حال سے باخبر کر دیا حضرت عثمان نے والی عراق ولید بن عقبہ کو خط لکھا اور اس خط میں یہ حکم دیا کہ رومیوں کے خلاف ہونے والی جنگوں میں اہل شام کی مدد کریں۔ خط میں

لہ البدایہ والنہایہ ص۱۲۵ ج ۸

AsliAhleSunnet.com

تحریر تھا کہ :۔

"جب تمہارے پاس میرا یہ مراسلہ پہنچے تو ایک بہادر، امانتدار وسخی آدمی کی قیادت میں آٹھ سے لے کر دس ہزار تک مجاہدوں کو شام میں رہنے والے اپنے دینی بھائیوں کے پاس روانہ کردو۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط ملتے ہی ولید بن عقبہ لوگوں میں تقریر کے لئے کھڑے ہوئے انہیں امیر المومنین کے حکم سے باخبر کیا اور لوگوں کو اہل شام نیز امیر معاویہ کی معاونت اور جہاد کرنے کی دعوت وترغیب دی اور شام کی طرف جانے والے مجاہدین کا امیر حضرت سلیمان بن ربیعہ کو مقرر کیا ۔۔۔۔۔۔ تین دن میں آٹھ ہزار مجاہدین شام جانے کے لئے تیار ہو گئے ان سب کو ولید نے شام کی طرف روانہ کردیا۔ مسلمانوں کے لشکر کے قائد حبیب بن مسلمہ فہری تھے۔[۱]

رومیوں کی طرف روانہ ہونے والے لشکر کی قیادت حضرت حبیب بن مسلمہ کو ملی ہوئی تھی امیر معاویہ اس قائد پر اعتماد اور وثوق رکھتے تھے اور حبیب اس اعتماد و وثوق کے لائق تھے بھی۔

رومیوں اور ترکوں پر مشتمل اسی ہزار فوجیوں کے ساتھ دشمن قریب آچکے تھے اس سے حبیب نہ گھبرائے اور نہ انہوں نے کسی قسم کی کمزوری محسوس کی چنانچہ حبیب نے رومی لشکر پر راتوں رات حملہ کا عزم کیا۔ حبیب کی بیوی نے سن لیا کہ وہ اپنے ماتحت امیروں سے یہ بات کہہ رہے تھے (یعنی کہ راتوں رات رومی لشکر پر چڑھائی کرنی ہے)

---

[۱] البدایہ والنہایہ ص ۱۰۵ ج ۸ ۔

AsliAhleSunnet.com

زوجۂ حبیب نے پوری رات جاگ کر گذاری وہ اپنے شوہر حبیب کے انجام کی بابت فکر مند تھیں۔

بیوی نے کہا: آپ کے ساتھ ہماری ملاقات کہاں ہوگی؟

ان کے شوہر حبیب بن مسلم نے دور افق کی طرف دیکھتے ہوئے یہ بات کہی کہ "تم سے ہماری ملاقات رومی لشکر کے قائد موریان کے خیموں میں ہوگی یا پھر جنت میں۔؟"

رومی لوگ ابھی نیند میں خوش آئند فتح کے خواب دیکھ رہے تھے کہ انہیں محسوس ہوا کہ مسلمانوں کے فوجی دستے ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں. نعرۂ اللہ اکبر کی آواز بلند ہوئی ہر طرف سے رومیوں کی قیام گاہ میں لرزہ طاری ہو گیا اور موریاں کے خیموں کے پاس مڈبھیڑ ہوئی!

اسلامی سالار حضرت حبیب خیموں میں داخل ہوئے تو پہلی نظر میں اس جگہ موجود ایک آدمی نے انہیں حیرت زدہ کر دیا ـــــ وہ جانتے تھے کہ موریان ذبح کیا جا چکا ہے (پھر اس کے خیمہ میں یہ کون شخص ہے؟) ابھی انھوں نے اپنی نظر جمائی نہیں تھی کہ طاری شدہ تہول سے انہیں افاقہ ہو گیا ـــــ یہ حبیب کی بیوی تھیں جو ان سے پہلے موریان کے خیمے میں پہنچ گئی تھیں اس طرح عظیم شجاعت کا سہرا مسلم خاتون کو ملا۔

رومیوں کا جتھا مضطرب و مطرود ہو کر نجات کی تلاش کرتا ہوا فرار ہوا مگر اسے جائے نجات نہیں مل رہی تھی ـــــ ملک شام میں رومیوں کے لئے یہ ایک تلخ سبق تھا جس نے ہمیشہ کے لئے ان کی شوکت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اپنے دشمنوں سے حاکم شام امیر معاویہ کو جس قلق و اضطراب کا سامنا

AsliAhleSunnet.com

تھا وہ رخصت ہوچکا تھا۔ اپنی حکومت میں امیر معاویہ نے اپنی سیرت حسنہ کو اس عظیم مذہب اسلام کے اصول کے تابع بنا دیا تھا جس کے وہ پابند تھے مسلسل چار سال گذر گئے ان میں کوئی قابل ذکر فتح نہیں ہوئی

لیکن دوسری فتوحات نے زمین کو خیر و برکت سے بھر دیا اور وسیع پیمانے پر مسلمانوں کو کشادہ بخشش حاصل ہوئی۔ امیر معاویہ نے ایک دن دنیا پر نظر ڈالی یہ دنیا ان پر متوجہ ہو چکی تھی۔ ان کا سینہ خوشی سے کھل گیا وہ گذری ہوئی باتیں یاد کرنے لگے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا جو یہاں ایک دن اپنے گدھے پر سوار ہو کر آئے تھے انہوں نے اسے تھکا ڈالا تھا اور نیچے سے ایڑ لگاتے رہتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی یاد کر رہے اور اس چیز کو بھی یاد کر رہے تھے جو موصوف حضرت عمر رضؓ کے لئے چھوڑ کر گئے تھے پھر وہ اپنے گرد و پیش اپنے محل، فراخی و نعمت پر نظر ڈالتے اور ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہتے کہ:۔

"ابو بکرؓ کو نہ دنیا نے چاہا نہ ابو بکر نے دنیا کو چاہا۔ عمرؓ کو دنیا نے چاہا مگر انہوں نے دنیا کو نہیں چاہا لیکن ہم سر سے پیر تک اس میں لت پت ہیں۔"[۱]

امیر معاویہ پر یہ چار سال گذر گئے مگر وہ عیش و عشرت کی طرف مائل ہونے پر قانع نہیں ہوئے۔ موصوف عظیم ارادوں اور امیدوں کے مالک تھے۔ ان ارادوں کے سرفہرست سمندر کے بیچ ایک عظیم ترین جزیرے کے معاملہ کی فکر

[۱] البدایہ والنہایہ صـ ۱۳۴ ج ۷۔

AsliAhleSunnet.com

تھی جو ان سے قریب پڑوس میں واقع تھا وہ اس سمندر کو ایک اسلامی سمندر دیکھنا چاہتے تھے جہاں کلمۂ توحید بلند ہو۔ رومیوں کی حکومت میں اس جزیرہ کا برقرار رہنا معاویہ کی نیند غائب کئے ہوئے تھا۔ انہوں نے امیر معاویہ سے اس جزیرے کو فتح کرنے کی اجازت مانگی تھی مگر انہوں نے اجازت نہیں دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں تھے کہ مسلمانوں کو بحری مہم کے خطرہ میں ڈالیں۔ پھر معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی مگر انہوں نے بھی اجازت نہیں دی۔ حضرت عثمان کی اس ممانعت کے باوجود امیر معاویہ ہمیشہ اس نامعلوم چیز کا اشتیاق رکھتے لہذا انہوں نے مکرر سہ کرر اجازت طلب کی اور الحاح واصرار کیا تو حضرت عثمان نے اجازت دے دی۔

کئی سال پہلے جس کو تقریباً بیس سال گذر چکے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے گھر گئے اور وہیں سو گئے ام حرام کے نزدیک دنیا میں اس سے زیادہ بڑھ کر کوئی خوش نصیبی نہیں تھی کہ ان کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ فرمائیں۔ آپؐ نیند سے بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے! ام حرام نے عرض کیا۔ آپ کو کیوں ہنسی آرہی ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ "میری امت کے کچھ لوگ خواب میں میرے سامنے لائے گئے جو اس سمندر کے بڑے حصہ پر سوار ہو کر مہم جوئی کریں گے یہ لوگ شاہی تخت پر بیٹھنے والے بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔"

یہ سن کر ام حرام کا دل بشارت سے دھڑکنے لگا اور ان کے دل میں اشتیاق ہوا کہ ان مجاہدین میں وہ بھی رہیں۔ بنابریں انہوں نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے۔

AsliAhleSunnet.com

آپؐ نے فرمایا :-

"تم انہیں میں سے ہو ۔"

اُم حرام نے محسوس کیا کہ انہیں پوری دنیا کی بادشاہت مل گئی ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوبارہ سو گئے پھر بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے اور اس مرتبہ بھی پہلے جیسی بات کہی ۔

ام حرام نے پھر عرض کیا کہ "اللہ سے دعا کر دیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں کر دے ۔"

آپؐ نے فرمایا کہ :-

"تم پہلے لوگوں ہی میں رہو گی ۔"[1]

سالہا سال گذر گئے ۔ ام حرام یہ خواب دیکھا کرتی تھیں کہ وہ سمندر میں غزوہ کرنے جائیں گی یہاں تک کہ وہ دن آگیا ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا وعدہ غزوۂ قبرص میں پورا ہو گیا ۔

☆ — ☆ — ☆

اس بحری غزوہ کے لئے حضرت عثمان کی اجازت بلا قید و شرط نہیں تھی ۔ بحری حملہ کی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف حضرت عثمان کو معلوم تھا جس دن حضرت عمرؓ نے امیر معاویہ کو یہ لکھا تھا ان کے کان میں صدائے

---

[1] البدایہ والنہایہ صد ۱۵۳ ج ۷ ۔

AsliAhleSunnet.com

عمر تبھی سے گونج رہی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا کہ :-

"اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا میں کسی بھی مسلمان کو کبھی بھی بحری مہم پر روانہ نہیں کروں گا مجھے خبر ملی ہے کہ بحر شام روزانہ زمین کے بلند ترین مقام پر جھانک کر اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگتا ہے کہ وہ زمین کو غرق کردے۔ دریں صورت میں اس کافر (دشوار گذار) سمندر پر فوج کشی کی اجازت کیونکر دے سکتا ہوں؟ اللہ کی قسم میرے نزدیک رومیوں کی ساری دولت وسلطنت کے بالمقابل صرف ایک مسلمان کہیں زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے میں تمہیں پہلے سے بتلا چکا ہوں تم میرے سامنے یہ مسئلہ پیش کرنے سے پرہیز کرو تمہیں معلوم ہے کہ بحری فوج کشی کرنے کی پاداش میں علا بن حضرمی کو میری طرف سے کیا سزا ملی تھی[1] جب کہ میں نے پہلے سے انہیں اس کی ممانعت نہیں کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات ایسی نہیں تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس غزوہ کی اجازت بغیر احتیاط و حذر کے یوں ہی دے دیں۔

جس مہم کی دعوت امیر معاویہ دے رہے تھے وہ بہت جرأت مندانہ اور شجاعت و بہادری والی مہم تھی یہ دعوت پہلی بار مسلمانوں کو بحری مہم جوئی

---

[1] الکامل لابن الاثیر صفحہ ۱۸ ج ۳ ۔

AsliAhleSunnet.com

کی دعوت تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو لکھا کہ :۔

"تم اس مہم کے لئے خود سے لوگوں کا انتخاب مت کرو نہ تو قرعہ اندازی سے کام لو۔ لوگوں کو پورا اختیار دو جس کا جی چاہتا ہو کہ رضاکارانہ طور پر بخوشی یہ غزوہ کرے اسی کو روانہ کرو اور اس کی مدد بھی کرو[1]"

حضرت عثمان کا یہ مراسلہ امیر معاویہ کو ملا یہ خط ان کے ہاتھ سے الگ نہیں ہوا کہ انہوں نے لوگوں کو بلایا۔ جہاد کی ترغیب دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے سامنے کبار صحابہ اس دعوت کو لبیک کہتے ہوئے تیزی سے آنے لگے ان میں حضرت ابوذر غفاری۔ عبادہ بن صامت اور ان کی بیوی ام حرام بنت ملحان۔ مقداد بن عمرو۔ ابو درداء۔ شداد بن اوس وغیرہ تھے۔

پہلی بار لشکر اسلام جہازوں پر سوار ہو کر اس طرح روانہ ہوا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی شاہی تختوں پر بادشاہوں کی طرح ______۔ تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ شام کے لوگ سمندر کے سفر پر اپنے امیر معاویہ کی قیادت میں روانہ ہو رہے تھے تا کہ وہ قبرص پہنچیں اور اس کا محاصرہ کریں۔ عبداللہ بن سعد بن السرح مصر سے روانہ ہوئے تھے دونوں لشکر کی ملاقات قبرص کے قلعوں پر ہوئی۔ اچانک قبرصی لوگ محاصرہ میں تھے۔ انہوں نے بار بار مقابلہ کرنا چاہا پھر ان کے اعصاب جواب دینے لگے اور توشہ ختم

---

[1] ایضاً ص۸۴۔

AsliAhleSunnet.com

ہونے لگا دریں صورت خود سپردگی اور مصالحت کے علاوہ ان کے لئے کوئی چارہ نہ رہا۔

مسلمانوں نے ان کی دعوت صلح قبول کرلی سالانہ انہیں سات ہزار دینار جزیہ میں دینے کی شرط ہوئی پہلے یہ لوگ رومیوں کو خراج دیا کرتے تھے۔ مگر اس صلح کے ساتھ دو بنیادی شرطیں شامل تھیں۔ (۱) باشندگان قبرص مسلمانوں کو اجازت دیں کہ وہ اپنے رومی دشمنوں کو اپنے یہاں لے جاسکیں۔ (۲) مسلمانوں کو دشمنوں تک پہنچنے[1] کا راستہ دیا جائے۔

مسلمان فتح وظفر۔ اموال غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ واپس آئے حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ کی نظر ابو درداء پر پڑی انہیں تعجب ہوا کہ ابو درداء رو رہے ہیں۔ ان کے پاس جاکر جبیر نے کہا۔

"ایسے دن میں آپ بھلا کیوں رو رہے ہیں جس میں اللہ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت بخشی۔ اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل کیا؟"

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا۔ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ وہ حضرت جبیر رض سے قریب ہوئے پھر انہوں نے جبیر کے کندھے پر اپنا ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ:۔

"اے جبیر رض! تمہاری ماں تم پر روئے۔ جو قوم اللہ کا حکم چھوڑ دے اس سے زیادہ ذلیل اللہ کے نزدیک کوئی نہیں

---

[1] ایضاً ص۲۔

AsliAhleSunnet.com

ان کا انجام جو ہوا کرتا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے ان پر غلامی مسلط کر دیا اور جب کسی قوم پر غلامی مسلط ہو جائے تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں رہ جاتی۔[1]

لشکر اسلام شام کی طرف واپسی کے لئے حرکت کرنے لگا۔ ام حرام بنت ملحان رضی اپنے خچر کے قریب آئیں۔ انہیں اس بات کی سعادت حاصل ہو چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کو پورا کر دکھایا تھا انہوں نے اپنی دونوں آنکھوں سے مسلمانوں کو حاصل ہونے والی فتح عظیم کا مشاہدہ کر لیا تھا وہ خچر پر سوار ہونے کے لئے آئیں تاکہ خوش نصیب لوٹنے والے اسلامی لشکر میں وہ بھی شامل ہو جائیں۔ ابھی موصوفہ رض خچر پر بیٹھ نہیں سکی تھیں کہ وہ بدک گیا اور اس نے موصوفہ کو اپنی پیٹھ سے نیچے گرا دیا۔ موصوفہ رض اپنی گردن کے بل زمین پر گریں اور لاشۂ بے جان ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ خبر ان کے شوہر حضرت عبادہ بن صامت رض کو پہنچی تو ان کا غم بھڑک اٹھا۔ یہ خبر مسلمانوں کو ملی تو سب پر اس باعظمت مجاہدہ خاتون کی وفات کے سبب تھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ پھر سب لوگ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے اور انہیں سرزمین قبرص میں سپرد خاک کر دیا تاکہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والی مسلم خواتین کے لئے ایک دائمی یادگار رہے۔ شریعت سے ناواقف لوگ جب اس قبر کی زیارت کے لئے آتے ہیں تو اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور اسے "نیک خاتون کی قبر" کا نام دیتے ہیں۔

---

[1] ایضاً صفحہ ۸۰، والبدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۳ ج ۷۔

AsliAhleSunnet.com

ابر آلود اُفق

خلافت عثمانی کے گذشتہ چند سال مسلمانوں نے عافیت اور راحت میں گذارے۔ اموال غنیمت نے ان پر خیر کے دروازے کھول دیئے۔ اور ثروت کے ذرائع مہیا کر دئے تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں دولت اور امن و عافیت پھیل گئی تھی لیکن دشمنوں کے دلوں میں کدورت حرکت کرنے لگی تھی جہاد کی طرف مسلمانوں کی توجہ۔ سکون و اطمینان کے پھیلاؤ اور ان میں ہم آہنگی کو دیکھ کر دشمنوں کو قرار نہیں تھا ______ ایک خوفناک اور عجیب منصوبہ بندی کے ساتھ اس یہودیت کی انگلیاں متحرک ہو گئیں جس نے خیبر میں بدترین شکست کا مزہ چکھا تھا یہ ۳۰ھ کی بات ہے یہودیت نے اپنے بال و پر پھیلانے کے لئے دمشق کو منتخب کیا اور یہ اس وجہ سے کہ اُسے وہاں کے حاکم امیر معاویہ کی نرم خوئی اور بردباری معلوم تھی۔ اس فتنہ کا قائد و سردار عبد اللہ بن سبا یہودی تھا جو اسلام کا دعویدار بنا ہوا تھا۔

غزوۂ قبرص سے جو لوگ واپس آئے تھے ان میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ دنیا پر لوگوں کے انہماک نیز دولت و ثروت کے سیلاب نے موصوف کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ کل مال کو راہ خدا میں خرچ کر دینا واجب ہے۔ موصوف مال کے سبب دنیا داری کی طرف پھرتے

AsliAhleSunnet.com

اور دلوں کے بگڑ جانے سے خائف تھے۔ وہ لوگوں کو ڈرانے لگے اور انہیں آخرت کی یاد دلانے لگے اور فرمانے لگے کہ:۔

"اے مالدار لوگو! محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کرو۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں بتا دو کہ ان کی پیشانیاں اور پہلو آگ سے داغے جائیں گے۔"

جہاد و عمل سے پیچھے ہٹنے اور بیٹھ رہنے والوں۔ نیز راستوں اور گلی کوچوں میں بے فائدہ اور بے کار گھومنے والے لوگوں کو مذکورہ بالا نظریہ میں ایسی بات دکھائی پڑتی تھی جو ان کے لئے بغیر کچھ کئے دھرے محو خواب ہونے کے باوجود ثروت فراہم کر سکتی تھی۔ لہٰذا یہ نظریہ انہیں اچھا لگا۔ اور اللہ کا داعی بننے کے بجائے دنیا کی خاطر لڑنے مرنے کی طرف مسلمانوں کا رخ پھیرنے کے لئے اس قسم کی تاریکیوں میں سازگار ماحول پیدا کرنا عبداللہ بن سبا کے لئے ممکن بن گیا۔ چنانچہ وہ لوگوں کے سامنے اس بات کو آراستہ کر کے پیش کرنے لگا۔ اور جتنا چاہا اس نے اس سے ناجائز کام لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قلاش اور فقیر لوگ مالداروں سے اموال کا مطالبہ کرنے لگے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک روز بات کر رہے تھے کہ سرگرم جوشیلے لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا:۔

"ابوذر! آپ کو معاویہ پر تعجب نہیں ہوتا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ سارا مال اللہ کا ہے۔ اور سبھی چیزیں اللہ کی ہیں۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کا سارا مال خود اپنے لئے جمع کر لیں اور مسلمانوں

AsliAhleSunnet.com

کا نام مٹ جائے۔

حضرت ابوذرؓ اس آدمی کی طرف دیکھتے رہے اور خاموش رہے۔ یہ آدمی عبداللہ بن سبا تھا۔

حضرت ابوذرؓ کو معلوم ہو گیا کہ یہ نظریہ فتنے کا ایک دروازہ ہے۔ یہ شخص اس نظریہ سے غلط کام لے رہا ہے چنانچہ انہوں نے طے کیا اور فیصلہ کیا کہ امیر معاویہ کے پاس جا کر اس کے نتیجہ سے آگاہ و خبردار کر دیں۔

امیر معاویہؓ نے ابوذر کو خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے قریب کیا، پھر ابوذر نے امیر معاویہ سے کہا کہ :-

"مسلمانوں کے مال کو اللہ کا مال قرار دینے کا داعیہ آپ میں کیوں پیدا ہو گیا؟"

امیر معاویہ نے کہا :-

"ابوذر! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ کیا ہم سب اللہ کے بندے نہیں ہیں؟ اور سارا مال کیا اللہ کا مال نہیں ہے ساری مخلوق کیا اللہ کی مخلوق نہیں ہے۔ اللہ ہی کا حکم کیا اصل حکم نہیں ہے۔؟"

حضرت ابوذرؓ امیر معاویہ کی بات پر کوئی نکیر نہیں کرتے تھے۔ لیکن انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ناکارے و نکمے قسم کے لوگ اس بات کا غلط استعمال کریں گے اس لئے انہوں نے معاویہ کو یہ کہتے ہوئے جواب دیا کہ :-

"آپ یہ بات مت کہا کیجئے۔"

امیر معاویہؓ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بات کو خوشی کے ساتھ تسلیم

AsliAhleSunnet.com

کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"تو میں یہ کہوں گا کہ سارا مال مسلمانوں کا ہے۔"

حضرت ابوذرؓ مطمئن ہو گئے اور اپنے امیر سے راضی ہو کر چلے گئے ——

لیکن امیر معاویہ اس بات سے غافل نہیں تھے کہ معاشرہ میں کیا ہو رہا ہے؟ اس شورش کی خبریں انہیں پہنچتی رہتی تھیں جس کو خود غرض لوگ برپا کرنا چاہتے تھے انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تک یہ خبریں پہنچائیں اور پوری توجہ سے ماحول کا مطالعہ کرتے لگے۔

حضرت ابوذر کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو ایک دن کے کھانے سے زیادہ کوئی چیز روک کر نہیں رکھنی چاہیئے ان کا یہی مذہب تھا۔ ان کی زندگی بھی اسی طرح تھی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کی زندگی گذارتے دیکھا تھا موصوف طریق نبوی کے پیرو تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں حضرت ابوذر کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی حضرت ابوذر کے خیالات لوگوں کو مالداروں کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ وہاں ایسے لوگ موجود تھے جو درپردہ بگاڑ پھیلانا چاہتے تھے۔

ابن السوداء (عبداللہ بن سبا) نے محسوس کیا کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ زہد اور دنیا سے قلت انتفاع کے معاملہ میں حضرت ابوذر کی سچی تصویر ہیں اس کو امید ہوئی کہ عبادہ اس کی بات مان لیں گے۔ اس کے پہلے اسی طرح کی امید اس نے حضرت ابودرداءؓ سے بھی وابستہ کر رکھی تھی لیکن حضرت ابودرداء نے اس سے اعراض کیا تو وہ حضرت عبادہ بن صامت کے پاس اس امید پر آیا کہ وہ فتنہ خیزی میں ایک نئی گاڑی چلا سکے۔

AsliAhleSunnet.com

ابن السوداء (عبداللہ بن سبا) فریب دے کر حضرت ابو درداء کے سامنے سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا تھا انہوں نے ابن السوداء کو صرف یہ کہنے پر اکتفاء کیا تھا کہ :۔

"تم کون ہو؟ خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ تو کوئی یہودی ہے۔"

ابن السوداء نے سمجھ رکھا تھا کہ اگر اس کے خلاف کسی قسم کا شک و شبہ پیدا ہوگا تو عبادہ بن صامت سے بھی وہ چھپ جائے گا اور ان کے پاس سے اسی طرح کھسک لے گا جس طرح حضرت ابو درداء کے پاس سے کھسک گیا تھا۔ لیکن حضرت عبادہ بن صامت جیسے صحابی کے ہاتھ سے خبیث یہودی کا نکل بھاگنا ناممکن تھا چنانچہ اس نے جوں ہی عبادہ سے یہ بات کہی حضرت عبادہ نے اسے پکڑ لیا اور اسے امیر معاویہ کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیا کہ :۔

"اسی شخص نے تمہارے خلاف ابوذر کو ابھارا ہے۔"

حضرت عبادہ نے دونوں باتوں کو باہم ملایا۔ ایک وہ جس کے ذریعہ ابن سبا نے امیر معاویہ کے خلاف استدلال کیا تھا۔ دوسری وہ جس کا تذکرہ امیر معاویہ نے ابوذر کے ساتھ گفتگو کے دوران کیا تھا۔

حالانکہ حضرت ابوذر اس یہودی کے فتنہ کا قلع قمع کرنے کے لئے حرکت میں آئے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی دعوت میں مصروف رہے وہ سواروں کو اللہ کی طرف چلانے کی کوشش کرتے اور لوگوں کو دنیا کے ساتھ کم آمیزی اور زہد کی دعوت دیتے ـــــ اس دعوت سے پیدا ہونے والے خطرناک نتائج سے امیر معاویہ حیران ہوگئے۔ انہوں نے ایسی معین تدبر کار پر غور کیا

AsliAhleSunnet.com

جس کے ذریعہ ابو ذر کو اس طرح کی دعوت سے باز رکھ سکیں تاکہ اس کا غلط اور ناجائز استعمال نہ کیا جاسکے۔ وہ ابو ذر کو زہد کی دعوت و تبلیغ سے روکنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

امیر معاویہ نے حضرت ابو ذر کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ اس رقم کو کس طرح صرف کرتے ہیں۔ امیر معاویہ کو امید تھی کہ اس سے ان کا ابھرتا ہوا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔ شاید وہ اس عظیم المرتبت صحابی کے جوہر سے نا آشنا تھے۔

یہ دینار حضرت ابو ذر کے پاس آئے۔ موصوف نے قسم کھا رکھی تھی کہ اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حالت میں ملیں گے جس حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ کر دنیا سے گئے تھے۔ بنا بریں ہزار دینار کی یہ رقم جوں ہی موصوف کے پاس پہنچی انہوں نے ساری رقم اسی رات میں بانٹ دی اور اس میں سے موصوف کے پاس ایک دینار بھی باقی نہیں بچا۔

منہ اندھیرے امیر معاویہ نے اپنے قاصد کو بلا کر کہا۔

"ابو ذر کے پاس جاؤ اور کہو کہ مجھے معاویہ کی سزا سے بچاؤ انہوں نے مذکورہ رقم آپ کے علاوہ دوسرے کو دینے کے لئے مجھے بھیجا تھا مگر میں نے غلطی سے یہ رقم آپ کو دے دی۔"

قاصد حضرت ابو ذر کے پاس آیا اس نے موصوف کے سامنے معاملہ پیش کیا۔ اس پر زاہد عظیم نے کہا کہ:-

پیارے بیٹے! جا کر امیر معاویہ سے کہو کہ بخدا آپ کے بھیجے ہوئے دیناروں میں سے ہمارے پاس ایک دینار بھی نہیں

AsliAhleSunnet.com

رہ گیا ہے لیکن ہم کو تین دن کی مہلت دو تو ہم یہ رقم جمع کر کے دے دیں گے۔

قاصد ابوذرؓ کا جواب لے کر واپس ہوا۔ امیر معاویہ کو ابوذر کے اس طرزِ عمل نے ہکا بکا کر دیا کیونکہ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ جس طریق عمل پر ابوذرؓ کاربند ہیں اس پر کوئی شخص عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ موصوف کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی ضروریات کے لئے ایک دینار بھی محفوظ نہیں رکھا۔ بلکہ انہوں نے ایک ہزار دینار بلا اس پرواہ کے تقسیم کر دئے کہ ہر دینار سے ضروری سامان۔ لباس اور نعمت کی حاجت پوری کی جا سکتی تھی —— اس قسم کا طرزِ عمل لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ جبکہ وہ زہد کے داعی کو اس طریق پر کاربند دیکھیں گے —— لوگوں کی عادت ہے کہ بڑوں کی بات قبول کرتے اور ان کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ لہذا امیر معاویہ کے سامنے اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کریں کہ وہ حضرت ابوذر کو اپنے پاس بلا لیں نیز دعوت ابوذر کے نتائج و اثرات سے امیر المومنین کو باخبر کر دیں خصوصًا اس صورت میں کہ وہ جن لوگوں میں رہتے ہیں وہ سب کے سب فقہ و تقویٰ اور زہد میں اُن سے کمتر ہیں نیز وہ دوسری طرح کے کچھ ایسے لوگوں کے درمیان رہتے ہیں جو ناجائز فائدہ اٹھا کر اختلاف و نزاع کو مستحکم کرنا چاہتے تھے اور اندرونی طور پر اتحاد کو توڑنا چاہتے تھے۔ اسی بات کو لے کر یہ لوگ امیر معاویہ کے پاس جا کر مطالبہ کرتے تھے کہ ان کے پاس مسلمانوں کا جو مال موجود ہے سب کو خرچ کر ڈالیں حالانکہ ایسا کرنے میں امت کی ہلاکت اور سرحدوں کے ضائع ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لئے انہوں نے

AsliAhleSunnet.com

حضرت عثمان کو لکھا کہ ابوذر نے انہیں تنگ کر رکھا ہے نیز معاویہ نے اس صورت حال کی مفصل تشریح پیش کی جس کو فقراء اور فلاش لوگوں کے ذہن میں بٹھا دیا تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں فتنہ بھڑکانے والوں کی باتوں سے بعض لوگوں کی اثر پذیری قریب سے دیکھ رہے تھے لہذا انہوں نے امیر معاویہ کو لکھا کہ:-

"فتنے نے اپنے بال و پر پیدا کر لئے ہیں اور اب وہ نکلنا ہی چاہتا ہے اس لئے تم زخم کو نہ کریدو۔ ابوذر کو میرے یہاں روانہ کر دو ان کے ساتھ کوئی راہ بر بھی بھیجو۔ انہیں زاد راہ دو اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے لوگوں کو اور اپنے آپ کو روکو تم خود سے جتنا رکنا چاہو گے صرف اتنا ہی رک سکو گے[1]"

حضرت ابوذر نے اپنے سامنے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم مدینہ منورہ جانے کے لئے پایا۔ چنانچہ وہ راہبر کے ساتھ اللہ کی نگرانی میں مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے اور شام میں امیر معاویہ کے لئے ایسے بڑے بڑے بھاری مسائل چھوڑ گئے۔ جن کو امیر معاویہ جیسے ماہر سیاسی آدمی نے جلد ہی اپنے

---

[1] تاریخ طبری ص ۳۳۶ ج ۳۔ اس جملہ کے قائل حضرت عمرؓ ہیں نہ کہ عمر بن سعد۔ اور ترمذی نے عبد الرحمن بن ابی عمیرہ سے اسی کے مثل روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ص ۱۲۱ و ۱۲۲ ج ۸

AsliAhleSunnet.com

کندھوں سے اتار پھینکا۔ مہارت فائقہ کی بدولت وہ شگاف کو بند کرنے پر قادر ہو گئے۔ اور منتشر کلمہ کو متحد کرنے لگے۔ اور فتنۂ ابن سبا کو گود ہی میں ختم کرنے لگے۔ مسلمانوں کے اتحاد کی طرح کوئی اور چیز دشمنوں کو غصے میں نہیں ڈالتی تھی۔ انہیں امیر معاویہ کی وہ قوی شخصیت غصہ دلا رہی تھی جو مسلمانوں کے مشترک دشمن کے خلاف تمام طاقتوں کو جمع کر رہی تھی۔

AsliAhleSunnet.com

کامیابی کی راہ کا روڑا

پورے ملک شام میں چار سال سے امیر معاویہ پہلی اور یکتا شخصیت بنے ہوئے تھے۔ انہیں ممتاز کارکردگی میسر تھی۔ نادرۂ روزگار صلاحیت حاصل تھی۔ ان دونوں خوبیوں کے آثار ان کے بھائی یزید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد دمشق میں اس وقت سے نمایاں ہونے لگے تھے جب سے وہ عہدۂ حکومت پر فائز ہوئے تھے ـــــ ان کے ساتھ شام کی طرح اردن کا بھی معاملہ تھا۔ حمص کو دمشق کے ساتھ کس طرح ضم کیا گیا؟ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ والیٔ حمص حضرت عمیر بن سعد جیسے عظیم صحابی کو جب بیماری لاحق ہوگئی تو انہوں نے گورنری سے استعفیٰ دے دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا استعفار قبول کرلیا ـــــ اور نگاہیں اس بات کی طرف متوجہ ہوگئیں کہ اس عظیم صحابی یعنی عمیر بن سعد کا جانشین کون ہوگا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر طرف نظر دوڑاتے تھے۔ پھر ان کے فاروقی عزم و فیصلے نے اعلان کیا کہ حمص کے امیر و گورنر بھی امیر معاویہ ہی ہوں گے ـــــ

امیر معاویہ بھرپور ذکاوت اور زندہ عزائم کے مالک تھے۔ اکابر صحابہ

AsliAhleSunnet.com

امیر معاویہ کی کم عمری کی بنا پر اس طرح کے انتخاب کے حق میں نہیں تھے نیز ان کے خیال میں مسلمانوں کے اندر ان سے افضل قبول اسلام میں مقدم جہاد میں زیادہ راسخ حضرات موجود تھے۔ دھیرے دھیرے پست آوازمیں افواہیں پھیلنے لگیں اور تھوڑے ہی دنوں میں یہ آواز بلند ہوئی کہ "نو عمر آدمی کو گورنر و حاکم بنادیا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باآواز قوی فرمایا:-

"مجھے تم لوگ معاویہ کو گورنر بنانے پر ملامت کرتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ" یعنی اے اللہ! معاویہ کو راہ بر و راہ یاب بنا اور ان کے ذریعہ دوسروں کی رہنمائی کر۔"[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معاویہ کے حق میں اس طرح کی دعا سننے کے بعد کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ معاویہ کو پورے شام کا گورنر بناتے ہیں ہچکچا سکتے تھے۔؟

ایسا کرنا ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اسی طرح وہ یہ نہیں بھول سکتے تھے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کو بلایا اور ان کے ساتھ

---

[1] تاریخ طبری ص ۳۳۶ ج ۳۔ اس جملہ کے قائل حضرت عمر ہیں یا نہ کہ عمیر بن سعد۔ اور ترمذی نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ سے اسی کے مثل روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱ و ۱۲۲

AsliAhleSunnet.com

ابوبکرؓ و عمرؓ اور اکابر صحابہؓ کو مسلمانوں کے معاملات میں شریک کیا اور ان سے مشورہ لیا۔ اور معاویہ کے حق میں اپنی دائمی وصیت میں فرمایا۔

" انہیں اپنے معاملہ میں بلایا کرو اور شریک کیا کرو کیونکہ یہ امانتدار اور طاقت ور ہیں[۱] "

جس وقت لوگ زچ ہو کر آپس میں باتیں کرتے ہوتے کہنے لگے کہ :۔

" عمیر بن سعد جیسے صحابی معزول کر دیئے گئے اور ان کی جگہ پر معاویہ گورنر بنائے گئے ۔

اس وقت حضرت عمیرؓ نے کہا کہ :۔

" لوگو ! معاویہ کا تذکرہ خیر کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ مت کرو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معاویہ کے لئے فرماتے سنا ہے کہ " اللھم اھد بہ " اے اللہ ان کے ذریعہ لوگوں کو راہ یاب بنا۔[۲] "

جوں جوں معاویہ کا زمانہ طویل ہوتا گیا۔ امن و امان زیادہ سے زیادہ قائم ہوتا گیا اور ان کی گورنری کے زمانہ میں خوش حالی۔ راحت و لذتِ زندگی حاصل تھی ۔

قدرت خداوندی کی مرضی ہوئی کہ والئ فلسطین عبدالرحمٰن بن حلقمہ

لہ طبرانی بحوالۂ البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۲۲ ج ۸ ۔

لہ اسے ترمذی نے ابوادریس خولانی سے روایت کیا ہے۔ پھر ابن کثیر نے ترجیح دی ہے کہ یہ عمر کی روایت ہے عمیر کی نہیں (البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۲۲ ج ۸ ۔

AsliAhleSunnet.com

وفات پا گئے۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس میں تردد نہیں ہوا کہ فلسطین کی گورنری بھی معاویہ کے سپرد کر دیں۔ اس طرح ابوسفیان کے بیٹے معاویہ بلا کسی مخالف کے پورے ملک شام کے سردار بن گئے۔ رومیوں کو معلوم ہو گیا کہ اس سرزمین میں امیر معاویہ کی برقراری ان کے گلے کی ہڈی ہے۔ اس لئے رومیوں نے طے کیا کہ آخری مرتبہ جنگی کارروائی کر کے یا تو ملک شام کو مسلمانوں سے واپس لے لیا جائے اور اس سرزمین میں اسلام کو ختم کر دیا جائے یا پھر وہاں خود ان کا خاتمہ ہو جائے۔

اس طرح جنگ "ذات الصوری" پیش آئی ـــــ اس جنگ میں لشکر اسلام کی قیادت و سالاری عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کے حوالہ کی گئی ـــــ مڈبھیڑ کا وقت آگیا ـــــ دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف آگے بڑھے ـــــ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو رومی لوگ رات بھر پادریوں کی دینی باتیں سن کر جھومتے اور صلیب کا نشان بناتے رہے ـــــ اور مسلمان تلاوت قرآن کرتے اور نمازیں پڑھتے رہے۔ صبح ہوئی تو عبداللہ بن سعد نے کشتیوں اور جہازوں میں اپنے لشکر کی صف بندی کی اور لوگوں کو ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کرنے کا حکم دیا۔

اس جنگ میں شریک ہونے والے بعض حضرات نے کہا کہ ہمارے دشمن جس طرح ہماری طرف بڑھے اس طرح کا منظر کبھی دیکھا نہیں گیا تھا اتنی زیادہ کشتیاں جن کے بادبان لکڑیوں کے ساتھ انہوں نے باندھ رکھے تھے کبھی نہیں دیکھی گئی تھیں۔ ہوا دشمنوں کے موافق اور ہمارے خلاف تھی۔ پھر ہم لنگر انداز ہو گئے۔ اور ہوا رک گئی۔ ہم نے دشمنوں سے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم اور تم

AsliAhleSunnet.com

خشک میدان میں نکل چلیں اور ہم میں سے یا تم میں سے جس کی موت زیادہ قریب ہو وہ مر کر ختم ہو جائے ــــ راوی نے کہا ــــ رومی لوگ ایک آواز ہو کر کہنے لگے کہ پانی ۔ پانی یعنی کہ سمندر ہی میں جنگ ہوگی ــــ راوی نے کہا ــــ ہم رومیوں سے قریب ہو گئے اور ہم نے اپنی کشتیاں ان کی کشتیوں سے ملا دیں پھر دونوں تیغ آزمائی کرنے لگے ۔ لوگ تلواروں اور خنجروں سے ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے ــــ کشتیوں کو سمندری لہروں نے تھپیڑے مار مار کر ساحل سے لگا دیا ــــ موجوں نے مردوں کی لاشوں کو ساحل پر لا ڈالا حتیٰ کہ لاشیں بڑے پہاڑ کی طرح ڈھیر ہو گئیں ــــ خون کا رنگ پانی پر غالب آگیا ۔ مسلمانوں نے جس صبر و ثبات سے کام لیا وہ کبھی دیکھا نہیں گیا مسلمانوں میں سے بہت سارے لوگ قتل کئے گئے لیکن رومی مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ مقتول ہوئے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی مدد نازل کی قسطنطین (قیصر روم) اور اس کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا ۔ قسطنطین پر بہت سے کاری زخم لگے تھے اپنے فرار کے بعد وہ عرصہ تک ان زخموں کا علاج کراتا رہا

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح چند دن "ذات الصواری" میں مقیم رہے پھر وہ فتحیاب و کامراں ہو کر واپس آئے [1]

جس سال قسطنطین بن ہرقل اپنی پانچ سو جنگی کشتیوں سمیت زوال پذیر ہوا ۔ اس کا یہ زوال رومیوں کے مغلوب ہونے کا اعلان تھا ــــ بالکل اسی سال کسرائے فارس شاہ یزدگرد بن شہریار کا خاتمہ بھی ہو گیا ۔ اسے سرزمین

[1] البدایہ والنہایہ ص ۱۵۷ ج ۷ ۔

AsliAhleSunnet.com

خراسان میں ذبح کر دیا گیا۔

خلفائے راشدین کے دور کا یہ سال اسلامی فتوحات کے عروج کا سال تھا۔ اس سال روئے زمین کی دو عظیم الشان بادشاہوں کے قائدین کے قتل ہو جانے پر دونوں سلطنتوں کی پامالی کا اعلان ہوا۔ امیر معاویہ کے لئے یہ شرف عظیم کی بات تھی کہ وہ اس سال پورے شام کے امیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیش گوئی کی تھی کہ "اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ" (جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد دوسرا کسریٰ اس کا جانشین نہیں ہو سکے گا۔ اسی طرح جب قیصر ہلاک تو دوسرا قیصر نہیں ہوگا) بالکل اسی طرح ہوا ـــــ قیصر روم قسطنطین کی ہلاکت خود رومیوں کے ہاتھوں ہوئی ـــــ جب مسلمانوں سے شکست خوردہ ہو کر سسلی پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اس کا حال پوچھا۔ اس نے لوگوں کو اپنی حالت سے آگاہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ "تم نے نصرانیت اور پیروان نصرانیت کو تباہ کر دیا۔ اگر عرب ہم پر حملہ آور ہوں تو انہیں روکنے والا ہمارے یہاں کوئی نہیں رہ گیا ـــــ پھر قسطنطین کو ان لوگوں نے حمام میں لے جا کر قتل کر ڈالا اور اس کے ساتھ جو لوگ کشتیوں میں سوار تھے انہیں چھوڑ دیا اور ان کو قسطنطنیہ جانے کی اجازت دے دی۔[۱]

★ ـــ ★ ـــ ★

[۱] الکامل لابن اثیر ص۵۹ ج ۳۔

AsliAhleSunnet.com

۵

لیکن کمال کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جس وقت دمشق میں عبداللہ بن سبا کو گرفتار کر لیا گیا اور وہاں اس کی تحریک ناکام ہو گئی۔ اور اس نے دیکھا کہ اس کی خفیہ تدبیر کا راز فاش ہو گیا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ دمشق میں کچھ کامیاب نہیں ہو سکتا ـــــ کیونکہ امیر معاویہ کی بیدار نگاہیں اس کی گھات میں تھیں۔ اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتی تھیں۔ لہٰذا وہ لوگوں کی نظروں سے دور جا چھپا۔ پھر وہ دوسرے اسلامی شہروں کی طرف چلا گیا تاکہ وہاں اپنی آتش فتنہ کو بھڑکائے ـــــ اس کی خبیث کوشش نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رد و قدح کے سلسلے میں تلخ ثمرہ و نتیجہ ظاہر کیا۔ اس نے امیر معاویہ پر رد و قدح چھوڑ کر پورے نظام خلافت کے سرتاج خلیفہ عظیم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو اپنا نشانہ بنایا۔

اگرچہ وہ اس بات میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ حضرت ابوذر، ابودرداء اور عبادہ بن صامت کے بیچ دمشق میں تحریک چلا سکے مگر محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ کے بیچ وہ مصر میں تحریک چلانے میں کامیاب ہو گیا یہ دونوں ترقی کے خواہاں نوجوان تھے ـــــ اس وقت محمد بن ابی بکر کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اور محمد بن ابی حذیفہ تقریباً انہیں کے ہم عمر تھے۔

غزوۂ ذات الصواری کی معراج نصرت اور اس فتح مبین کی بلندی نیز اس پر رونق عظیم فضا میں محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور ان کے امراء کے خلاف اپنے قاتلانہ تیر درست کرنے

AsliAhleSunnet.com

کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کامیاب فتح کے قائد عبد اللہ بن سعد بن ابی السرح کے بھی یہ دونوں مخالف ہو گئے۔

چنانچہ ان دونوں نے حضرت عثمان اور ان کی تبدیل کردہ پالیسی۔ اور حضرت ابو بکر و عمر کے خلاف موصوف کی اختیار کردہ باتوں کے عیوب ظاہر کئے اور دونوں کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون حلال ہے کیونکہ انہوں نے عبد اللہ بن سعد بن ابی السرح کو عامل بنا دیا جو مرتد ہو گیا تھا اور قرآن عظیم کے ساتھ کفر کرنے لگا تھا حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو خارج کر دیا تھا انہیں عثمان نے عامل و حاکم بنا دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عثمان رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا اور ان کے بجائے سعید بن العاص و عبد اللہ بن عامر جیسے لوگوں کو والی بنایا۔[1]

اس مقام پر ہمیں اس سخت تنقید پر ایک نظر ڈالنی چاہئے جسے ابن ابی بکر اور ابن ابی حذیفہ حضرت عثمان کے سلسلے میں کرتے تھے۔

۱۔ دونوں حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، ان کی تبدیلیوں اور حضرت ابو بکر و عمر سے مخالفتوں کے عیوب ظاہر کئے۔ حالانکہ حضرت عثمان کو اجتہاد کرنے کا پورا حق حاصل تھا اور اس میں ان کی اطاعت ہونی چاہئے تھی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما حضرت عثمان پر حجت نہیں تھے ان پر صرف کتاب اللہ

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۱۵۷ ج ۷، بحوالہ واقدی عن معمر عن الزہری (واقدی غیر ثقہ، متروک اور کذاب ہے۔)

AsliAhleSunnet.com

اور سنت نبوی حجت تھی۔ یقیناً حضرت عمرؓ نے متعدد معاملات میں حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ پر یہ تنقیدیں کیوں نہیں کی گئیں؟ حضرت عمرؓ نے تقسیم مال میں حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کی۔ یہ کام انہوں نے مسلمان کی فضیلت اور مسابقت کے مطابق کیا جبکہ حضرت ابوبکرؓ تمام مسلمانوں کے مابین مال کی تقسیم یکساں کرتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے مجاہدین پر مفتوح شدہ آراضی کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کی۔ اور اپنے پاس مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ کو روک رکھنے میں بھی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کی مخالفت کی۔ لیکن کوئی بھی شخص ان پر اعتراض کرنے کے لئے نہیں کھڑا ہوا۔ پھر حضرت عثمان پر یہ تنقیدیں کیوں کی جانے لگیں۔؟

۲ ــــ دونوں (محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ) یہ کہنے لگے کہ "حضرت عثمان کا خون حلال ہے کیونکہ انہوں نے عبداللہ بن سعد کو عامل بنا دیا جو مرتد و بے دین ہو گیا تھا۔ اور قرآن مجید کے کفر کر بیٹھا تھا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مباح الدم قرار دیا تھا ــــ"

اس میں کونسی غرابت تھی؟ عبداللہ بن سعد کے بارے میں حضرت عثمان کی سفارش جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی تھی۔ تب سے موصوف عبداللہ بن سعد اسلام کی حفاظت میں تھے۔ موصوف مسلمانوں کے ایک فرد قرار پا گئے تھے جس کے قاتل کے خلاف جنگ بھڑک سکتی ہے گذری ہوئی بات سے تعرض نہ کرنا اور ایسی بات کو دفن کر دینا اسلام کا موقف و نظریہ ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ بن ابی جہل کو مباح

AsliAhleSunnet.com

الدم قرار دیدیا تھا پھر وہ مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمان بنے۔ انہوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا اور خود غزوہ یرموک میں شہید ہو گئے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر لشکر اسلام میں ایسے مدعیان نبوت کو قبول کر لیتے تھے جو اپنے تائب ہونے کا اعلان کر دیتے تھے مثلاً طلحہ بن خویلد اسدی اور عمرو بن معدی کرب زبیدی جو غزوہ نہاوند کے بعد شہید ہوئے ــــ جب عبداللہ بن سعد کی توبہ قبول کر لی گئی تھی تو انہیں مسلمانوں کے درمیان جینے کا حق حاصل تھا۔ نیز انہیں یہ حق بھی تھا کہ ایسے منصب پر سرفراز ہوں جس کو ان کے لئے خلیفہ مناسب سمجھیں اس کے بعد کہ معیوب ماضی کو نسیان کے گڈھوں میں دفن کر دیا جائے کیونکہ اسلام پہلے کی ساری باتوں کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

۳ ـــــ دونوں نے کہا تھا کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو نکال باہر کیا تھا انہیں عثمان نے حاکم بنا دیا۔" اس میں کوئی غرابت نہیں ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی کی سمجھ پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر کچھ لوگوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا تو اس کا سبب یہ تھا کہ اسلام کے خلاف جنگ اور بغض میں ان کا بڑا ہاتھ تھا لیکن اب وہ زمانہ گذر چکا تھا اب زمانہ کا تقاضا یہ تھا کہ ان لوگوں کو مدینہ منورہ کی گود میں واپس لایا جائے تاکہ وہ پرانا عار دھو ڈالیں۔ اور اسلامی معاشرہ میں ضم ہو جائیں۔ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سرآوردہ صحابہ کی موجودگی میں مدینہ منورہ آئے۔ ان صحابہ میں جنت کے بشارت یافتہ چھ حضرات زندہ تھے ان میں اصحاب بدر۔ اصحاب بیعت الرضوان۔ کبار مہاجرین و انصار بھی تھے

AsliAhleSunnet.com

مگر اس معاملہ میں ہم کسی بھی طرح کی تنقید ان حضرات کی طرف سے حضرت عثمان پر نہیں پاتے۔ حضرت عثمانؓ اجتہاد، مشورہ اور احکام نافذ کرنے کے خلیفہ مجاز تھے ـــــ ان لوگوں کا مدینہ منورہ میں داخل کرنا کوئی تشریعی اقدام نہیں تھا۔ پھر اگر ان لوگوں کو امیر المومنین عثمانؓ نے حاکم بنایا تو اس میں کوئی غرابت نہیں۔ کیونکہ نظام اسلامی میں حکام کی تقرری اور معزولی خلیفہ کے حقوق و اختیارات میں سے ہے اب ہمیں بدلی ہوئی صورت حال کے تصور کی کوشش کرنی چاہئیے! ہم کو سوچنا چاہئیے کہ مدینہ منورہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نکالے ہوئے جن لوگوں کو امیر المومنین عثمانؓ نے واپس بلایا تھا اسلامی معاشرہ میں انکی جدید حالت و روش کیا تھی کیا وہ لوگ اسلامی معاشرہ کے افراد میں اس وجہ سے خس و خاشاک اور آنکھ کے تنکے کی طرح قرار پا جائیں کہ ان کا ماضی خراب رہ چکا ہے؟ اور لوگوں کا ان کو اپنے درمیان دیکھنا ان کے داغدار و معیوب ماضی کے احساسات کو اس لئے ابھار دے گا کہ وہ کسی زمانہ میں راہ خدا سے روکا کرتے تھے؟ کیا خلیفہ ان کے ماضی کی بنیاد پر انہیں قتل کر دیں؟ اور بذریعہ جہاد و قربانی اس لاحق شدہ عار کو ڈھلنے کا انہیں موقع نہ دیں۔ جس سے ان کے عظیم حال سے سبب خراب ماضی کا بھلا دینا آسان ہو سکے۔؟

اس طرح کی بات اسلام نے کبھی نہیں کی ـــــ ہم دیکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو غزوۂ موتہ میں بھیجا حالانکہ انہیں مسلمان ہوئے چند مہینوں سے زیادہ نہیں گذرا تھا ـــــ حضرت عمرو بن العاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات السلاسل میں امیر لشکر بنا کر بھیجا حالانکہ وہ ابھی نو مسلم تھے ـــــ پھر حضرت خالد کو مختلف غزوات

AsliAhleSunnet.com

میں امیر لشکر بنایا گیا۔ یہ سب اس لئے ہوتا تھا کہ اس نوعیت کے لوگوں کے لئے میدان تیار ہو سکے کہ وہ جہاد کرنے اور قربانی دینے کی مشق کر سکیں اور اسلامی معاشرہ میں گھل مل سکیں۔ اور اللہ کی راہ میں ایسے قابل فخر صفحات ہو جائیں جن کی بدولت راہ خدا سے رکاوٹ کے صفحات لپیٹ دئے جائیں

—— یہی چیز امیر المومنین حضرت عثمان نے اختیار کی تھی۔ موصوف نے ان لوگوں کو اس لئے حامل بنایا کہ معاشرہ اسلامی میں انضمام و شمولیت کے کام میں مشق و مہارت حاصل کریں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں صحابیوں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا یہی طرز عمل تھا۔

پھر حضرت عثمان پر لوگوں نے کیوں تنقید و عیب گیری کی ؟

۴ —— "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو معزول کر کے ان کی جگہ پر حضرت عثمان نے سعید بن العاص اور عبداللہ بن عامر کو حاکم بنایا ——"

حالانکہ اس طرح کے کام امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی کئے پھر ان پر لوگوں نے کیوں تنقیدیں نہیں کیں ؟ کیا انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو معزول کر کے مغیرہ بن شعبہ کو والی نہیں بنایا تھا حالانکہ سعد و عمار کی قدر و منزلت اور اسلام میں سابقت معروف چیز ہے ؟۔

کیا حضرت عمر بن خطاب رضی نے حضرت عمیر بن سعد انصاری صحابی عظیم کو معزول یا مستعفی کر کے امیر معاویہ کو حاکم نہیں بنایا تھا حالانکہ معاویہ فتح

AsliAhleSunnet.com

مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں میں سے تھے۔

علاوہ ازیں اگر حضرت عثمان پر ہونے والی یہ تنقید اصل میں وزن دار تھی کہ انہوں نے اپنے اقربا کو سرکاری عہدے دئے تو اس کے فکری اور سیاسی دواعی واسباب تھے۔ جن کا تقاضا تھا کہ ایسا ہی کیا جائے حضرت عثمان اس قبیلہ کے آدمی تھے۔ جو آخری دم تک کفر کا علم بردار رہا۔ یہ قبیلہ اسلام کے خلاف جنگ کا علم بردار تھا۔ یہ بہت بڑا قبیلہ تھا اور نسب کے اعتبار سے شریف واصل تھا یعنی بنو امیہ کا قبیلہ۔ بنو امیہ کے لیڈر ابو سفیان اسلام کے خلاف جنگ کرتے رہے۔ اور اسلام کے خلاف لڑنے والے لشکر کی قیادت کرتے رہے۔ ان کے قبیلہ کے تقریباً سبھی لوگ اور باقی مشرکین ان کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف لڑتے رہے حتیٰ کہ موصوف فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے۔ اگر ہم چند لمحات کے لئے پیچھے کی طرف لوٹ آئیں اور صلح حدیبیہ کے واقعات کے ساتھ ٹھہریں تو مندرجہ ذیل حادثہ ہم کو ٹھہرنے پر مجبور کر دے گا :-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر کہا تھا کہ مکہ مکرمہ قاصد کی حیثیت سے جاویں تاکہ اہل مکہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کا سبب بتلاویں یعنی آپؐ عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں جنگ کرنے نہیں آئے ہیں ــــ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دیا تھا ؟

انہوں نے کہا تھا کہ " یا رسولَ اللہ " ! میں اپنی جان پر قریش سے ڈرتا ہوں۔ مکہ مکرمہ میں میرے قبیلہ بنو عدی بن کعب میں سے کوئی

AsliAhleSunnet.com

بھی ایسا نہیں جو مجھے بچا سکے۔ قریش کو اپنے ساتھ میری عداوت و سختی کا حال معلوم ہے۔ لیکن میں آپ کو ایک ایسا آدمی بتاتا ہوں جو میرے بالمقابل قریش میں کہیں زیادہ معزز ہیں یعنی عثمان بن عفان!

حاصل یہ کہ حضرت عمرؓ ایک غیر مشہور قبیلہ کے فرد تھے، اس قبیلہ سے صرف تھوڑے سے لوگ نمایاں ہو سکے لیکن حضرت عثمان اس قبیلۂ بنی امیہ سے تھے جو اسلام کے خلاف شرک کا علم بردار تھا جس وقت عام لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو گئے اس وقت بنو امیہ کے لوگ شرمسار و خجل ہو کر اپنے غم کھا رہے تھے ـــــ اور نادم و تائب ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کر رہے تھے ـــــ یہ لوگ چونکہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور آج اپنے کئے پر شرمسار و نادم تھے اس لئے ان کی ندامت و شرمساری کا مشاہدہ کر کے بغض سے اگر نہیں تو ہمدردی بھری نگاہوں سے انہیں ضرور دیکھتے تھے ـــ یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین حضرت عثمان نے جب خلافت کی زمام کار سنبھالی تو ان کے لئے ضروری ہو گیا کہ ان لوگوں کا اعتبار واپس لائیں اور انہیں تجربات کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھیں۔ اور انہیں اللہ کی راہ میں جہاد اور خطرناک مہموں میں بھیجیں اور ان کے لئے سازگار فضا فراہم کریں تاکہ دوسروں کی طرح وہ بھی شرف جہاد حاصل کر سکیں اور عقیدہ اسلام کی خاطر مر مٹنے کے لئے تیار رہیں ـــــ لہذا یہ فطری بات تھی کہ بنو امیہ کے بہت سے لوگوں کو معاملات کی ذمہ داریاں سونپی جائیں۔

ان لوگوں نے میدان قیادت میں اپنی قابلیت و صلاحیت کی برتری اور فوقیت نیز حکومت کے مختلف شعبوں میں عظیم قوت بھی ثابت کر دکھائی۔

AsliAhleSunnet.com

ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحیح ثابت ہو گئی کہ "خیارکم فی الجاھلیة خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا" زمانۂ جاہلیت کے اچھے لوگ فقہ سے آراستہ ہونے کے بعد اسلام میں بھی اچھے ہی رہتے ہیں۔

ہم تھوڑی دیر کے لئے محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ کی بات چھوڑ کر عبداللہ بن عامر کو گورنر بنانے میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے حاصل شدہ برکتوں کا مشاہدہ کریں جن کے گورنر بنائے جانے پر لوگ تنقید کرتے تھے۔

۳۲ھ میں یعنی جس زمانہ میں امیر معاویہ بن ابی سفیان کی زیر قیادت سرزمین روم کی طرف لشکر اسلام کی روانگی کے لئے ملک شام میں تیاری کی جا رہی تھی۔ اسی زمانے میں سرزمین فارس و ترکستان میں عبداللہ بن عامر نے پرچم جہاد بلند کیا اور میدانِ قیادت میں انہوں نے فائق مہارت ظاہر کر دکھائی اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم دی جس سے مومنوں کو فرحت ہوئی اور منافقوں کو غم ہوا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ غیر شعوری طور پر ابن سبا یہودی کے دام فریب میں پھنس گئے۔ (اللہ انہیں معاف فرمائے) یہ وہی زمانہ تھا کہ یہ دونوں عبداللہ بن عامر، امیر المؤمنین حضرت عثمان اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح پر تنقید یں کر رہے تھے — یہ وہی زمانہ تھا جس میں عبداللہ بن سعد بن ابی السرح نے مغرب اسلامی میں عظیم ترین فتح کی قیادت کی تھی۔ یہ رومیوں کے خلاف عظیم ترین بحری معرکہ آرائی تھی جو رومیوں کی پشت توڑ دینے والی تھی۔ یہ ذات الصواری کا معرکہ تھا جس میں دشمن کے پاس پانچ سو کشتیاں تھیں۔ جس میں قیصر روم قسطنطین

AsliAhleSunnet.com

اپنے زخم چاٹتا ہوا فرار ہو گیا تھا۔ یہ معرکہ مصر میں رومیوں کے خاتمہ کا باعث تھا اس طرح کہ اس فتح کے ساتھ نوبہ و افریقہ میں بھی بابرکت فتح حاصل ہوئی۔

لیکن مشرق اسلامی میں عبداللہ بن عامر لشکر اسلامی کے سرخیل تھے جو فارس و خراسان کی سرزمین میں دور تک گھستے چلے گئے اسی سال ۳۲ھ میں عبداللہ بن عامر نے مرو روز۔ طالقان۔ فاریاب۔ جوزجان اور طخارستان کو فتح کیا۔ اور یہ فتوحات گذشتہ سال یعنی ۳۱ھ کی فتوحات کے بعد ہوئیں مطلب یہ کہ ۳۱ھ میں بھی عبداللہ بن عامر کے ذریعہ متعدد فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔

یہاں ہم کو دو باتیں پیش نظر رکھنی چاہیئے:۔

پہلی ۳۱ھ میں پیش آمدہ بات جس کا ذکر حافظ ابن کثیر نے اس طرح کیا ہے

"اس سال (۳۱ھ میں) ابن عامر نے بہت سی فتوحات کیں۔ جن لوگوں پر یہ فتوحات حاصل کی گئیں ان لوگوں نے مصالحت کے بعد عہد شکنی کر ڈالی تھی، کچھ فتوحات بذریعہ جنگ حاصل ہوئیں اور کچھ صلح سے جن شہروں سے مصالحت کی گئی تھی ان میں سے ایک "مرو" تھا۔ ایک روایت کے مطابق دو لاکھ بیس ہزار درہم بطور جزیہ دینے کی شرط پر صلح ہوئی تھی اور دوسری روایت کے مطابق دو لاکھ ساٹھ ہزار درہم"[1]

دوسری بات ۳۲ھ کی ہے۔ جس میں عبداللہ بن عامر کے ہاتھوں مرو روز

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۹ ج ۷۔

AsliAhleSunnet.com

طالقان۔ فاریاب۔ جوزجان اور طخارستان فتح ہوئے۔

بنابریں عبداللہ بن عامر سے کہا گیا کہ :۔

"جتنی فتوحات آپ کے ہاتھوں ہوئیں اتنی کسی کے ہاتھوں نہیں ہوئیں۔ فارس۔ کرمان۔ سیجستان اور خراسان۔"

عبداللہ بن عامر نے جواب دیا کہ :۔

"یقیناً میں اس پہ اللہ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کمربستہ ہو کر اپنی اس اقامت گاہ سے عمرہ کا احرام باندھوں گا۔"

چنانچہ ابن عامر نے نیساپور سے عمرہ کا احرام باندھا۔[1]

مغرب کے اسلامی خطہ میں سرحد اسلام کے محافظ عبداللہ بن سعد بن ابی السرح اور مشرق کے اسلامی خطہ میں اسلامی سرحد کے محافظ ابن عامر سے محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ کو کیا ضرر ہو رہا تھا؟ اسلام کتنی اچھی حالت میں ہوتا اگر وہ داخلی سازشیں نہ ہوتیں جن کو عبداللہ بن سبا حرکت دے رہا تھا۔ پھر خلیفۃ الاسلام اور ان کے امراء کے خلاف بناوٹی معاملات اچھال رہا تھا۔!

ابن سبا اور اس کی پارٹی کو ان اسلامی فتوحات نے خوف زدہ اور حیران کر دیا تھا لہٰذا اس کے سامنے داخلی جنگ و جدال برپا کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ اگر عبداللہ بن سعد بن ابی السرح مغرب کے اسلامی خطہ اور ابن عامر مشرق میں تھے تو سرحد شام اور تمام شمالی اسلام کے حامی

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ $\frac{159}{16}$ ج ۷۔

AsliAhleSunnet.com

امیر معاویہ کہاں تھے ؟

امیر معاویہ قسطنطنیہ کے دروازے کھٹکھٹا رہے تھے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ اس پر فوج کشی کر رہے تھے۔ دشمن محاصرہ میں تھا۔ ممکن تھا کہ وہ زوال پذیر اور شکستہ ہو جائے اور ساری زمیں اپنے دروازے مسلمانوں کے لئے کھول دے بشرطیکہ وہ اندرونی بلا نہ آئی ہوتی جس کا منصوبہ یہودنے ہر خطے اور ملک میں بنا رکھا تھا۔ اس آفت کے سبب محافظین سرحد سرحدوں پہ رک گئے۔ اسلامی مغرب میں عبداللہ بن سعد بن ابی السرح رک گئے، مشرق میں عبداللہ بن عامر۔ اور شمال میں امیر معاویہ تاکہ نگاہیں اس شدید ترین داخلی فتنہ کی طرف متوجہ ہو جائیں جس سے صدر اسلام کی تاریخ آشنا ہوئی۔

AsliAhleSunnet.com

داعیانِ فتنہ اور امیر معاویہ رضؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو یہ خط لکھا کہ :۔

"بیشک اہل کوفہ نے تمہاری طرف کچھ ایسے لوگوں کو روانہ کیا ہے جو فتنہ خیزی کے لئے پیدا ہوئے ہیں تم انہیں باز رکھو اور ان پر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر ان کی طرف سے تم کسی قسم کی خیر و خوبی محسوس کرو تو اسے قبول کرو اور اگر وہ تمہیں عاجز کر دیں تو انہیں کوفہ والوں پر واپس کر دو۔"

یہ افراد جب امیر معاویہ کے پاس آئے تو انہیں معاویہ نے خوش آمدید کہا اور انہیں مریجم نامی کلیسا میں ٹھہرایا اور حضرت عثمان کے حکم کے مطابق ان پر وہ وظائف و اخراجات جاری کر دئے جو ان کے اوپر عراق میں جاری تھے ـــــ نیز امیر معاویہ ان کے ساتھ صبح و شام کا کھانا بھی کھایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ان لوگوں سے کہا۔

"بیشک تم عربی النسل لوگ ہو۔ تمہاری اچھی خاصی عمریں اور زبانیں ہیں۔ بذریعہ اسلام تمہیں دوسری امتوں پر غلبہ و شرف حاصل ہوا ہے۔ تم نے دوسری امتوں کے مراتب اور میراثیں

AsliAhleSunnet.com

سمیٹ لی ہیں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تم قریش پر نقد و نظر کرتے ہو اگر قریش نہ رہیں تو تم دوبارہ اسی طرح ذلیل ہو جاؤ گے جس طرح کہ تھے۔"

یقیناً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ جانتے تھے کہ امیر معاویہ پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے والے ہیں۔ ان میں اتنی فصاحت و بلاغت۔ حلم و صبر اور ذکاوت و چالاکی ہے جس سے وہ فتنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں یہی وجہ تھی کہ جب بھی کوئی پیچیدگی پیدا ہوتی تو حضرت عثمانؓ اسے معاویہ کے پاس بھیجتے تاکہ وہ اسے سلجھا دیں۔ اور عملاً امیر معاویہ نے ان افراد کو راضی کرنے کے لئے اپنی وسعت بھر محنت صرف کی۔ اولاً ان کی تکریم کی۔ ان کے ساتھ مل جل کر رہے۔ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے۔ ان کے ساتھ مجالست کے دوران اُن کے بھید سے واقف ہوئے۔ قبل اس کے کہ ان کی بابت نقل کی جانے والی باتوں کے مطابق ان پر حکم لگا دیں ــــ اپنے اور ان کے درمیان تکلف اور وحشت کو دور کر دینے کے بعد انہوں نے یہ ملاحظہ کیا کہ قبائلی غرور ہی ان میں یہ تحریک پیدا کر رہا ہے اور حکومت و سلطنت کی خواہش انہیں بھڑکا رہی ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ دو زاویوں سے ان پر کسی چیز کا اصرار کیا جائے:۔

(۱) عربوں کی عزت میں اسلام کا اثر۔ (۲) اشاعتِ اسلام اور اسلام کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے میں قریش کا کارنامہ۔

اگر عربوں کے بنانے بسنوارنے میں اسلام کا کوئی اثر تھا تو انہیں اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری تھا۔

AsliAhleSunnet.com

اس کے بعد امیر معاویہ نے ان کے سامنے وضع عرب کی تصویر کشی کی۔ اسلام کی بدولت یہ لوگ ایک امت بن کر صرف ایک امام کی اطاعت کرنے لگے۔ اور مطلق العنان۔ خون ریزی اور گھناؤنی قبائلی عصبیت کو انہوں نے چھوڑ دیا۔

امیر معاویہ نے ان کے ساتھ اپنی اس بات کے بعد یہ بھی کہا کہ

"تمہارے خلفاء تمہارے لئے ڈھال ہیں لہذا اپنی اس ڈھال سے تم علیحدگی مت اختیار کرو۔ آج تمہارے خلفاء تمہارے جور پر صبر کرتے ہیں اور تمہارے اخراجات برداشت کرتے ہیں۔ اس لئے تم اپنے اس موقف سے باز آجاؤ ورنہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسے حکمرانوں کے ساتھ مبتلا کردے گا جو تم کو بری طرح ستائیں گے۔ پھر صبر کے باوجود بھی وہ تمہاری تعریف نہیں کریں گے۔ پوری رعیت پر تمہاری وجہ سے جو مصیبت آئے گی اس میں تم ان حکمرانوں کے حصہ دار دنیاوی زندگی میں بھی ہو گے اور مرنے کے بعد آخرت میں بھی۔"

امیر معاویہ کی اس بات کے بعد ان میں سے ایک نے کہا :۔

"آپ نے قریش کی جو اہمیت بیان کی ہے تو قریش نہ جاہلی دور میں عام عربوں کے بالمقابل اکثریت میں تھے اور نہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ محفوظ و مامون اور طاقتور ہی تھے کہ آپ ہم کو ان سے ڈرائیں۔ اور آپ نے ڈھال ہونے کا جو ذکر کیا ہے۔ لیکن ڈھال اگر پھٹ جائے تو دشمن کا وار ہم پر اثر انداز ہو جائے گا۔"

اس پر امیر معاویہ نے کہا کہ :۔

AsliAhleSunnet.com

" اب میں تمہیں جان گیا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ تمہیں تمہارے اس کام پر قلتِ عقل نے ابھارا ہے (جس شخص نے مذکورہ بات کہی تھی اس سے مخاطب ہوتے ہوئے امیر معاویہ نے کہا) تم ان لوگوں کے خطیب ہو مگر میں تمہارے اندر عقل نہیں دیکھتا میں تمہارے سامنے عظمت اسلام پیش کرتا ہوں لیکن تم مجھ سے جاہلی دور کی باتیں کرتے ہو۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں مگر تم یہ خیال خام رکھتے ہو کہ جو ڈھال تمہاری حفاظت کر رہی ہے وہ پھٹ رہی ہے اور جو ڈھال پھٹ رہی ہو وہ ڈھال۔ ڈھال نہیں رہ جاتی ہے ۔۔ اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے جنہوں نے تمہارے معاملہ کو اہمیت دی اور تمہارے معاملہ کو تمہارے خلیفہ کے سامنے پیش کیا۔"

امیر معاویہ نے یہ جان لیا کہ سرسری اشارہ ان لوگوں کو کبھی راضی نہیں کر سکتا اس لئے سب سے پہلے قریش عرب کی وقعت کی تشریح مفصل ضروری ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ :۔ میرا خیال ہے کہ تم سمجھتے نہیں ہو مگر یہ سمجھ لو کہ جاہلی اور اسلامی دور میں قریش اللہ کے فضل ہی سے باعزت و معزز رہے۔ وہ عرب کی اکثریت یا عربوں میں زیادہ قوی نہیں تھے مگر باعتبار حسب و نسب وہ سب سے زیادہ شریف اور اصیل تھے، نیز اہمیتوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ باعظمت اور بلحاظ مروت سب سے زیادہ کامل تھے۔ لوگ ایک دوسرے کو کھائے جا رہے تھے لیکن قریش جاہلی دور میں بھی اس اللہ کے فضل سے محفوظ و مامون تھے جس کا معزز بنایا ہوا ذلیل نہیں کیا جا سکتا اور جس کا بلند کردہ آدمی پست نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اللہ نے قریش کو امن والے حرم میں ٹھکانہ دے رکھا تھا جس کے ہر چہار جانب سے لوگ اچک لئے جایا کرتے تھے

AsliAhleSunnet.com

کیا تم نہیں جانتے کہ عرب ہوں یا عجم۔ سیاہ رنگ کے لوگ ہوں یا سرخ سب کے ملک و عزت پر گردش ایام نے مصیبت ڈھائی مگر قریش اس سے مستثنیٰ رہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب کسی نے بھی کسی بری تدبیر کرنی چاہی اس کی گردن اللہ نے پست کر دیا ــــــ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ ان لوگوں کو آخرت کے انجام بد اور دنیا کی ذلت سے نجات دلائے جو اس کے دین کے تابع ہوں اور جن کو وہ عزت دینا چاہے لہٰذا اس نے اس چیز کے لئے اپنی بہترین مخلوق کو پسند کیا یعنی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر ان کے لئے اصحاب کو پسند کیا ان اصحاب میں سب سے زیادہ بہتر قریش تھے پھر اس حکومت کی بنیاد اللہ نے انہیں قریش پر رکھی اور موجودہ خلیفہ کو انہیں قریش میں بنایا اور اس کے لائق وہی تھے بھی ــــــ اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی ان کی نگہبانی کرتا تھا باوجودیکہ وہ کفر پر تھے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ انکی نگہبانی نہیں کرے گا جبکہ وہ اس کے دین پر قائم ہوں حالانکہ اس نے ان کی حفاظت دورِ جاہلیت میں بھی ان بادشاہوں سے کی جو تم کو اپنا غلام و فرمانبردار بنائے ہوئے تھے؟

تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر افسوس ہے۔ کاش اس مجلس میں تمہارے علاوہ کوئی دوسرا بولتا (یعنی تو وہ اتنی غلط سلط باتیں نہ کہتا) لیکن تم ہی ابتدا کر بیٹھے۔ اور صعصعہ تمہارا حال یہ ہے کہ تمہاری بستی بدترین عربی آبادی ہے۔ نشو و نما کے اعتبار سے تمہاری بستی بہت گندی ہے۔ اور اس کی وادی زیادہ عمیق ہے۔ شر انگیزی میں زیادہ ماہر۔ اور پڑوسی کے اعتبار سے کمینہ تر ہے۔ تمہاری اس بستی میں شریف یا ذلیل جو بھی رہے گا وہ

AsliAhleSunnet.com

بہت گالیاں کھائے گا اور اس پر یہ بستی باعث عار و عیب ہو گی تمہاری بستی کے لوگ عربوں میں قبیح ترین القاب والے ہیں نیز رشتہ و ناطہ کے اعتبار سے یہ لوگ بد ترین قوم ہیں تمہاری بستی کے لوگ قوموں میں اجنبی کی طرح ہیں۔ تم لوگ خط نامی خطہ کے پڑوس میں رہنے والے فارسیوں کے آلۂ کار ہو (خلیج فارس کے ساحل پر آباد شدہ بحرین کے ایک خطہ کو خطہ کہتے ہیں جو کسی زمانہ میں فارسیوں کی نو آبادیات میں شامل تھا)

تمہاری قوم کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے خیر ہوئی مگر یہ دعائے نبوی تم سے ٹکرا گئی اور تمہیں میسر نہ ہوئی کیوں کہ تم عمان میں جا کر اجنبی کی طرح آباد ہو گئے تھے بحرین میں سکونت نہیں رکھتے تھے کہ تم بھی دعائے نبوی میں شریک ہو سکو تم اپنی قوم میں سب سے بدتر ہو۔ یہاں تک کہ جب گم نامی کے بعد اسلام نے تمہیں شہرت بخشی اور لوگوں میں تمہیں شامل کر دیا اور تم کو ان لوگوں پر برتری اور فوقیت عنایت کی جن کو تم پر برتری حاصل تھی۔ تو تم اللہ کے دین میں کجی پیدا کرنے میں مصروف ہو گئے اور کمینگی و ذلت کے شیدا بن گئے۔ تمہارا یہ کام قریش کو ذلیل نہ کر سکے گا نہ ضرر پہنچا سکے گا اور نہ انہیں ان کی ذمہ داری کی ادائیگی سے مانع ہو سکے گا۔

شیطان تم سے غافل نہیں ہے —— پوری قوم میں سے اس کو تمہاری شرارت کا علم تھا اس لئے اس نے تم کو لوگوں پر ورغلایا۔ وہ تم کو ہیجنا جانتا ہے۔ بے شک اسے معلوم ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ اللہ کے کئے ہوئے کسی فیصلہ اور اس کے چاہے ہوئے کسی معاملہ کو بدل نہیں سکتا جب کبھی برائی کے ذریعہ تم کوئی چیز حاصل کرو گے تو اس سے زیادہ بری اور رسوا کن چیز

AsliAhleSunnet.com

کا دروازہ اللہ تعالیٰ تم پر کھول دے گا۔

یہ کہہ کر امیر معاویہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں چھوڑ دیا۔

اس طرح موصوف نے انہیں باز رکھنے کے لئے اپنی تمام فکری، ثقافی اور سیاسی صلاحیتیں خرچ کیں۔

سب سے پہلے انہوں نے قریش کے جاہلی اور اسلامی معاملہ کو پیش کیا دنیا کے کس مسلمان پر سورۂ فیل کا ذکر نہیں گذرا جس میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے ابرہہ اور لشکر ابرہہ کی ہلاکت اور اپنے گھر کی تکریم کی خاطر حفاظت قریش کا تذکرہ کیا ہے؟ اور کس مسلمان پر سورۂ قریش کا ذکر نہیں گذرا جس میں اس قبیلہ یعنی قریش پر یہ احسان جتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی خاطر اس قبیلہ کو عزت بخشی؟ چنانچہ فرمایا:۔

"لا یلاف قریش۔ ایلافھم رحلۃ الشتآء و الصیف۔ فلیعبدوا رب ھٰذا البیت الذی اطعمھم من جوع و اٰمنھم من خوف۔

(یعنی قریش کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب انہیں اس گھر کے رب کی پرستش کرنی چاہئے جس نے انہیں کھانا کھلایا اور خوف سے محفوظ رکھا"۔)

نیز اس قبیلہ (قریش) پر معرض احسان میں یہ ارشاد الٰہی ہے کہ:۔

"اولم یروا انا جعلنا حرمًا اٰمنا و یتخطف الناس من حولھم افبالباطل یومنون و بنعمۃ اللہ یکفرون۔"

AsliAhleSunnet.com

(کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے حرم کو امن گاہ بنا دیا جبکہ ان کے چاروں طرف سے لوگ اچک لئے جایا کرتے ہیں پھر بھی وہ باطل پر ایمان رکھتے اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں ؟)

اپنے گھر کی تکریم کی خاطر کفر کے باوجود قریش پر اللہ کا انعام تھا پھر وہ حالت اسلام میں قریش کو کیونکر چھوڑ دیتا ۔ ؟

جب ہم فتنۂ ارتداد کے واقعات اور حکومت پر قریش کی تولیت کے خلاف قبائل کے احتجاج پر نظر ثانی کرتے ہیں ۔ اور اس زمانے کے شاعر ارتداد حطیہ کے اس قول کو ذہن میں لاتے ہیں کہ :۔

اطعنا رسول اللہ اذ کان بیننا فیا لعباد اللہ ما لابی بکر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے تو ہم نے ان کی اطاعت کی لیکن ان کے بعد بندگان خدا کو ابوبکر کی اطاعت کرنے کی کیا حاجت رہ گئی ہے ؟ ۔

اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس زمانے کے قائدین امت حضرت ابوبکر صدیق ۔ عمر فاروق اور امین الامۃ ابوعبیدۃ بن الجراح نے ان تیز تند آندھیوں کے مقابلہ میں کس طرح کا طرز عمل اختیار کیا تو پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات ایک طرف اس فرمان نبوی کی تائید و اثبات کرتے ہیں کہ :۔

" ان الأمراء من قریش " (حکومت چلانے والے امرا قریش سے ہوں گے ۔)

اور دوسری طرف سیاسی اعتبار سے یہ لوگ اس بات کی تائید و اثبات کرتے ہیں کہ :۔

AsliAhleSunnet.com

"ان العرب لا تدین الا لقریش" (قریش کے علاوہ عرب کسی اور کے مطیع نہیں ہو سکتے)

اگرچہ اس وقت انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات مان لی تھی اور سب لوگ فتنۂ ارتداد کے مقابلہ میں متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے لیکن یہ لوگ نئے سرے سے فتنہ بھڑکانے لگے تھے۔

یہ تھے امیر معاویہ جو اس بات کی کوشش کر رہے تھے کہ جاہلی دور میں قریش کو اللہ سے مربوط قرار دیں۔

یعنی اس زمانہ میں یہ لوگ اللہ کے گھر کے حامی و محافظ تھے پھر وہ اسلامی دور میں ان کے کارناموں کو بھی بیان کرتے تھے جس زمانہ میں نوجوانان قریش نے دعوت اکبر کی ذمہ داری سنبھال لی اور اللہ نے انہیں بذریعہ اسلام عزت بخشی۔

اس میں شک نہیں کہ فتح مکہ مکرمہ کے دن جبکہ پرچم اسلام حضرت سعد بن عبادہ انصاری کے ہاتھ میں تھا تو سعد نے کہا تھا کہ "آج اللہ نے قریش کو ذلیل کر دکھایا" اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سعد کی بات پسند نہیں آئی اور آپ نے پرچم سعد سے چھین کر ان کے بیٹے قیس کو دیدیا اور فرمایا "آج اللہ نے قریش کو عزت بخشی ہے۔"

لیکن کلام معاویہ کا دوسرا فقرہ ان فتنہ پرور لوگوں کے قبائل اور ان کے جاہلی دور کی حالت پر فٹ ہوتا ہے۔ یہ قبائل جغرافیائی اعتبار سے خراب آب و ہوا اور گندی مرزبوم کے شدائد جھیلا کرتے تھے اور سیاسی اعتبار سے فارسیوں کی اطاعت و ذلت کی سختیاں برداشت کرتے تھے۔ یہاں

AsliAhleSunnet.com

تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بذریعہ اسلام عزت بخشی تو ذلت کے بعد یہ معزز بن گئے اور پستی کے بعد بلند ہو گئے۔

امیر معاویہ کا تیسرا فقرہ ان لوگوں کے خطیب صعصعۃ بن صوحان پر منطبق ہوتا ہے اور اس بات کی ترجمانی کرتا ہے کہ صدائے رسالت کو لبیک کہنے میں انہوں نے کیسی پس و پیش کی تھی؟ جبکہ ان کی قوم کے لوگ داخل اسلام ہو گئے تھے پھر صعصعہ اسلام سے منسلک ہو گئے تھے اور اسلام نے انہیں پستی کے بعد بلندی بخش دی تھی۔

امیر معاویہ کی تقریر کا چوتھا فقرہ صعصعہ اور ان کے ساتھیوں کے منصوبوں کو واضح کرتا ہے نیز اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ فتنہ انگیزی کرنی چاہتے تھے اور اللہ کے دین میں کجی کے خواہاں تھے نیز یہ کہ شیطان اس فتنے کا آشیانہ اور اس شر کا محرک تھا۔

اس طرح امیر معاویہ نے تاریخ امت کو اللہ پھر اسلام اور عقیدہ کے ساتھ مربوط کیا پھر انہوں نے ان لوگوں کا کھوٹا پن ظاہر کیا اور انہیں فضیحت کی اور ان کے منصوبوں کا دعویٰ جاہلیت کے ساتھ تعلق واضح کیا۔

☆ — ☆ — ☆

ہمارے سامنے ایک دوسری روایت ہے جس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے وہ روایت اس طرح ہے کہ :-

AsliAhleSunnet.com

دوسری نشست کا آغاز امیر معاویہ کے اس قول سے ہوا کہ :-

"بخدا میں تم کو جس چیز کا حکم دیتا ہوں اس کی ابتداء میں اپنی ذات، اپنے گھر والوں اور اپنے خاص لوگوں کے ساتھ کرتا ہوں۔ قریش کو یہ معلوم ہے کہ ابوسفیان (والد معاویہ) قریش میں خود سب سے زیادہ باعزت تھے اور سب سے زیادہ باعزت کے بیٹے تھے مگر اتنی بات تھی کہ اللہ نے اپنے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو سب پر فوقیت بخشی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا تھا اور انہیں باعزت بنایا تھا۔ کسی میں اخلاق صالحہ میں سے کوئی چیز اللہ نے اگر پیدا کی تھی تو اس سے کہیں زیادہ عمدہ اور بہتر اخلاق کے ساتھ اس نے اپنے نبی کو خاص کر دیا تھا اور برے اخلاق میں سے کوئی چیز اگر اس نے کسی میں پیدا کر رکھی تھی تو اس سے اپنے نبی کو اللہ نے پاک اور محفوظ رکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اگر سبھی لوگ ابوسفیان سے پیدا ہوئے ہوتے تو ہر شخص عقلمند ہوتا۔"

ہم نہیں جانتے کہ ابوسفیان سے متعلق امیر معاویہ کی اس بات کے لئے کون سی مناسبت اور گنجائش تھی۔ ممکن ہے کہ اس کا محرک یہ ہو کہ لوگ امیر معاویہ اور ان کے باپ ابوسفیان کی تنقیص کیا کرتے تھے اس لئے انہوں نے یہ کہنا ضروری سمجھا جس سے ان کی عصبیت مزید بڑھ گئی چنانچہ صعصعہ نے کہا کہ :-

"تم جھوٹ بکتے ہو، تمام لوگ تمہارے باپ ابوسفیان سے کہیں زیادہ بہتر یعنی حضرت آدم سے پیدا ہوئے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا اور ان میں اس نے اپنی روح پھونکی تھی اور ان کے لئے تمام

AsliAhleSunnet.com

فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا چنانچہ سب نے سجدہ بھی کیا تھا لیکن آدم کی اولاد میں اچھے۔ برے اور احمق و زیرک ہر طرح کے لوگ ہیں"

چونکہ اس معاملہ میں حق صعصعہ اور ان کے گروہ کے ساتھ تھا اور ابوسفیان کے لئے امیر معاویہ کی مدح سرائی حقیقت سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر تھی اور ان لوگوں نے امیر معاویہ پر حجت بھی قائم کر دی تھی اس لئے امیر معاویہ خاموش ہو گئے اور نشست برخواست کر دی۔

★ — ★ — ★

تیسری مجلس

پھر دوسری رات آئی تو ان لوگوں سے امیر معاویہ نے دیر تک بات چیت کی پھر انہوں نے کہا:۔

"لوگو! مجھے یا تو اچھا سا جواب دو ورنہ خاموش رہو اور سوچ بچار سے کام لو۔ اور ایسی چیزوں کو دیکھو جو تمہیں، تمہارے اہل وعیال، تمہارے خاندان و قبائل۔ اور مسلمانوں کے لئے نفع بخش ہوں۔ تم اس طرح کی نفع بخش چیز تلاش کرو تو تم خود زندہ رہو گے اور تمہارے ساتھ ہم بھی زندہ رہیں گے۔"

صعصعہ نے کہا۔

"تم اس لائق نہیں کہ تمہیں اچھا جواب دیا جائے اور نہ اس میں تمہارے لئے کوئی عزت ہے کہ اللہ کی معصیت میں تمہاری بات مانی جائے

امیر معاویہ نے کہا۔

"کیا میں نے ابتداء ہی میں تم کو اللہ کے تقویٰ و طاعت اور اس کے رسول کی طاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ نیز یہ کہ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور افتراق مت پیدا کرو؟

ان لوگوں نے جواب دیا کہ :۔

"بلکہ آپ نے تفرقہ کی بات کہی ہے نیز اس کے خلاف بھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔"

امیر معاویہ نے کہا کہ :۔

"اگر میں نے تفرقہ کی اور خلاف فرمان نبوی کوئی بات کہی ہے تو میں اسی دم اللہ سے توبہ کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو تقویٰ۔ اطاعت خداوندی اطاعت نبوی۔ جماعت سے وابستگی اور افتراق سے ناپسندیدگی کا حکم دیتا ہوں۔ نیز اس بات کا حکم بھی میں آپ کو دیتا ہوں کہ اپنے حکّام کی توقیر کریں۔ اور جس قدر ہو سکے آپ ہر بھلائی پر ان کی رہبری کریں۔ اگر ان میں کسی طرح کی خرابی ہے تو نرمی و لطف کے ساتھ ان کو نصیحت کریں۔"

صعصعہ نے کہا :۔

"آپ کی اس بات کے پیش نظر ہم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنے عہدہ سے علیحدگی اختیار کرلیں کیونکہ آپ کے بالمقابل مسلمانوں میں اس عہدہ کے زیادہ حق دار لوگ موجود ہیں۔

امیر معاویہ نے کہا :۔

"وہ کون ہیں؟"

AsliAhleSunnet.com

ان لوگوں نے کہا :-

"جس کے باپ آپ کے باپ کے بالمقابل باعتبار شرافت و تقدم کہیں زیادہ بہتر ہیں اور وہ بذات خود بھی اسلام میں آپ کے بالمقابل باعتبار شرف و تقدم کہیں زیادہ بہتر ہیں۔"

امیر معاویہؓ نے کہا :-

"بخدا مجھے اسلام میں تقدم حاصل ہے البتہ کچھ لوگ مجھ سے زیادہ بہتر شرف و تقدم والے ہیں لیکن میرے اس زمانہ میں اس عہدہ کو سنبھالنے والا مجھ سے زیادہ قوی کوئی نہیں ہے۔ یہ بات حضرت عمر بن خطابؓ نے دیکھی تھی۔ اگر میرے علاوہ کوئی دوسرا اس عہدہ کی زیادہ طاقت رکھنے والا ہوتا تو میرے یا کسی کے لئے بھی حضرت عمر میں کوئی سستی و نرمی نہ ہوتی۔ میں نے کوئی ایسی نئی بات بھی نہیں کی جس کے سبب مجھے اپنے عہدہ سے معزول ہو جانا بہتر ہو۔ اگر امیر المومنین اور جماعۃ المسلمین نے ایسی بات دیکھی ہوتی تو خلیفہ اپنے ہاتھ سے میری معزولی کا حکم لکھتے اور میں معزول ہو جاتا۔ اگر اللہ نے یہ مقدر کر رکھا ہے کہ وہ مجھے معزول کریں تو مجھے امید ہے کہ وہ اچھی ہی چیز کا عزم کریں گے۔ لہٰذا آپ لوگ توقف سے کام لیں کیونکہ اس طرح کی باتیں شیطان چاہتا ہے اور ان کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔

میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری رائے اور چاہت کے مطابق معاملات طے ہوں تو امور اہل اسلام ایک دن اور ایک رات کے لئے بھی درست نہ رہ جائیں گے لیکن معاملات اللہ طے کرتا اور ان کی تدبیر

AsliAhleSunnet.com

کرتا ہے۔ لہٰذا تم خیر کی طرف مراجعت کرو اور اچھی بات کہو،،

ان لوگوں نے جواب دیا کہ :-

" آپ اس کے لائق نہیں "

امیر معاویہ نے کہا کہ :-

" خبردار رہو! بخدا اللہ کے سخت مواخذات اور انتقامات ہیں مجھے تم پر اس کا خوف ہے کہ تم شیطان کی مسلسل پیروی کرتے رہو گے یہاں تک کہ شیطان کی پیروی اور اللہ کی معصیت تم کو ذلت گاہ میں اللہ کے انتقام کے سبب جلد ہی پہنچادے گی نیز آخرت میں دائمی رسوائی میں تمہیں ڈال دے گی۔ "

یہ سن کر یہ لوگ امیر معاویہ پر اچھل پڑے اور انہوں نے موصوف کی داڑھی و سر کو پکڑ لیا —— تو امیر معاویہ بولے :-

" چھوڑ دو! یہ سر زمین کوفہ نہیں ہے۔ بخدا اگر اہل شام میرے ساتھ تمہارے برتاؤ کو دیکھ لیں تو پھر ان کو تمہارے قتل سے میں بھی نہیں روک سکتا۔ میری زندگی کی قسم تمہاری حرکتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

پھر امیر معاویہ ان کے پاس سے اٹھ گئے اور بولے کہ :-

" اب زندگی بھر میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ "[1]

یہ آخری کوشش تھی جس میں امیر شام حضرت معاویہ رضؓ نے اپنی پوری طاقت صرف کردی اور ان لوگوں کو فتنہ سے باز رکھنے کے لئے اپنے اعصاب، ثقافت

[1] تاریخ الطبری ج ۳ ص ۳۶۶/۳۶۷ بروایت السری عن شعیب عن سیف۔

AsliAhleSunnet.com

اور حلم کا استعمال کیا۔

امیر معاویہ انہیں اللہ کی طاعت و تقویٰ۔ جماعت سے وابستگی اور علیحدگی سے دوری کی دعوت دے رہے تھے۔ مگر یہ لوگ اپنی آواز بلند کر کے کہتے تھے کہ "یہ جائز نہیں کہ اللہ کی معصیت میں تمہاری اطاعت کی جائے اور وہ اپنی بڑی بردباری اور کشادہ دلی سے مکرر کہتے کہ وہ اللہ کی اطاعت کا حکم دے رہے ہیں اور اگر ان کے خیال کے مطابق ان سے معصیت سرزد ہوئی ہے تو اس سے موصوف نے توبہ بھی کی پھر مکرر وہ انہیں اطاعت۔ جماعت لازم پکڑنے اور اتحاد امت میں تفرقہ سے دور رہنے کی دعوت دیتے رہے۔ اگر وعظ انہیں فائدہ پہنچاتا تو اس برتاؤ۔ اس مہربانی و نرمی اور بردباری سے ان کے قلوب ضرور متاثر ہوئے ہوتے۔

لیکن ان لوگوں نے اس کو امیر معاویہ کی کمزوری و مداہنت سمجھا خاص طور پر اس وجہ سے کہ انہوں نے ان لوگوں کو توجہ دلائی کہ وعظ و نصیحت میں نرمی و متانت سے کام لیں اس سے ان لوگوں نے اپنے دل کی پوشیدہ بات ظاہر کر دینے کے لئے میدان کو کشادہ سمجھ لیا اور کہا کہ:۔

"ہم آپ کو معزول ہونے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ اس عہدہ کا آپ سے زیادہ حق رکھنے والے مسلمان موجود ہیں۔"

امیر معاویہ فوراً بھانپ گئے کہ یہ لوگ کوئی چیز چھپاتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے اوپر مخفی گوشہ کی جانکاری حاصل کرنی چاہی۔ شاید اس جانکاری میں ایسی بات مل جائے جس سے اس شخص کی طرف رسائی حاصل ہو سکے جو انہیں حرکت دے رہا ہے اور ان کے دماغوں میں خود غرضی پر مبنی خوفناک۔ بناوٹی

AsliAhleSunnet.com

جھوٹی افواہیں پھیلا رہا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اس بات کو مخفی رکھا جس کو وہ چھپائے ہوئے تھے۔ انہوں نے صرف اس بات کی طرف اشارہ پر اکتفا کیا کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ امیر معاویہ عہدہ اس شخص کے لئے چھوڑ دیں جو ان سے افضل ہے اور جس کے باپ ان کے باپ سے افضل ہیں۔ پھر امیر معاویہ نے ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حلم و بردباری کا مظاہرہ کیا یعنی ان لوگوں کے طرز عمل کے بالکل خلاف جس پر وہ چل رہے تھے۔ یہ لوگ امیر معاویہ کو عہدہ سے معزول ہونے کو کہہ رہے تھے۔

اس جگہ ہم امیر معاویہ کے جواب کو ایسا پاتے ہیں جو حکومت۔ امارت اور قیادت کے معاملہ میں موصوف کے نقطۂ نظر سے اخذ کیا گیا تھا وہ ایک حساس نقطہ ہے جس کا ہمارے ذہنوں میں منقش ہونا اور ہمارے قلوب پر اثر انداز ہونا ضروری ہے۔ ان باتوں سے امیر شام حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے بہت سے تصرفات پر فیصلہ کن رائے قائم کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

امیر معاویہ نے اپنے جواب کو چھ بنیادی اور اہم نقطوں میں ملخص طور پر پیش کیا۔

۱۔۔۔ انہیں اسلام میں سبقت و تقدم و شرف حاصل ہے۔ انہوں نے یہ بات بطور فخر و مباہات نہیں کہی تھی بلکہ ان تعنت پسند لوگوں کے سامنے ایضاح حقیقت کے لئے کہی تھی۔ اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں موصوف اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد سرحد شام کے محافظ رہے جیسا کہ ہم نے دیکھا۔ امیر معاویہ ہر سال مسلمانوں کے لشکر کے قائد بن کر کسی زمین کو فتح کرتے یا کسی شہر کا محاصرہ کرتے۔ یا کسی نئی سرزمین اور نئے لوگوں میں اسلام

AsliAhleSunnet.com

کے لئے کوئی فضا ساز گار بنائے۔ امیر معاویہ ہی نے بحیرۂ روم کو بحیرۂ اسلامی میں بدل دیا تھا۔ اگرچہ مسلمان ہونے سے پہلے ہونے والے اسلامی معرکوں میں ان سے سبقت کی۔ فضیلت فوت ہوگئی تھی۔ لیکن اسلام میں داخل ہونے کے بعد اللہ کی راہ میں اپنے سارے ممکن وسائل اور قوتوں کو پیش کرنے میں انہوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

۲ —— بیشک مسلمانوں میں وہاں ان سے افضل و معزز لوگ موجود تھے نیز ان سے بہترین مسابقت اور کارکردگی والے بھی تھے لیکن وہ خود کو تمام مسلمانوں سے فائق نہیں قرار دیتے تھے البتہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شام کی عظیم اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والوں میں وہ قوی تر تھے۔ چنانچہ جب سے وہ حاکم شام ہوئے تھے تب سے انہوں نے اس کے نظم و نسق اور سیاست کو درست رکھا تھا اور انہوں نے وہاں کے باشندوں کی نفسیات کو سمجھ لیا تھا حتیٰ کہ باشندگان تمام ان سے محبت کرنے لگے تھے اور ان پر کسی کو وہ ترجیح نہیں دیتے تھے جبکہ ہم دوسرے صوبوں اور سرحدوں کو دیکھتے ہیں کہ ایک امیر پر وہ قرار نہیں پکڑتے تھے اور وہاں بغاوتیں اور فتنے نہیں رکتے تھے۔ وہ قوی بھی تھے اور امارت کے لائق بھی گورنروں میں ان کے طرز کا کوئی نہیں تھا۔

۳ —— امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حکام اور گورنروں کی تقرری کرنے کے حساس اور دقیق معیار استعمال کرتے تھے۔ انہیں اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں روک سکتی تھی اگر وہ معاویہ میں کوئی خامی و نقص۔ انحراف و غلط روی یا کمزوری پاتے تو ضرور معزول کر دیتے اور موصوف کو ایک دن کے لئے بھی برقرار نہیں رکھتے۔ حق کے

AsliAhleSunnet.com

معاملہ میں حضرت عمر کی استقامت و پختگی اور عزیمت میں شک کی گنجائش نہیں
حضرت عمرؓ وہ تھے کہ کسی راستہ میں انہیں آتا ہوا دیکھ کر شیطان بھاگ
جاتا تھا۔ ان کے پورے دور خلافت میں امیر معاویہ نے کام کیا تھا۔ اسی طرح
اس کے پہلے معاویہ کو بعض ذمہ داریاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
سونپی تھیں اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کاتب وحی بنا رکھا تھا
اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے بھی حاکم بنایا تھا مگر کسی نے بھی ان
کی کارکردگی پر اعتراض و طعن نہیں کیا تھا

۴ —— عہدہ سے معزول کئے جانے کے لئے ضروری ہے کہ معزولی کو
واجب قرار دینے والے اسباب پر اعتماد کیا جائے۔ دریں صورت داعیان
فتنہ وہ کون سی دلیل پیش کرتے تھے جس کی بنیاد پر معزول کیا جائے؟ امیر
معاویہ نے کسی ایک حادثہ وسبب کو پیش کرنے کا مطالبہ کیا جس کے سبب
انہیں عہدہ سے معزول ہونا چاہئے تھا۔ اس کے پس منظر میں وہ یہ جاننا
چاہتے تھے کہ یہ لوگ ان کے خلاف اپنے جی میں کیا مقصد رکھتے ہیں؟ نیز
یہ جاننا چاہتے تھے کہ امت میں آتش فتنہ بھڑکانے کے لئے وہ کس قسم کی
چیزیں پھیلا سکتے ہیں۔

۵ —— عہدہ سے معزول کرنے یا امارت کو برقرار رکھنے کا فیصلہ
کرنے کا حق ان مدعیانِ اصلاح کو نہیں حاصل تھا بلکہ اس کا حق امیر المومنین
حضرت عثمان کو تھا۔ نصیحت اور ان کو معروف (بھلائی) کا حکم دینے اور
برائی سے روکنے کا حق حاصل تھا اور ان پر یہ فرض تھا کہ اگر حکام کسی معصیت
و گناہ کا حکم دیں تو اطاعت نہ کریں کیونکہ اللہ کی معصیت میں کسی مخلوق

AsliAhleSunnet.com

کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ یہ سارے تفوق انہیں حاصل تھے لیکن کسی دوسرے کے لئے معزولی و تقرری کا حق ہونا یہ حق نہیں بلکہ بے راہ روی مطلق العنانی، بربادی اور فساد ہے۔ یہی بات ان سے امیر معاویہ نے پوری تاکید کے ساتھ ان الفاظ میں کہی تھی کہ:۔

"اگر تمہاری رائے اور چاہت کے مطابق معاملات طے کئے جائیں تو مسلمانوں کے معاملات ایک دن بھی درست نہیں رہ سکیں گے۔"

۶ ــــ امیر معاویہ کے کلام میں چھٹا نقطہ سب سے زیادہ خوشگوار ہے، وہ یہ کہ امیر المومنین جس دن معاویہ کی معزولی کا فیصلہ کریں گے وہ ٹھیک ہی ہوگا انہیں اس بات پر پورا اعتماد تھا کہ امیر المومنین کا حکم بہتر ہوگا ــــ اس میں ذلت کی کوئی بات نہیں، وہ تو ایک مامور کردہ امیر تھے جو خلیفۃ المسلمین کا پابند ہوتا ہے، اگر وہ اپنے کو اس امارت کے سنبھالنے میں تمام مسلمانوں سے زیادہ قوی سمجھتے تو بھی امیر المومنین کا فیصلہ ان کی اپنی رائے سے کہیں زیادہ بابرکت تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا تھا کہ:۔

"اگر امیر المومنین اور مسلمانوں کی رائے ہوتی تو وہ خود اپنے ہاتھ سے مجھے لکھتے تو میں معزول ہو جاتا اور اگر اللہ نے اس طرح کا فیصلہ کیا تو مجھے امید ہے کہ امیر المومنین اچھی ہی بات کا فیصلہ کریں گے"

اس مجلس کا خاتمہ بہت افسوسناک اور المناک ہوا۔ امیر معاویہ نے

AsliAhleSunnet.com

لوگوں کو اللہ کے انتقام و غضب سے ڈرایا تھا۔ نیز انہوں نے لوگوں کو شیطان کے پھسلانے اور گرانے کی جگہوں سے آگاہ کیا تھا ـــــ نیز انہوں نے خلیفہ کی نافرمانی اور تفرقہ اندازی سے خبردار کیا تھا۔ انہوں نے خواہشات نفسانی اور غرور کی پیروی سے ہوشیار کیا تھا۔ مگر اس کے بالمقابل ان لوگوں کا کیا موقف و طرز عمل تھا؟

یہ لوگ امیر معاویہ پر کود پڑے تھے اور انہوں نے موصوف کی داڑھی و سر پکڑ لئے تھے۔

اس موقعہ پر موصوف نے انہیں ڈانٹا اور ہٹایا تھا اور ان سے سخت کلامی کی تھی جس میں تہدید اور دھمکی پوشیدہ تھی۔ موصوف سمجھ گئے تھے کہ حق کی طرف ان کا لوٹنا محال ہے۔ لہذا ان کے معاملہ کو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچانا ضروری تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت عثمانؓ کو یہ خط لکھا کہ :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام امیر المومنین عثمان از معاویہ بن ابی سفیان

امابعد ـــــ آپ نے میرے پاس جن لوگوں کو بھیجا ہے وہ شیاطین کی زبان میں بات کرتے ہیں۔ نیز وہ شیطانوں کی املا کرائی ہوئی بولیاں بولتے ہیں، وہ بزعم خویش لوگوں کے پاس قرآن کی باتیں لاتے ہیں اس لئے لوگوں کو شبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ تمام لوگ ان کے اصل مقصد کو نہیں جانتے۔

یہ لوگ تفرقہ چاہتے ہیں، اور فتنہ کو قریب کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

AsliAhleSunnet.com

انہیں اسلام گراں اور پریشان کن معلوم ہوتا ہے، ان کے قلوب میں شیطان کا اثر جاگزیں ہو گیا ہے، باشندگان کوفہ میں جن لوگوں کے مابین یہ رہا کرتے ہیں ان میں سے بہت سارے لوگوں کو انہوں نے بگاڑ دیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ اگر یہ باشندگانِ شام کے درمیان رہے تو اپنے جادو منتر اور بدکرداری سے انہیں بھی آپس میں بھڑ کا دیں، لہٰذا آپ انہیں ان کے شہر میں واپس کر دیجئے، ان کا قیام ان کے اسی شہر میں رہنا چاہیئے جہاں ان کا نفاق رونما ہوا ہے[1] ——— والسلام

یہ مجلسیں ان لوگوں کی حالت معلوم کرتے، ان کے باطن کو ظاہر کرنے اور ان کے مقصد کی حدیں بتلانے کے لئے کافی تھیں. معاویہ نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کو صریح طور پر بتلا دیا تھا، یہ لوگ شیطان کے سپاہی، اور اسلام کے دشمن ہیں، دل میں جو رکھتے ہیں ظاہر اس کے خلاف کرتے ہیں، ان کا مقصد لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالنا اور فتنہ ابھارنا ہے تاکہ وہ لوگوں کو حق سے پھیر دیں، اور لوگوں کو بگاڑنے کی اس مہم میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں لیکن ان کی بابت رائے یہ تھی کہ انہیں ان کے شہر کوفہ میں محبوس رکھا جائے اور وہ وہاں سے نکلنے نہ پائیں تاکہ دوسروں کو نہ بگاڑ سکیں اور اس کے بعد امیر المؤمنین کی سمجھ میں جو آئے وہ کریں۔

٥

[1] تاریخ الطبری، ج ۳ ص ۳۶۶/۳۶۷

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتنے کا سیلاب اُمنڈ پڑا

سن پینتیس ۳۵ آیا اور اپنے ساتھ ہولناک حوادث کا طوفان لایا۔ ان الم خیز حوادث کا محرک اور ذمہ دار عبداللہ بن سبا تھا۔ ہم عبداللہ بن سبا کی داستان یزید فقعسی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"عبداللہ بن سبا صنعا کا ایک یہودی تھا، اس کی ماں کا نام سوداء تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں مسلمان ہوا اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے شہروں میں منتقل ہو گیا سب سے پہلے وہ حجاز گیا، اس کے بعد کوفہ، بصرہ، اور پھر شام کا سفر کیا شام والوں سے اپنا مقصد حاصل کرنے میں وہ ناکام رہا۔ شامیوں نے اسے وہاں سے نکال دیا۔ پھر وہ مصر آیا اور یہیں سکونت اختیار کی۔ مصریوں میں اسی نے مندرجہ ذیل غلط عقائد کی ترویج شروع کی۔

عبداللہ بن سبا نے لوگوں سے یہ کہا کہ مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص

AsliAhleSunnet.com

پر جو یہ سمجھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دوبارہ تشریف آوری کو جھٹلاتا ہے ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے : (ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کے مستحق ہیں ۔

رجعت کا یہ عجیب و غریب عقیدہ لوگوں نے اس سے قبول کر لیا ۔ اس نے اس عقیدہ کو عوام کے سامنے پیش کیا اور عوام اس کے بارے میں رائے زنی کرنے لگے ۔

اس کے بعد اس نے لوگوں سے کہا : محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہزارہویں نبی ہیں ، ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور حضرت علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں ۔

اس نے لوگوں سے کہا : محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علی خاتم الاوصیاء ہیں ۔

اس نے کہا : اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو جائز نہیں سمجھا ۔ آپ کے وصی پر چڑھ دوڑا اور امت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی ۔

اس کے بعد اس نے کہا ۔ حضرت عثمان نے بغیر حق کے حکومت چھین لیا ، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی موجود تھے ۔ تم لوگ اس معاملے کو ابھارو اور حرکت دو ۔ اپنے کام کی ابتدا ، اپنے امراء پر طعن و تشنیع اور بہتان تراشی سے کرو ۔ بظاہر معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو

AsliAhleSunnet.com

لیکن بباطن لوگوں کو اس معاملے کی طرف راغب کرو اور ان کو اس کی طرف بلاؤ۔ ؁ا

مذکورہ بالا اقتباس از ابتدار تا انتہا سازش کی تمام کڑیوں کی پوری وضاحت کر رہا ہے۔

عبداللہ بن سبا نے اپنے دام فریب کی ابتدار رجعت کے عقیدے سے کی۔ جب اس کے اس خیال نے عوام و خواص میں مقبولیت کا درجہ حاصل کر لیا اور فتنے کی یہ کڑی مضبوطی سے پھنس گئی تو عیاری و چالاکی سے اس نے دوسری کڑی پھنسا دیا اور رجعت سے وصیت اور پھر حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کی۔ ان کڑیوں کو ایک دوسرے سے ملاتا گیا۔

اس مقصد تک پہنچنے کے لئے اس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جبہ زیب تن کیا اور خفیہ طور سے اُمراء و حکّام کے خلاف طعن و تشنیع اور الزام تراشی کرنے لگا۔ بہت ہی باریک بینی اور محکم تنظیم کے ساتھ آہستہ آہستہ اس نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا۔ اس طرح فتنہ پھٹ پڑا اور اس نے قوم کو ہلاکت کے دہانے تک پہنچا دیا۔

اس سازشی خاکہ کی عملی تطبیق کے یہ نمونے ہیں۔

حضرت معاویہ کے متعلق فتنہ پردازوں کے موقف کا جائزہ ہم پہلے لے چکے ہیں۔ فتنہ پردازان سے گورنری سے علیحدگی کا مطالبہ کر رہے تھے

؁ا بحوالہ طبری ج ۳ ص ۳۷۸، بروایت سری عن شعیب عن سیف عن عطیہ عن یزید الفقعسی۔

AsliAhleSunnet.com

انہیں بدنام کر رہے تھے اور حکومت کے لئے ان کی صلاحیت اور مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔

ان کا دوسرا نشانہ حضرت سعید بن عاص والی کوفہ تھے۔ اور یہ نشانہ فتنہ پردازوں کے شام سے نکل جانے کے بعد گویا سازشی کڑی کا ایک تتمہ تھا۔

حضرت معاویہؓ نے فتنہ کے داعیوں کو شام سے جلاوطن کر دیا حالانکہ اس سے قبل حضرت عثمان انہیں شام میں سکونت کی اجازت دے چکے تھے فتنہ کے ایجنٹوں نے عراق میں بھی مستقل سکونت اختیار کرنے میں خوف محسوس کیا کیونکہ وہاں ان کا پردہ فاش ہو چکا تھا۔ انہوں نے ان دو شہروں کے بیچ میں الجزیرہ جیسے مقام کو منتخب کیا، جہاں ایک طرف وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہ سکتے تھے، دوسری طرف بے خوف ہو کر اپنی سرگرمیوں کی رفتار تیز کر سکتے تھے۔

لیکن عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ امیر جزیرہ کا وجود ان کے لئے خطرناک تھا۔ حضرت معاویہ نے جزیرہ کا حاکم عبدالرحمٰن بن خالد کو بنایا تھا انہوں نے شر پسندوں کی گردنیں ناپنی شروع کر دیں اور ان کے استیصال کی پوری کوشش کی۔۔۔

کوفہ کے فتنہ پردازوں کا سرغنہ اشتر نخعی تھا۔ حضرت عثمان نے اسے دارالخلافہ میں طلب کیا۔ تاکہ اس سے متعارف ہو جائیں آپ نے اس کی باتوں کو سنا اور اسے جانے کی اجازت دے دی۔

ابن سبا شام میں نہیں رہ سکا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو اس نے

AsliAhleSunnet.com

اپنے دام میں گرفتار کرنا چاہا، لیکن وہ اتنے زیادہ محتاط اور سمجھ بوجھ والے تھے کہ اس کے جال میں نہ پھنس سکے [1] اس نے جزیرہ میں بھی جانے کی جرأت نہ کی کیونکہ وہاں عبدالرحمٰن بن خالد کی سطوت اور انتقام بہت زیادہ قوی تھا۔ اس لئے اس نے فسطاط میں رہنا زیادہ مناسب سمجھا تاکہ وہاں سے شام، عراق اور جزیرہ میں موجود اپنے معاونین کو حرکت میں لا سکے۔

فتنے کی ابتدا مسجد میں یزید بن قیس سے ہوئی۔ وہ اپنے سبائی ساتھیوں کو لے کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی معزولی کے مطالبہ کا اعلان کرتے ہوئے مدینہ کی طرف چلا۔ لیکن قعقاع بن عمرو نے آگے بڑھ کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ دیکھ کر یزید بن قیس کو امیر المومنین کے خلاف پروپیگنڈے کی جرأت نہ ہوئی اور اس نے تنقید کا رخ کوفہ کے امیر سعید بن عاص رضؓ کی طرف پھیر دیا۔ یہ واقعہ ہمیں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی یاد دلا رہا ہے جب انہوں نے ابن سبا کو گرفتار کر کے امیر معاویہ کے سامنے پیش کیا۔

یزید بن قیس نے کہا: ہم سعید کی معزولی کا مطالبہ کرتے جا رہے ہیں۔

قعقاع نے جواب دیا: اس سے تمہارا کچھ تعلق نہیں ہے اس کے لئے نہ تم مجلسیں جماؤ اور نہ تمہارے پاس لوگ جمع ہوں۔ تم اپنی ضرورت بتاؤ، خدا کی قسم وہ ضرور پوری کی جائے گی۔

یزید نے محسوس کر لیا کہ وہ خطرے میں گھر چکا ہے۔ صورت حال ایسی ہے

---

[1] دیکھئے مؤلف کی کتاب "ابوذر الغفاری الزاہد المجاہد"

AsliAhleSunnet.com

کہ معمولی سی حرکت بھی کینہ پروروں کو حرکت میں لا سکتی ہے اس نے اجرت پر ایک آدمی کو طلب کیا اور اسے کچھ درہم اور ایک خچر دے کر کوفہ کے جلاوطن لوگوں کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا:

"میرے خط کو اپنے ہاتھوں سے اس وقت تک نہ رکھنا، جب تک کہ تم یہاں پہنچ نہ جاؤ۔ مصر والے ہمارے خلاف متحد ہو چکے ہیں۔"

اب ہم پھر اشتر نخعی کے قصے کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس نے جب توبہ کا اعلان کیا تو حضرت عثمان نے اسے چھوڑ دیا۔ اشتر مدینہ سے ٹھیک اسی وقت جزیرہ پہنچا جب یزید کا ہرکارہ جزیرہ پہنچا۔

جزیرہ والوں نے ہرکارہ سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا۔ یغشر۔

لوگوں نے کہا: کس قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے؟ اس نے جواب دیا کلب سے۔ اس پر اہل جزیرہ نے کہا: کلب ایک ذلیل درندہ ہے جو لوگوں میں افتراق پیدا کرتا ہے۔ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اشتر نخعی جس نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر توبہ کا اعلان کیا تھا۔ اپنی بات سے پھر گیا وعدہ خلافی کی اور بغاوت پر جما رہا۔ اس نے لوگوں کی مخالفت کی اور رات کی تاریکی میں باغی و نافرمان بن کر فرار ہو گیا۔

اس کے ساتھیوں نے کہا: اس نے تو ہم پر تنگی ڈال دی۔ اللہ اس پر تنگی ڈالے۔ اس کے کرتوت کے بارے میں ہمارے پاس کوئی توجیہ نہیں ہے اگر ہمارے متعلق عبدالرحمٰن کو علم ہو گیا تو وہ نہ ہماری باتوں کی تصدیق کریں گے اور نہ چھوڑیں گے۔ بہتری اسی میں ہے کہ اشتر نخعی ہی کی پیروی

AsliAhleSunnet.com

کرو۔ ان لوگوں نے اشتر نخعی سے جا ملنے کا عزم کر لیا اور عبدالرحمٰن کے پاس نہیں حاضر ہوئے۔

عبدالرحمٰن کو جب ان کے فرار کا پتہ چلا تو انہوں نے ان کی تلاش میں آدمی دوڑائے اور مجبوراً انہیں عبدالرحمٰن کے پاس آنا پڑا۔

اب پھر یزید فقعسی کی روایت کی طرف آئیے۔ سانحہ شیعوں کے بعض خاص اور اہم پہلوؤں کا وہ ہمارے سامنے انکشاف کرتے ہیں۔

ابن سبا نے اپنے ایجنٹوں کو تمام شہروں میں بھیجا اور ان شہروں کے مفسدین سے خط و کتابت کی۔ یہ لوگ خفیہ طور سے لوگوں میں اپنے خیالات پھیلاتے اور بظاہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا لبادہ اوڑھے رہتے، یہ لوگ دوسرے شہروں سے لوگوں کو اپنے حکام کے جھوٹے عیوب لکھ کر بھیجتے اور وہاں کے مفسدین بھی ایسا ہی کرتے ان میں سے ہر ایک اپنے شہروں کی سرگرمیاں دوسرے مقامات پر تفصیل سے لکھ کر بھیج دیتے ہر شہر والے دوسرے مقام کے خطوط اپنے شہروں میں پڑھتے حتیٰ کہ مدینہ بھی اسی زمرہ میں شامل ہو گیا۔ مفسدین کا ارادہ کچھ ہوتا اور ظاہر کچھ کرتے ان افواہوں کے پھیلنے کے بعد ہر شہر کے عوام کہتے: شکر ہے کہ ہم اس مصیبت سے بچے ہیں۔ جس میں دوسرے لوگ مبتلا ہیں اور جب مدینہ والوں کے پاس بھی اسی قسم کی خبریں تمام شہروں سے موصول ہونے لگیں تو وہ بھی کہنے لگے: شکر ہے کہ ہم اس مصیبت سے محفوظ ہیں جس میں دوسرے لوگ مبتلا ہیں [1]

[1] بحوالہ طبری ج ۳ ص ۳۷۹ - تذکرہ ۳۵ ھ

AsliAhleSunnet.com

بلاد اسلامیہ کے متعلق اس قسم کی ہولناک اور الم انگیز خبریں سن کر حضرت محمد بن مسلمہ اور طلحہ بن عبید اللہ حرکت میں آگئے۔ یہ دونوں حضرات امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان کے پاس فوراً تشریف لے گئے اور کہا: امیر المومنین! کیا آپ کو بھی لوگوں کے متعلق ایسی خبریں مل رہی ہیں جیسے ہمیں مل رہی ہیں؟

حضرت عثمان نے جواب دیا، نہیں، خدا کی قسم ہم کو تو صرف امن و امان کی خبریں ملی ہیں۔

دونوں صحابیوں نے کہا۔ ہمارے پاس دوسری ہی قسم کی خبریں آرہی ہیں۔[۱]

اس کے بعد ان دونوں حضرات نے، حضرت عثمان کو اس فتنہ کے متعلق جو بلاد اسلامیہ میں موجیں مار رہا تھا اور ان کے حکام کے خلاف ہر علاقہ میں طعن و تشنیع اور عیب جوئی کا بازار گرم تھا۔ تفصیل سے تبلایا۔

حضرت عثمان نے کہا: آپ لوگ میرے شریک کار ہیں۔ مسلمانوں میں معتبر اور مقبول ہیں۔ مجھے مشورہ دیجئے۔

دونوں صحابیوں نے کہا: ہمارا مشورہ ہے کہ آپ تمام بلاد اسلامیہ میں اپنے کچھ معتمد لوگوں کو روانہ کریں تاکہ وہ لوگ آپ کو صحیح حالات کے متعلق رپورٹ دیں۔[۲]

لہ بحوالہ طبری ج ۳ ص ۳۷۹ سنہ ۳۵ھ

۲ہ ایضاً " " "

AsliAhleSunnet.com

بلاشبہ وہ بیج جسے زمین نے اپنے اندر رکھ چھوڑا تھا، اس کی جڑیں پھیلنے لگی تھیں اور فتنے کی ہوا زمین کی سطح پر بھی چلنے لگی۔ بلاد اسلامیہ افواہوں سے گونج رہے تھے۔ تمام شہروں میں مراسلت کی بھرمار تھی، امراء وحکام کے خلاف بہتان تراشی اور عیب جوئی کی بدبو دار ہوا سے کوئی بے خبر نہ تھا، حتیٰ کہ یہ افواہیں امیر المومنین کے کانوں تک بھی پہنچ گئیں۔

اصحاب شوریٰ نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ امیر المومنین اپنے کچھ خاص لوگوں کو حکام کے متعلق الزامات کی تحقیق کے لئے ممالک محروسہ میں بھیجیں۔

چنانچہ محمد بن مسلمہ کو کوفہ کی جانب، اسامہ بن زید کو بصرہ کی طرف عمار بن یاسر کو مصر اور عبداللہ بن عمر کو شام کی طرف بھیجا گیا۔ یہ لوگ کبار صحابہ میں سے تھے اور خاصا وزن رکھتے تھے۔ کسی قسم کے شک وشبہ سے بالاتر تھے۔ خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ ان افواہوں کی وجہ سے بے چین رہنے لگے۔ ان کا دل یہ سوچ کر دھڑکنے لگا تھا کہ ان کے حکام اور ماتحت اس قسم کے ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ افواہیں پھیلانے والے بتلا رہے ہیں۔

وفد واپس آیا اور ان کے ترکش ایسی خبروں سے پُر تھے جو لوگوں کے مضطرب دلوں کو ٹھنڈا کر دیں۔

وفد نے کہا: لوگو! نہ ہم نے اور نہ ان مقامات کے سربرآوردہ اور نہ عوام نے کوئی قابل اعتراض بات دیکھی۔

ان لوگوں نے کہا: حکومت مسلمانوں کی ہے۔ ان کے حکام انصاف کرتے ہیں اور پوری ذمہ داری سے اس پر قائم ہیں۔

لیکن حضرت عثمان کو عمار بن یاسر کے رویہ سے تکلیف پہنچی۔ انہوں

AsliAhleSunnet.com

نے مصر میں پھیلی ہوئی افواہوں پر کان دھرا اور سبائیوں کے دامِ تزویر میں آ گئے۔ فتنے کے بڑے بڑے سرغنے عبداللہ بن سبا، خالد بن ملجم، سوددان بن حمران اور کنانہ بن بشر مصر ہی میں موجود تھے۔

☆ ☆ ☆

حضرت عثمانؓ نے صرف تحقیقات ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ اصلاح حال کے لئے دو بہت ہی ٹھوس اور ضروری اقدام کئے۔

پہلا اقدام: پورے بلاد اسلامیہ میں ذیل کے مضمون پر مشتمل ایک عام اعلان نامہ بھجوایا

"حمد و صلوٰۃ کے بعد۔ میں ہر حج کے موقع پر اپنے تمام عمال کا محاسبہ کروں گا۔ جب سے مجھے خلافت سونپی گئی ہیں نے خود کو تمام امت پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ذمہ دار بنا لیا ہے۔ جب بھی میرے پاس یا میرے عمال کے پاس کوئی شکایت پہنچتی ہے، میں اسے دور کرتا ہوں۔ رعایا کے اسی مال میں میرا اور میرے اہل و عیال کا حق ہے جو ان سے بچ رہے۔ مدینہ والوں نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ کچھ لوگوں کو مارا جاتا اور گالیاں دی جاتی ہیں۔ اس خفیہ ضرب و شتم پر مجھے ندامت اور افسوس ہے۔ جس کو کسی قسم کی شکایت ہو وہ حج کے موقع پر آئے اور اپنا حق مجھ سے یا میرے عمال سے لے لے۔ یا صدقہ کر دے۔ کیونکہ اللہ صدقہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے[۱]

[۱] بحوالہ طبری ج ۳ ص ۳۷۹ بروایت سری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ۔

AsliAhleSunnet.com

آپ نے دیکھا: اس انصاف سے بڑھ کر روئے زمین پر کون سا انصاف ہو سکتا ہے۔ اس احتیاط کے معیار کو کوئی احتیاط پہنچ سکتی ہے، عوام کی اس آزادی اور اکرام سے بڑھ کر کوئی آزادی اور عزت ہو سکتی ہے۔ آپ نے امت کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق عطا کیا۔ حکام اور عمال کا فیصلہ کھلی عدالت میں اور برسر مجلس حج کے موقع پر کیا۔ جس شخص کا ذرا سا بھی ربط آپ کی ذات یا اہل و عیال سے ہے اس کا حق صرف رعیت کے نیچے ہوئے مصارف میں سے ہے، حق دار حج کے موقع پر آئے اور پوری امت کی موجودگی میں اپنا حق خلیفہ یا اس کے عمال سے لے لے۔

خلیفہ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں جو بے اعتمادی پیدا ہو گئی تھی، یہ اعلان اسے ختم کرنے میں تریاق ثابت ہوا جیسا کہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں:

"بلاد اسلامیہ میں جب یہ اعلان پڑھ کر سنایا گیا تو لوگ رو پڑے اور حضرت عثمان کے حق میں دعائے خیر کیا اور کہا: امت شر میں پڑ گئی۔

دوسرا اقدام: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسرا اقدام یہ کیا کہ عبداللہ بن عامر، معاویہ اور عبداللہ بن سعد کو فوراً طلب کیا سعید بن عاص اور عمرو بن عاص (جو سابق گورنر مصر تھے) کو بھی بلایا اور ایک اہم اور خفیہ نشست ہوئی، جس میں اسلام کے دارالخلافہ مدینہ میں پہنچنے والی خبروں کی روشنی میں مندرجہ ذیل بات چیت ہوئی اور تجاویز پیش کی گئیں۔

حضرت عثمان: یہ کس قسم کی افواہیں اور شکایتیں سننے میں آ رہی ہیں، خدا کی قسم، مجھے ڈر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

AsliAhleSunnet.com

کے مصداق تمہیں لوگ نہ ہو اور اس کی ذمہ داری میرے سر ہو۔

حکّام :۔ کیا کچھ لوگوں کو آپ نے تحقیق کے لئے نہیں بھیجا؟ کیا ہم لوگ آپ کے پاس قوم کے بارے میں صحیح خبریں نہیں پیش کرتے ہیں؟ کیا تحقیقاتی کمیشن واپس نہیں آیا اور ان سے کسی نے ہمارے خلاف کوئی شکایت کی؟ نہیں خدا کی قسم، نہ تو انہوں نے تصدیق کی اور نہ برأت کا اظہار کیا. ہمارے خیال میں ان افواہوں کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اور نہ ان کی بنا پر کسی سے مواخذہ کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت عثمان : تو مجھے اس بارے میں مشورہ دو۔

حضرت سعید : یہ ایک خفیہ سازش ہے، یہ افواہیں سادہ لوحوں سے بیان کی جاتی ہیں اور وہ اسے اپنی مجلسوں میں بیان کرتے ہیں۔

حضرت عثمان : اس کا حل کیا ہے؟

حضرت سعید : آپ شر پسندوں کو طلب کیجئے، اور جو لوگ اس قسم کی افواہیں پھیلا رہے ہیں۔ انہیں قتل کر دیجئے۔

ابن سعد : جب آپ لوگوں کے حقوق ادا کر رہے ہیں تو ان سے بھی ان کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کیجئے، یہ اس بات سے بہتر ہے کہ آپ انہیں یوں ہی چھوڑ دیں۔

معاویہ : آپ نے مجھے حاکم بنایا ہے، تو میں ایسی قوم کا حاکم بنا ہوں، جن کے پاس سے آپ کو صرف امن و امان اور خیر کی خبریں موصول ہوں گی اور یہ دونوں اشخاص اپنے خیالات کے بارے میں زیادہ جانکاری رکھتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت عثمان : تو تمہاری کیا رائے ہے ؟

امیر معاویہ : مناسب گوشمالی کیجئے ۔

حضرت عثمان : عمرو ! تمہاری کیا رائے ہے ؟

عمرو : میرا خیال یہ ہے کہ آپ نے ضرورت سے زیادہ نرمی برتی ہے ، آپ نے انہیں حضرت عمرؓ سے زیادہ ڈھیل دیا ہے ۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں کا طریقہ اختیار کیجئے ۔ آپ سختی کی جگہ سختی کیجئے اور نرمی کی جگہ میں نرمی برتئے ۔ سختی اس کے لئے زیادہ مناسب ہے جو شر و فتنہ میں لوگوں کی پرواہ نہ کرتا ہو اور اس شخص کے لئے نرمی مناسب ہے جو لوگوں کی نصیحت سنتا ہو ۔ اس کے برعکس آپ نے دونوں جگہ نرمی ہی کا مظاہرہ کیا ہے ۔

حضرت عثمان : حمد و صلوٰۃ کے بعد :

آپ لوگوں کے مشوروں کو ہم نے سنا ، ہر واقعہ کے لئے ایک دروازہ ہوتا ہے جس سے وہ داخل ہوتا ہے ۔ اس امت پر جس حادثے کا خوف ہے وہ آکر رہے گا ۔ اس کا دروازہ صرف نرمی اور محبت سے بند کیا جائے گا ، لیکن اللہ کے حدود میں کوتاہی نہ کی جائے گی ، اللہ جانتا ہے کہ خیر کے بارے میں میں نے اپنی نہ لوگوں کی پرواہ کی ہے ۔

خدا کی قسم فتنہ کی چکی چلنے والی ہے ۔ اگر عثمان اس حالت میں مر گیا کہ اس نے اس چکی کو حرکت نہیں دی تو اس کے لئے بشارت ہے ۔ لوگوں سے نرمی برتو ، ان کے حقوق ادا کرو ، انہیں معاف کر دو ۔ لیکن اللہ کے حقوق میں سہل انگاری سے کام نہ لو۔[۱]

[۱] بحوالہ طبری ج ۳ ص ۳۸۰ — ۳۸۱ سنہ ۳۵ھ بروایت سری عن شعیب عن سیف

AsliAhleSunnet.com

مذکورہ بالا اقتباس سے ان تمام خیالات کی مکمل تصویر سامنے آجاتی ہے جو اس وقت عمال اور زعما کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے۔ تمام لوگوں کے ذہن میں یہ بات تھی کہ صورت حال زیادہ تشویشناک نہیں ہے۔ تاہم سب نے یہ بات محسوس کی کہ کچھ شورش پسند فتنے کو بھڑکا رہے ہیں اور اسے ہوا دے رہے ہیں۔ ان کا مقصد مسلمانوں کے شیرازہ کو پارہ پارہ کرنا ہے اور اکثر زعما کی یہی رائے تھی کہ ان شورش پسندوں سے سختی کے ساتھ نمٹا جائے۔ فتنہ کے سرغنوں اور دعاۃ کو قتل کردیا جائے اور ان کا مکمل طور سے استیصال کردیا جائے۔

لیکن حضرت عثمان کا اعلٰی دماغ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ ان کی رائے اور خیال کے ماحصل کو تین حصوں میں رکھا جاسکتا ہے۔

۱:۔ آپ اس مسئلہ کے بارے میں عمال کے مشورے سن رہے تھے، لیکن آپ کے ذہن میں فتنہ کی وہ تصویر ابھر رہی تھی جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

"عنقریب بہت سے فتنے اٹھ کھڑے ہوں گے، سن لو، پھر فتنے ہونگے ان میں بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور چلنے والا فتنوں کی طرف دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جب یہ فتنے پیدا ہوں تو جس کے پاس اونٹ ہو وہ اسی سے چمٹا رہے، جس کے پاس بکری اور جس کے پاس زمین ہو وہ اسی سے چمٹا رہے۔

حضرت عثمان ان فتنوں کو گویا اپنے دروازے پر دیکھ رہے تھے

AsliAhleSunnet.com

حضرت سعید بن عاص رضؓ نے اس کے متعلق بڑی دوراندیشی کی بات کہی تھی:
(یہ ایک بناوٹی معاملہ ہے جسے خفیہ طور پر گھڑا جاتا ہے اور سادہ لوحوں سے بیان کیا جاتا ہے اور پھر وہ اسے ان کی مجلسوں میں بیان کرتے ہیں۔)

ب :۔ فتنہ کے لئے کوئی دروازہ ضرور ہونا چاہیئے جس سے اس کی تاریک موجیں داخل ہو کر خشک و تر سب کو بہالے جائیں۔ حضرت عثمان رضؓ کی تیز حس نے اسے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔ دو یا تین سال قبل جب عبداللہ بن سبا نے شام میں قدم رکھا تھا، اسی وقت سے وہ اس فتنہ کے منتظر اور متوقع تھے۔

آپ نے حضرت معاویہ کو حضرت ابوذر غفاری کے متعلق جو خط لکھا تھا، اس میں اس بات کی طرف، ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا تھا:
"یقیناً فتنہ نے تکمیل ہو چکا ہے، اب صرف اس کا چھلانگ لگانا باقی ہے، تم زخم کو نہ اش کر اور گہرا نہ کرو۔" حضرت عثمان اس بات سے بچ رہے تھے کہ فتنہ کا دروازہ خود ہی بنیں۔

ج :۔ ان تمام مسائل میں حضرت عثمان کا حسب ذیل منصوبہ تھا جسے پڑھ کر ان کے موقف کے بارے میں صحیح فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔
وہ فتنہ کا دروازہ ہرگز نہ بنیں گے، قتل و تعذیب اور سختی کے ذریعہ اس کی آگ کو نہ بھڑکائیں گے۔ فتنہ پر وہ موت کو ترجیح دیں گے تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دعا پر عمل ہو جائے۔
"اے اللہ اگر تو قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو مجھے فتنہ میں ملوث ہوئے بغیر اٹھالے۔"

AsliAhleSunnet.com

فتنہ کے متعلق حضرت عثمان کا تنہا یہ موقف نہیں تھا، بلکہ یہی موقف حضرت عمر کا بھی تھا چنانچہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں :

"ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے کہا: فتنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کسے یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے یاد ہے۔ حضرت عمر نے کہا: "تم حدیثیں بیان کرنے میں بہت جری ہو، وہ حدیث کیا ہے؟ حضرت ابو حذیفہ رض کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے!" انسان کا فتنہ اس کے اہل، مال و اولاد، اس کا نفس اور اس کے پڑوسی میں ہے جس کا کفارہ روزہ، نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔" حضرت عمر رض نے کہا: میرا مطلب اس حدیث سے نہیں ہے۔ میں اس فتنہ کے متعلق حدیث سننا چاہتا ہوں، جو سمندر کی موجوں کی طرح موجزن ہوگا۔" میں نے کہا: امیر المومنین! آپ کو اس حدیث سے کیوں دلچسپی ہے؟ آپ اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے"، حضرت عمر رض نے پوچھا: "کیا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا کھولا جائے گا"، میں نے کہا۔" بلکہ وہ توڑ دیا جائے گا"، حضرت عمر نے کہا: پھر شاید وہ کبھی بند نہ ہوگا۔ راوی کہتے ہیں: ہم لوگوں نے حضرت ابو حذیفہ رض سے پوچھا: "کیا حضرت عمر رض کو علم تھا کہ دروازہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، انہیں اس کا ایسے ہی علم تھا جیسے یہ معلوم تھا کہ کل سے پہلے رات ہے"، میں نے جو حدیث بیان کی ہے اس میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہے۔" حضرت ابو حذیفہ سے پوچھا گیا۔:

AsliAhleSunnet.com

"دروازہ کون تھے؟ آپ نے فرمایا! "عمرؓ" اس حدیث کی تخریج بخاری مسلم اور ترمذی نے کی ہے۔

د:۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عزم کہ وہ اللہ کے حدود میں ترمی نہیں برتیں گے۔ حقیقت میں اس میں کسی قسم کی سہل انگاری اور مداہنت کا دخل ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ امام کا فرض ہے کہ وہ اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کے حدود کو نافذ کرے لیکن دوسرے معاملات میں وہ طاقت کے استعمال سے مطلق گریز کرتے تھے۔

حضرت معاویہؓ ان واقعات سے نابلد نہیں تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی حضرت عثمان سے عرض کیا تھا کہ آپ کو شام کے متعلق کسی سورش کی خبر نہیں پہنچے گی۔

حضرت معاویہ نے انہیں مناسب گوشمالی کا مشورہ دیا تھا۔

حضرت معاویہ کا یہ مختصر اور بلیغ جملہ اس بات کی پوری طرح وضاحت کررہا ہے کہ انہوں نے اپنی رعیت کے ساتھ کس قسم کی سیاسی پالیسی اختیار کی تھی۔ حضرت معاویہ حضرت عثمان کے حکم سے ان کے حج سے واپس آنے تک مدینہ میں رک کے رہ گئے۔ امراء کی جماعت اپنے شہروں کو واپس چلی گئی حج کے موقع پر کسی نے بھی عمال کے خلاف کوئی شکایت پیش نہیں کی۔

حضرت معاویہ کے مدینہ سے رخصت ہونے سے قبل اگرچہ وہاں کی فضا پرسکون تھی۔ لیکن ان کی تیز نظروں نے آنے والے خطرے کو بھانپ لیا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ عنقریب بلاد اسلامیہ کی فضا مسموم ہوجائے گی

AsliAhleSunnet.com

اور امیر المومنین حضرت عثمان کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اسی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمان سے تخلیہ میں وہ تمام باتیں گوش گذار کردیں جو وہ محسوس کر رہے تھے۔ حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کے سامنے تین تجاویز رکھیں اور ان کے بارے میں دونوں حضرات میں حسب ذیل مکالمہ ہوا۔

حضرت معاویہ : امیر المومنین! اس سے قبل کہ آپ کے اوپر ناقابل برداشت حملہ کیا جائے، آپ میرے ساتھ شام تشریف لے چلیئے۔ شام والے پوری طرح آپ کے وفادار ہیں۔

حضرت عثمان : میں جوار نبی کو کسی شئے کے بدلے فروخت نہیں کرسکتا۔ خواہ میری گردن اڑا دی جائے۔

حضرت معاویہ : میں آپ کے پاس ایک لشکر بھیج دوں جو مدینہ کے قریب موجود رہے تاکہ اگر اہل مدینہ یا آپ پر کوئی آفت آئے تو وہ مقابلہ کرے۔

حضرت عثمان : میں لشکر رکھ کر ہمسائیگانِ رسول کی روزیاں بند کردوں اور دار الہجرۃ والنصرۃ کے سکان کو مفلسی میں ڈال دوں؟

حضرت معاویہ : خدا کی قسم، امیر المومنین! آپ اچانک قتل کردئیے جائیں گے یا آپ پر چڑھائی ہوگی۔

حضرت عثمان : حسبی اللہ ونعم الوکیل (میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے)

حضرت معاویہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ اس فتنے کے آثار نمودار

AsliAhleSunnet.com

ہو رہے ہیں جو امیر المومنین کو ہلاک کر دیں گے۔ حضرت عثمان بھی اس حقیقت کو سمجھ رہے تھے، انہیں محسوس ہو گیا تھا کہ یہ شورش برپا ہو کر رہے گی لیکن اگر وہ فتنہ پردازوں سے نپٹنا شروع کر دیں اور محض گمان کی بنا پر انہیں قتل کر دیں تو عنقریب وہ بھی فتنہ میں ملوث ہو جائیں گے اور وہ اس فتنہ کی بھنور میں چھلانگ لگانا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ جب قتل و خون ریزی کا دروازہ کھل جاتا ہے تو وہ کبھی بند نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو وہ قیامت تک امت سے نہیں اٹھائی جائے گی۔"[1]

اس لئے جب تک کوئی تدبیر بن پڑے گی، وہ فتنے کا دروازہ نرمی سے بند کرنے کی کوشش کریں گے اور اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں، وہ شام چلے جائیں اور وہاں سے صورت حال کے مطابق تغیر و تبدل کریں یا مدینہ کے تحفظ کے لئے شام سے ایک لشکر منگوالیں، دوسری صورت حضرت عثمان کے لئے قطعاً ناقابل قبول تھی اس لئے کہ اس طرح وہ مدینہ والوں کے لئے تنگیٔ رزق کا باعث بن رہے تھے۔

حضرت عثمان نے امیر معاویہ کی تینوں تجاویز تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور معاویہ ان کے پاس سے نہایت ہی غمگین اور رنجیدہ ہو کر اٹھے۔ شام کی واپسی میں ان کی ملاقات صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ہوئی، انہوں نے

---

[1] ترمذی

AsliAhleSunnet.com

بے اختیار ہو کر ان کے سامنے اپنا دل کھول دیا اور ان سے اپنا راز بتا دیا، اہم بات یہ تھی کہ اس جماعت میں ایسے کبار صحابہ بھی موجود تھے جو حضرت عثمان کے بعد خلافت کے امیدوار تھے، کسے جرات تھی کہ ان کے علم میں آئے بغیر انہیں بغاوت کے سرغنوں میں شمار کرتا۔ اس جماعت میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے صحابہ موجود تھے۔

حضرت معاویہ ان لوگوں کے اثر و رسوخ اور عوام میں ان کی مقبولیت سے بخوبی واقف تھے۔ وہ تلوار کو گلے میں لٹکائے اپنی کمان کا سہارا لے کر ان کے سامنے کھڑے ہوئے اور ان سے سلام عرض کرنے کے بعد فرمایا:

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس سے قبل لوگ سرداری حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے، تم میں سے ہر ایک کے کنبہ کا ایک سردار ہوتا تھا جو ہمیشہ سب پر فائق رہتا تھا اور صرف اپنا حکم چلاتا تھا، اس میں نہ تو کسی سے شہادت لیتا تھا اور نہ کسی سے مشورہ لیتا تھا۔

حتیٰ کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ آپ کے متبعین کو عزت بخشی۔ آپ کے انتقال کے بعد لوگوں نے جسے ریاست سونپی، وہ باہم مشورہ کے ذریعہ کوئی فیصلہ کرتے تھے، وہ لوگ اسلام میں سبقت، اجتہاد میں مہارت اور ایمان میں اولیت کو فضیلت کا معیار سمجھتے تھے۔ اگر لوگوں نے اسی راستہ کو اپنایا اور اسی پر قائم رہے تو ریاست و سرداری ان کو حاصل ہوگی اور عوام ان کے وفادار رہیں گے اور اگر وہ دنیا کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے باہم مباحث کے ذریعہ حاصل

AsliAhleSunnet.com

کرنا چاہا تو وہ ان سے چھن جائے گی اور اللہ ریاست کسی دوسرے کے حوالہ کر دے گا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ انانیت اور غیرت سے پرہیز کریں کیونکہ اللہ امارت کی تبدیلی پر قادر ہے اور اس کے ملک اور حکم میں اس کی مشیت چلتی ہے

تمہارے درمیان ضعیف خلیفہ کو چھوڑے جا رہا ہوں، انہیں مناسب اور صحیح مشورہ دیجئے ؟ آپ لوگ ان کا تعاون کیجئے آپ اس کے بارے میں ان سے زیادہ خوش نصیب ہوں گے۔"

یہ کہہ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں رخصت کیا اور شام روانہ ہو گئے۔[۱]

حضرت علیؓ نے کہا: میں اس شخص کے اندر کوئی خیر نہیں دیکھتا تھا۔

حضرت زبیرؓ نے جواب دیا: نہیں خدا کی قسم، ابھی چند دن قبل ہمارے اور آپ کے دلوں میں اس کی شخصیت اتنی عظیم نہ تھی۔

حضرت معاویہ نے یہ سوچ لیا کہ انہوں نے امانت پہنچا دی اور یہ امانت ان کا ہی بے حد مختصر اور بلیغ کلام تھا۔ حضرت معاویہ نے ماقبل اسلام اور مابعد اسلام کی دو متقابل صورتیں پیش کیں۔ اسی طرح امت کے زعماء کی بھی تصویر سامنے رکھ دی۔ ان دونوں پہلوؤں میں بہت گہرا اور مضبوط ربط تھا۔

یہ قائدین جن میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ شامل تھے اسلام کی آمد کے قبل حکومت میں ان کا کوئی عمل دخل نہ تھا حتیٰ کہ اسلام

[۱] بحوالہ طبری ج ۳ ص ۳۸۱ سنہ ۳۵ھ بروایت سری عن شعیب عن سیف

AsliAhleSunnet.com

کے ذریعہ یہ لوگ مدینہ میں جمع ہوئے۔ حضرت معاویہ کو ان لوگوں کی فضیلت اور اسلام میں سبقت اور ان کے جہادی کارناموں کا اعتراف تھا انہیں معلوم تھا کہ اسی جہاد نے انہیں مسلمانوں کا پیشوا بنایا ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ قیادت میں شخصیت کا اتنا اعتبار نہیں ہوتا جتنا نوعیت کا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا تعلق اللہ کے راستہ میں جہاد سے ہوتا ہے۔ لیکن جب دنیا ان کی حرکت کا سبب بن جائے گی تو یہ لوگ اس مرکز کو کھو دیں گے جہاں اللہ کی راہ میں بلائے عظیم برداشت کرتے ہوئے یہ لوگ اکٹھا ہوئے تھے

یہ کلام ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیت کی یاد دلا رہا ہے جسے آپ نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو کہا تھا:

"اے سعد بن وہیب! اگر کوئی تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ماموں یا صحابی رسول کہے: تو اس سے دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ اللہ عزوجل برائی کو برائی سے نہیں ختم کرتا ہے بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتا ہے اور اللہ اور اس کے بندے کے درمیان صرف اطاعت کا رشتہ ہے کسی نسبت کا رشتہ نہیں ہے۔"[1]

یہ ایک فقیہہ اسلام کا فرمان ہے جو امارت اور حکومت کا سب سے بڑا اجان کار تھا۔

میں ضروری سمجھتا ہوں کہ امیر معاویہ کے متعلق حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی گفتگو کا تجزیہ کرتا چلوں۔

---

[1] بحوالہ البدایہ والنہایہ ج ۷ صـ ۳۵ سنہ ۱۴ھ۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی ملاقات صرف اس وقت ہوئی جب امیر معاویہ مشرکین کے لشکر کے ایک سپاہی بن کر آئے تھے۔ ان کے اسلام لانے کے بعد حضرت علیؓ ان سے اس وقت متعارف ہوئے جب مشرکین مکہ سے جنگ کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ جب اسلام نے دونوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر دیا۔ اس وقت تعارف اور مصاحبت کا سلسلہ شروع ہوا لیکن یہ عرصہ بھی زیادہ طویل نہیں رہا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو خطوط نویسی پر مامور کیا اور اس کے بعد کسی قبیلے کا والی بنا دیا۔ پھر وہ مدینہ کی فضا سے دور شام میں تقریباً بیس سال مقیم رہے۔ ایسی صورت میں حضرت علیؓ ان کی شخصیت کے بارے میں کیسے پوری طرح جان کاری رکھ سکتے تھے؟ یقیناً شام کی فتوحات جن کی قیادت امیر معاویہ کر رہے تھے ان کی خبریں حضرت علیؓ کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں، لیکن شام کی یہ فتوحات ان عظیم فتوحات کی معمولی سی کڑی تھیں، جن کی قیادت حضرت سعد، خالد، مثنیٰ اور قعقاع وغیرہ جیسے عظیم الشان فوجی قائدین کر رہے تھے۔ حالات نے ان دونوں کو کبھی موقع فراہم ہی نہیں کیا کہ دونوں اشخاص مدینہ میں ملتے جلتے اور ایک دوسرے کے متعلق پوری واقفیت حاصل کرتے۔ البتہ حضرت معاویہ کی نظر میں حضرت علی کی بہت زیادہ اہمیت تھی وہ ان کے جہادی کارناموں کی شہرت اس وقت سے سن رہے تھے جب وہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ صف آرا تھے۔ لیکن حضرت علی کی نظروں میں حضرت معاویہ ایک بے حقیقت آدمی تھے۔ انہیں حضرت معاویہ کے متعلق اتنا ہی معلوم تھا کہ انہوں نے اپنی جوانی اسلام کی مخالفت اور اس کے خلاف

AsliAhleSunnet.com

محاذ آرائی میں گذاری ، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور شام کے والی بنے یہ ممکن ہے کہ حضرت علی کی نظروں میں حضرت معاویہ ایک کامیاب اور بے نظیر حکمراں ثابت ہوئے ہوں لیکن ان کے اسلامی اور عقائدی معیار کے متعلق انہیں کچھ خبر نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہ کی نظروں میں حضرت علی کی جو عظمت اور اہمیت تھی وہ حضرت علیؓ کی نظروں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہیں تھی۔

حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے یہ جو کہا کہ ہم اس شخص کے اندر خیر کا پہلو نہیں دیکھتے تھے ، ان کے اس قول سے ہمارے سامنے ایک نئی چیز آئی۔ لیکن حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی مخالفت کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ " نہیں خدا کی قسم وہ ہمارے اور آپ کے دلوں میں آج کی طرح کبھی عظیم نہیں تھا۔ "

حضرت زبیرؓ کی بات پر حضرت علیؓ کی خاموشی ان کے اس سے اتفاق کا پتہ دیتی ہے اور دونوں کی گفتگو سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے ایک نئی شخصیت کا انکشاف کیا ہے جسے قدرت نے انوکھی صلاحیتوں اور قوتوں سے نوازا تھا اور وہ معاویہ بن ابوسفیان کی شخصیت تھی۔

* * *

حج کے بعد حضرت معاویہ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ ان کے جانے کے مدینہ میں فتنہ کی دوسری کڑی وجود میں آئی۔ اہل بصرہ اور اہل کوفہ کی

AsliAhleSunnet.com

ایک بڑی تعداد مدینہ میں پہنچ گئی۔ یہ وہ لوگ تھے جو حج کے موقع پر امیر المومنین کے پاس حاضر نہیں ہوئے تھے، کیونکہ وہاں تمام حکام اور عمال موجود تھے۔

حضرت عثمان نے اپنی ذہانت اور فطانت سے ان کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ چنانچہ آپ نے ان کے پاس دو آدمیوں کو جن میں ایک بنی زہرہ کا تھا اور دوسرا بنی مخزوم کا تھا، بھیجا۔ تاکہ مظاہرہ کرنے والوں کی نیتوں کا علم حاصل کر سکیں۔ چونکہ ان دونوں کو حضرت عثمان نے کسی جرم میں سزا بھی دی تھی۔ اس لئے مظاہرین کا ان پر بھروسہ قرین قیاس تھا۔

(جب مظاہرین نے ان دونوں کو دیکھا تو ان کو اپنے مقاصد سے آگاہ کیا)

ان دونوں نے پوچھا: اس معاملہ میں مدینہ والوں میں سے تمہارا کون کون معاون ہے؟

مظاہرین: تین اشخاص۔

ان دونوں نے کہا: کیا اس کے علاوہ اور کوئی ہے۔؟

مظاہرین: نہیں۔

ان دونوں نے کہا: اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟

مظاہرین: ہمارا منصوبہ ہے کہ ہم خلیفہ سے چند امور کا تذکرہ کریں گے جنہیں ہم نے لوگوں کے دلوں میں بو یا ہے، پھر ہم لوٹ کر لوگوں کو یہ یقین دلائیں گے کہ ہم نے خلیفہ سے ان امور کے بارے میں بات چیت کی۔ وہ نہ تو ان چیزوں سے باز آئے اور نہ رجوع کیا۔ پھر ہم حاجیوں کی شکل میں نکلیں گے اور ان کا محاصرہ کر لیں گے اور تخت خلافت سے اتار دیں گے

AsliAhleSunnet.com

اگر انہوں نے انکار کیا تو ہم انہیں قتل کر دیں گے اور یہی ہوا۔[۱]

---

۱ بحوالہ طبری۔ ج ۳ ص ۲۷۲ ـــ ۲۷۳ بروایت سری عن شعیب عن سیف عن شیوخہ۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت عثمانؓ کا مسلمانوں سے خطاب

اس موضوع پر بہت زیادہ روایتیں منقول ہیں، لیکن یہاں پر ہم طبری کی سب سے معتبر روایت، سری عن شعیب عن سیف کے بیان پر اکتفا کریں گے۔

مذکورہ بالا موضوع کے مشکل مرحلہ سے گذرے بغیر حضرت معاویہ کی شخصیت کے بارے میں تحریر کرنا ناممکن ہے، کیونکہ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد ہی وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ مسلمانوں کے متعلق اپنی سیاست کو عملی جامہ پہنانے کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت عثمانؓ کے قتل کا یہ المناک حادثہ دوسرے ناحیے سے عالم اسلامی کے تمام فتنوں کا ابتدا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفیوں اور بصریوں کو بلا بھیجا اور اعلان کروادیا کہ "الصلوٰۃ جامعۃ" یہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس منبر کے چاروں طرف بیٹھ گئے، اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے اور ان لوگوں کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور

AsliAhleSunnet.com

قوم کے تمام حالات سے انہیں باخبر کیا پھر دو آدمی کھڑے ہوئے[1]

پھر سب مسلمانوں نے کہا: ان کو قتل کر دیجئے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جس نے امام کی موجودگی میں اپنی طرف یا کسی اور کی طرف (امامت کے لئے) دعوت دی۔ اس پہ اللہ کی لعنت ہو اور اسے قتل کر دو۔" نیز حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: میں تمہارے لئے حلال نہیں سمجھتا ہوں مگر جسے تم لوگوں نے قتل کر دیا ہو اور اس میں میں بھی تمہارا شریک ہوں۔

حضرت عثمانؓ نے کہا: نہیں بلکہ ہم ان لوگوں کو معاف کر دیں گے اور ان کی معذرت قبول کریں گے، اور ان کو اپنی کوششوں سے آگاہ کر دیں گے، ہم کسی سے دشمنی کا اظہار نہیں کریں گے، حتیٰ کہ وہ کسی حد کا ارتکاب کرے۔ یا کفر کا اظہار کرے۔

ان لوگوں نے کچھ امور کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں انہیں اتنا ہی معلوم ہے جتنا تمہیں معلوم ہے مگر ان کا خیال یہ ہے کہ وہ ان امور میں مجھ سے تبادلۂ خیال کریں گے تاکہ انہیں نہ جاننے والوں کی نظر میں مجھ پر واجب قرار دیں۔

ا۔ ان لوگوں کا اعتراض ہے کہ میں نے سفر کی نماز میں قصر نہیں کیا حالانکہ سفر کی نماز میں قصر کیا جاتا ہے۔

---

[1] اشارہ ہے زہری اور مخزومی کی طرف جنہوں نے سازش کا انکشاف کیا تھا۔

AsliAhleSunnet.com

میں ایک ایسے شہر میں وارد ہوا تھا جہاں میرے اہل و عیال موجود تھے اور ان دو وجوہ[1] کی بنا پر میں نے نماز میں قصر نہیں کیا۔ کیا ایسا نہیں ہے؟

مسلمانوں نے کہا: "آپ نے صحیح فرمایا"

۲ — ان لوگوں کا اعتراض ہے کہ میں نے اپنے لئے چراگاہ مخصوص کر لی ہے۔

ا:— خدا کی قسم، نہ میں نے کسی چراگاہ کو مخصوص کیا ہے اور نہ میرے پیش روؤں[2] نے کسی کے لئے مخصوص کیا ہے، مگر صرف وہی چراگاہ مخصوص تھی جس پر اہل مدینہ غالب آگئے تھے، پھر ان لوگوں نے کسی کو چرانے سے روکا نہیں۔

ب:— میرے پیش روؤں نے کچھ چراگاہیں بیت المال کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ جس میں بیت المال کے اونٹ چرتے تھے۔ ایسا اس

---

[1] اس روایت میں صرف ایک ہی وجہ کا تذکرہ ہے یعنی حضرت عثمان رض کے اہل و عیال مکہ میں موجود تھے، لیکن ابن کثیر کی بعض روایتوں میں دوسری وجہ کا بھی تذکرہ آیا ہے، آپ نے مکہ میں اقامت کی نیت کی تھی شاید تسامح کی بنا پر دوسری وجہ یہاں مذکور نہیں ہے دیکھئے ابن کثیر ج ۷، ص ۱۷۱ سنہ ۳۵ھ۔

[2] اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ چراگاہ عام مسلمانوں کے لئے تھی ان کی ذات کے لئے نہیں اور اس میں ہر ایک کو مویشی چرانے کا حق حاصل تھا۔

AsliAhleSunnet.com

وجہ سے تھا کہ ان چراگاہوں کے والی اور کسی اور کے درمیان کسی طرح کا تنازع نہ پیدا ہو۔

ج :۔۔ پھر نہ تو ان لوگوں نے کسی کو روکا اور کسی کو منع کیا اِلّا یہ کہ جس کا جی چاہا بطور اجرت ایک درہم دے دیا۔

د :۔ میرے پاس اس وقت دو اونٹوں کے سوا کوئی مویشی نہیں ہے

ھ :۔۔ حالانکہ جب مجھے خلیفہ بنایا گیا تھا۔ اس وقت میں عرب میں سب سے زیادہ اونٹوں اور بکریوں کا مالک تھا اور آج میرے پاس ان دو اونٹوں کے علاوہ جو حج کے لئے ہیں نہ تو ایک بکری ہے اور نہ ایک اونٹ ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے ؟

مسلمانوں نے کہا : آپ نے صحیح فرمایا۔

۳ :۔۔ ان لوگوں کا اعتراض ہے کہ قرآن کے کئی مصاحف تھے میں نے ایک مصحف کو چھوڑ کر تمام مصاحف کو منسوخ کر دیا۔

سنئے ، قرآن ایک ہے ، اس کا نازل کرنے والا ایک ہے میں تو ان لوگوں کے تابع تھا[1] کیا یہ درست نہیں ہے۔ ؟

مسلمانوں نے کہا : آپ نے سچ کہا۔

پھر انہوں نے حضرت عثمان سے ان شورش پسندوں کے قتل کے قتل کا مطالبہ کیا۔

۴ :۔۔ ان لوگوں کا اعتراض ہے کہ میں نے حکم بن عاص کو واپس

---

[1] حضرت عثمان ؓ کا اشارہ صحابہ کرام کی طرف تھا۔

AsliAhleSunnet.com

بلا لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ سے طائف جلا وطن کیا پھر آپ ہی نے انہیں واپس بلا لیا، تو آپ ہی جلا وطن کرنے والے تھے اور آپ ہی واپس بلانے والے تھے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟

لوگوں نے کہا: بیشک آپ نے صحیح فرمایا۔

۵: ـــ ان لوگوں کا اعتراض ہے کہ میں نے نوعمروں کو عامل بنایا۔

ا ـــ میں نے صرف ذمہ دار اور پسندیدہ لوگوں کو عامل بنایا ہے یہاں ان کے شہر والے اور ماتحت موجود ہیں۔ پوچھ لو۔

ب ـــ اور یہ کوئی نئی بات بھی نہیں ہے اس سے قبل ان سے زیادہ نوعمر لوگ عامل بنائے گئے۔[ل] اور آج میرے لئے جو بات کہی جا رہی ہے اس سے سخت بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی گئی تھی۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟

مسلمانوں نے کہا: بالکل درست ہے، لوگ دوسروں کو ایسے الزام لگاتے ہیں جس کی وہ وضاحت نہیں کر پاتے ہیں۔

۶: ـــ لوگوں کا اعتراض ہے کہ میں نے ابن ابی سرح کو غنیمت کے مال میں سے دیا تھا۔

ا ـــ میں نے انہیں مال غنیمت کے خمس میں سے پانچواں حصہ دیا تھا اور اس مال کی مقدار تقریباً ایک لاکھ ہوتی ہے۔

ل اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو والی اور قائد بنایا تھا۔

AsliAhleSunnet.com

ب ــــ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسے ہی کیا ہے۔

ج ــــ فوج نے اسے ناپسند کیا۔

د ــــ میں نے وہ مال ابن ابی سرح سے لے کر فوجیوں کو واپس کر دیا، حالانکہ اس میں ان کا کوئی حق نہیں تھا۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا: "ہاں یہ حقیقت ہے"

۷: ــــ لوگوں کا اعتراض ہے کہ میں اپنے اعزہ واقربا کو عزیز رکھتا ہوں اور انہیں مال و دولت دیتا ہوں۔

ا ــــ میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں کیا، بلکہ یہ ان کا واجبی حق ہے جو میں پورا کرتا ہوں۔

ب ــــ میں انہیں اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں، مسلمانوں کے مال کو نہ میں اپنے لئے اور نہ کسی اور کے لئے جائز سمجھتا ہوں۔

ج ــــ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی ان کو اپنے نجی مال میں سے گراں قدر عطیے دیتا تھا حالانکہ اس وقت میں مال و دولت کے بارے میں بخیل اور حریص تھا۔

د ــــ اور اب اس وقت جب میں اپنی خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں اور میری عمر ختم ہونے کے قریب ہے۔ میں نے اپنی جائداد و مال اپنے اہل و عیال میں تقسیم کر دیا ہے۔ تو ملحدین یہ بات کہہ رہے ہیں؟

ھ ــــ خدا کی قسم میں نے کسی بھی شہر میں کوئی زائد ٹیکس نہیں لگایا۔[۱]

---

[۱] یعنی آپ نے بلاد اسلامیہ میں سے کسی شہر میں کسی قسم کا ٹیکس اور خراج نہیں عائد کیا

AsliAhleSunnet.com

کہ لوگ اس قسم کے اعتراض کرسکیں۔ جو میں نے محصول لگایا وہ انہیں پر صرف کر دیا۔

۶ ــــ میرے پاس صرف خمس آتا ہے۔ اس میں سے اپنے لئے کچھ جائز نہیں سمجھتا ہوں۔ مسلمان جس مصرف میں چاہتے ہیں میرے مشورہ کے بغیر استعمال کرتے ہیں۔ اللہ کے مال میں سے ایک پیسہ بھی نہیں خرچ کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ میں اپنے کسبی مال میں سے اپنا کھانا کھاتا ہوں۔

۸ ــــ لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ میں نے کچھ لوگوں کو زمینیں دے رکھی ہیں حالانکہ ان زمینوں میں سے مہاجرین و انصار کا اس وقت سے حصہ ہے جب وہ فتح کی گئیں۔

ا ــــ جو شخص انہیں مفتوحہ علاقوں میں کسی جگہ اپنا وطن بنا لیا۔ وہ اس کا مالک ہے۔

ب ــــ اور جو شخص اپنے اہل و عیال کے پاس واپس آگیا تو اس سے اس کا وہ حصہ ختم نہیں ہوگا جسے اللہ نے مقرر کیا ہے۔

ج ــــ ایسے لوگوں کے حصول کے بارے میں میں نے غور و فکر کیا ان کی اجازت سے بلاد عرب کے کاشتکاروں کے ہاتھ اسے بیچ دیا اس طرح میں نے انہیں اس کا حصہ منتقل کر دیا اور آراضی ان کاشتکاروں کے قبضہ میں ہے اور میرا ان میں کچھ عمل دخل نہیں ہے۔

د ــــ حضرت عثمان نے اپنی جائداد، زمین اور دولت بنی امیہ میں تقسیم کر دی تھی اور اپنے لڑکے کو صرف ایک حصہ دار بنایا تھا۔ سب سے پہلے بنو عاص کو دیا۔ آل حکم کو دس دس ہزار روپیہ دیا اس طرح ان کے

AsliAhleSunnet.com

حصہ میں ایک لاکھ روپیہ آیا۔ اتنا ہی بنو عثمان کو دیا اس کے علاوہ بنو عاص بنو عیص اور بنو حرب میں اپنی جائداد تقسیم کر دی۔

حضرت عثمان کے حاشیہ نشین ان جماعتوں کے حق میں نرم پڑ گئے، مسلمان ان کے قتل پر اصرار کرتے رہے اور حضرت عثمان ان کو معاف کرنے پر اڑے ہوئے تھے۔

★ ★ ★

حضرت عثمان کا یہ بیان آب زر سے لکھا جائے پھر بھی کم ہے، وہ یہ باتیں بیان کرنے پر مجبور ہو گئے تھے ورنہ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ راز صرف ان کے اور اللہ کے درمیان محدود رہے، انہیں تو اپنی تعریف میں ایک کلمہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی تھی بلکہ فرشتے تک اس حیادار شخصیت سے شرماتے تھے۔

اس عظیم انسان کو منافقین اور کینہ پروروں نے اپنی شخصیت، فضیلت اور حسن سلوک کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگر منافقین کی عیب جوئی اور الزام تراشی سامنے نہ آتی تو وہ قطعاً اس سے بے نیاز تھے۔

(۱) عملی اعتبار سے، اگر منافقین اور شورش پسند لوگ حضرت عثمان کے خلاف الزام تراشی نہ کرتے تو آج ہم ان کی مالی پالیسی اور اپنے ذاتی مال اور مسلمانوں کے مال کے درمیان تفریق میں احتیاط سے واقف نہ ہوتے۔ انہوں نے مسلمانوں کے مال میں سے ایک درہم بھی لینا جائز

AsliAhleSunnet.com

نہیں سمجھا، حالانکہ انہوں نے اپنا تمام ذاتی مال فیاضی میں خرچ کر دیا، زمینیں جود و سخا میں ختم کر دیں حتیٰ کہ آپ کے پاس دو اونٹ کے علاوہ کچھ باقی نہ بچا، حالانکہ ایک دن ایسا بھی تھا کہ وہ مکہ اور مدینہ کے سب سے مال دار آدمی تھے۔

(۲) اگر منافقین اور فریبی لوگ حضرت عثمان کے اوپر الزامات نہ لگاتے تو ہم اس زراعتی پالیسی سے ناواقف ہوتے۔ مفتوحہ علاقوں میں وہ آراضی کو بنجر اور بے کار نہیں چھوڑنا چاہتے تھے صرف اس دلیل کی بنا پر کہ وہ بعض فاتحین کی ملکیت ہیں، مناسب اور درست طریقہ یہی تھا کہ یہ اراضی کاشتکاروں کے ہاتھ فروخت کر دی جائیں اور ان کی قیمت اصلی مالکوں کو دے دی جائیں۔

(۳) اگر چالبازوں کی چال اور منافقین کی تہمت تراشی نہ ہوتی تو ہم حضرت عثمان کی اس فوجی سیاست کو نہ جان سکتے، جس کے نتیجے میں سپہ سالار کو اتنی دولت مل جاتی تھی کہ وہ لشکر کے مال سے بے نیاز ہو جاتا تھا چنانچہ آپ نے ابن ابی سرح کو اس خمس کا پانچواں حصہ دیا تھا جو حاکم کے لئے خاص ہوتا ہے تاکہ وہ محتاجوں اور ملاقاتیوں کے لئے ملجا و ماوی بن سکیں۔

(۴) اگر منافق اور غدار لوگ آپ کو مورد الزام نہ ٹھہراتے تو رعایا کے ساتھ حضرت عثمان کے نفسیاتی طریقہ کار کو ہم نہیں جان سکتے تھے۔ وہ اپنی رعایا سے محبت کرتے تھے رعایا آپ سے محبت کرتی تھی، انہوں نے عوام کے لئے اپنے شانوں کو خم کر دیا حتیٰ کہ مسلمان خلیفہ کے معاملات میں دخل

AsliAhleSunnet.com

اندازی کرنے لگے، ابن ابی سرح کے عطیہ کے سلسلے میں وہ لوگ شک کرنے لگے لیکن حضرت عثمان نے فتنہ کو اس کے گہوارے ہی میں دفن کر دیا اور خمس کا پانچواں حصہ ابن ابی سرح سے واپس لے لیا اور مسلمانوں کے دلوں میں شک و شبہ سرایت نہ کر سکا۔

(۵) اگر منافقین کا اتہام اور مکاروں کا فریب وجود میں نہ آتا تو ہم حضرت عثمان کے انتظامی طریقہ کار سے نابلد ہوتے۔ جس کی بنیاد یہ تھی کہ نئی طاقتوں کو حرکت میں لایا جائے اور نوجوانوں کو عملی میدان میں لا کر ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ان طاقتوں کو دور دراز علاقوں میں فتوحات کے لئے استعمال کیا جائے۔ قیادت اور تنظیم کے میدان میں ایک انوکھا پن لایا جائے۔

(۶) اگر بلوائیوں کا فریب اور منافقین کی عیب جوئی سامنے نہ آتی تو ہم حضرت عثمان کی اقتصادی پالیسی سے بے خبر رہتے۔ آپ نے مسلمانوں کی زمین میں سے کچھ زمین صدقہ کے اونٹوں اور غریب مسلمانوں کے مویشیوں کے لئے چراگاہ بنا دیا تھا، تاکہ عوام کی نجی آراضی پر کسی لشکر یا سرکاری آدمیوں کے کسی قسم کے تسلط کو روک سکیں، آپ کو یہ گوارہ نہ تھا کہ یہ لوگ مصلحت عامہ کی دلیل دے کر لوٹ کھسوٹ مچائیں۔ ان چراگاہوں کو آپ نے محتاجوں اور مجبوروں کو اونٹ چرانے کے لئے عام کر دیا تھا البتہ مال دار مسلمانوں کو ان چراگاہوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی کیونکہ ان کے اندر اپنے مویشیوں کے لئے چراگاہ بنانے کی طاقت تھی۔

(۷) اگر شورش پسند اور منافقین حضرت عثمان رضی پر الزامات عائد نہ کرتے تو ہم آپ کے منہجی طریقہ کار سے لاعلم رہتے۔ اگر آپ نے چراگاہ

AsliAhleSunnet.com

مخصوص کی تو آپ سے قبل حضرت عمر نے بھی بنایا۔ آپ نے تو یہاں تک احتیاط برتی کہ خود اپنے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے مویشیوں کو ان چراگاہوں میں چرنے سے روک دیا تھا۔ کیونکہ آپ دونوں مالدار تھے اور اپنے اونٹوں اور مویشیوں کو اپنی زمین میں چرانے کی استطاعت رکھتے تھے۔

اگر حضرت عثمان نے ابن ابی سرح کو خمس کا پانچواں حصہ دیا تو ان سے قبل حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ اگر انہوں نے تو عمروں کو عامل بنایا تو اس سے قبل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی تو جوانوں کو عامل بنایا ہے۔

اگر حضرت عثمان نے قرآن کی نئی ترتیب دی تو صحابہ کرام کے مشورے اور دلیں کے ساتھ اور ان کی موجودگی میں ترتیب دیا۔

(۸) اگر قریبیوں کا فریب اور منافقین کی عیب جوئی اور الزام تراشی وجود میں نہ آئی تو ہم حضرت عثمان کے اسلامی طریقہ کار کو نہ جان سکتے تھے جو اس اصول پر قائم تھا کہ اللہ کے حدود میں مداہنت اور سہل انگاری سے مطلق احتراز کیا جائے۔

حالانکہ اس زمانے میں حضرت عثمان اپنے نجی معاملات میں پیکر حلم و عفو بنے رہے حتیٰ کہ مسلمان بیک زبان یہ کہہ رہے تھے کہ ان باغیوں کو قتل کر دیا جائے جو امیرالمومنین کی ذات کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن امیرالمومنین اس بات سے انکار کر رہے تھے کہ اپنے منصب اور مسلم عوام کی تائید سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے سیاسی مخالفین پر کوئی ضرب لگائیں اس لئے انہوں نے ان کی معافی اور ان سے درگذر کی راہ اختیار کی۔

AsliAhleSunnet.com

اگر یہ بلوائی اور شورش پسند لوگ امن کے نمائندے اور عدل و انصاف کے طالب ہوتے تو آپ کا یہ جامع خطاب اور پھر انہیں عفو و درگزر کرنے کی نیت زمین کو امن و سکون سے بھر دینے کے لئے کافی تھی۔

لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا کیونکہ سبائی یہودیت نے عزم کر لیا تھا کہ وہ مسلمان حکام ان کی رعایا اور سرزمین کو تباہ و برباد کرے۔

AsliAhleSunnet.com

سازشیوں کا مدینہ منورّہ پر قبضہ

ہم یہاں پر ضروری سمجھتے ہیں کہ سازش کے تانے بانے کو تفصیل سے بیان کریں، ہم نے اس موضوع پر واقعات کی تفصیل صرف سرّی کی روایت سے جو انہوں نے شعیب سے اور پھر انہوں نے سیف سے اور سیف نے اپنے اساتذہ سے روایت کیا ہے، لیں گے۔ کیونکہ اس موضوع کی دوسری روایتوں میں اضطراب اور تضاد ہے نیز ان کی سند یا متن میں کلام کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس سیف کے اساتذہ واقعات کی تفصیل اور سازش کے تمام پہلوؤں کو پوری وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

پیچھے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان نے باغیوں کو دلائل سے قائل کرنے کے بعد انہیں معاف کر دیا تھا، لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟

شورش پسند اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اور یہ منصوبہ بنایا کہ حاجیوں کی وضع قطع میں واپس آئیں گے اور اہل مدینہ سے جنگ کریں گے اس سلسلے میں انہوں نے آپس میں خط و کتابت کی اور یہ طے کیا کہ شوال میں وہ ایک مقررہ وقت پر مدینہ کے اطراف میں اکٹھا ہوں گے۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت عثمان کی خلافت کے بارہویں سال شوال میں اپنے منصوبہ کے مطابق یہ باغی حاجیوں کے بھیس میں آئے اور مدینہ منورہ کے قریب ٹھہر گئے۔

سیف کے اساتذہ بیان کرتے ہیں: شوال ۳۵ھ[1] میں مصر سے ایک جماعت نکلی جس کی تعداد کم از کم چھ سو اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار تھی۔ یہ جماعت چار گروہوں میں منقسم تھی۔ اور ان چار گروہوں کے امیر عبدالرحمٰن بن عدلیس البلوی، کنانہ بن لبشر النجیبی، سودان بن حمران

[1] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶ یا سینتیس ۳۷ سال تک گھومتی رہے گی پس اگر لوگ ہلاک ہوجائیں تو ان کا معاملہ ان کے ساتھ ہے اور اگر ان کے لئے ان کا دین قائم رہے تو ستر ۷۰ سال قائم رہے گا۔ راوی نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ گذرے ہوئے سالوں سے یا آنے والے سے ؟ آپ نے فرمایا آنے والے سے،، اسے امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اسے صحیح اور مسلم کی شرط کے مطابق بتایا ہے۔ ذہبی نے تلخیص میں ان سے اتفاق کیا ہے۔ ابن اسیر کہتے ہیں کہ اگر ۳۵ھ مراد ہے تو اسی سال اہل مصر نے خروج کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا اور اگر ۳۶ھ مراد ہے تو اس میں واقعۂ جمل پیش آیا۔ اور اگر ۳۷ھ مراد ہے تو اس میں واقعۂ صفین پیش آیا۔

AsliAhleSunnet.com

السکونی اور قتیرہ بن فلان السکونی تھے اور پوری جماعت کی قیادت غافقی بن حرب العکی کر رہا تھا۔ ان لوگوں میں اتنی جرأت نہ تھی کہ یہ اعلان کریں کہ وہ جنگ کے ارادہ سے نکل رہے ہیں، بلکہ خود کو حجاج ظاہر کیا۔ اس جماعت میں عبداللہ بن سبا بھی موجود تھا۔

اہل کوفہ بھی چار جماعتوں میں نکلے اور ان چاروں کی قیادت زید بن صوحان العبدی، اشتر نخعی، زیاد بن نضر حارثی اور بنی عامر بن صعصعہ کا ایک شخص عبداللہ بن اصم کر رہے تھے۔ ان کی تعداد بھی تقریباً مصریوں کی تعداد کے برابر تھی اور پوری جماعت کا سرغنہ عمرو بن اصم تھا۔

اہل بصرہ بھی چار گروہوں میں نکلے، ان کی تعداد بھی مصریوں کے برابر تھی۔ ان کی قیادت حکیم بن جبلہ عبدی، ذریح بن عباد عبدی، بشر بن شریح بن حطم بن ضبیعہ قیسی اور ابن محرش بن عبد بن عمرو الحنفی کے ہاتھ میں تھی اور پوری جماعت کا سرغنہ حرقوص بن زہیر سعدی تھا، اس کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔

اہل مصر کا میلان علی کی طرف تھا، بصریوں کا میلان طلحہ کی طرف اور کوفیوں کا میلان زبیر کی طرف تھا۔ یورش اور خروج پر تو سب کا اتفاق تھا مگر حضرت عثمان کے جانشین کے بارے میں ان کی رائیں مختلف تھیں۔ ہر جماعت کو یہی یقین تھا کہ وہی فتح مند ہو گی اور خلافت انہیں کے امیدوار کو ملے گی۔

باغیوں کی یہ جماعتیں اپنے اپنے شہروں سے روانہ ہوئیں اور مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر رک گئیں۔ بصریوں میں کچھ لوگ آگے بڑھ کر

AsliAhleSunnet.com

"ذوخشب" میں ٹھہر گئے، کوفیوں کا ایک گروہ "اعوص" میں ٹھہر گیا اور اہل مصر میں سے بھی کچھ لوگ ان کے پاس آ گئے اور بقیہ لوگوں کو ذوالمروہ میں ٹھہرادیا گیا۔[۱]

سازش کا یہ پہلا مرحلہ تھا جو پوری تیاری کے ساتھ وجود میں آیا اور اس کے وقت کا تعین عبداللہ بن سبا کے ہاتھوں ہوا جو اس مرحلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے خاص طور سے مصر سے آیا تھا۔ ہر جماعت نے اپنے پڑاؤ کے لئے جگہ کا انتخاب کیا۔

ابن سبا نے اپنی فطانت سے باغیوں میں افتراق پیدا کردیا تھا اگرچہ مقصد ایک ہی تھا اور وہ تھا حضرت عثمان کا قتل، لیکن خواہشات الگ الگ تھیں۔ عبداللہ بن سبا نے ان کے دلوں میں حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے خلیفہ بنانے کی خواہش پیدا کردی تھی۔

باغیوں کی سرگرمیوں کا دوسرا مرحلہ:

"زیاد بن نضر اور عبداللہ بن اصم، اہل مصر اور اہل بصرہ کے پاس گئے اور کہا: عجلت پسندی سے کام مت لو۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ جاکر واپس آئیں، ہمیں خبر ملی ہے کہ اہل مدینہ ہم سے مقابلہ کے لئے تیار

---

[۱] طبری ج ۳ ص ۳۸۵ - ۳۸۶ بروایت سری عن شعیب عن سیف عن محمد وطلحہ وابی حارثہ وابی عثمان (یہ چاروں سیف کے شیوخ ہیں)

AsliAhleSunnet.com

ہیں، خدا کی قسم اگر مدینہ والے ہم سے ڈر گئے اور ہم سے مقابلہ کو جائز سمجھا۔ حالانکہ انہیں ہماری سرگرمیوں کے متعلق خبر نہیں ہے اور جب انہیں ہمارے پروگرام کی خبر مل جائے گی تو ہمارا کیا کرایا سب اکارت جائے گا۔ اور اگر ان لوگوں نے ہم سے مقابلہ کو جائز نہیں سمجھا تو ہم جان جائیں گے کہ یہ خبر جھوٹی ہے اور جلد ہی پوری رپورٹ لے کر واپس لوٹیں گے۔

باغیوں نے کہا: جاؤ۔

یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے پاس آئے اور کہا: "ہم اس گھرانے کی قیادت چاہتے ہیں اور اس والی سے اپنے بعض عمال کی معزولی کا مطالبہ کرتے ہیں ہم صرف اسی لئے آئے ہیں۔

ان دونوں نے باغیوں کے داخل ہونے کی اجازت چاہی لیکن ان سب نے انکار کیا اور اس بات سے روکا اور کہا: یہ ایسے انڈے ہیں جن سے بچہ نہیں نکلے گا۔ یہ دونوں واپس لوٹ گئے۔

پھر اہل مصر کی ایک جماعت اکٹھا ہو کر حضرت علی کے پاس آئی، اس طرح بصرہ کے کچھ لوگ حضرت طلحہ کے پاس اور کوفہ کے کچھ لوگ حضرت زبیر کے پاس آئے اور ان میں سے ہر جماعت نے یہ کہا: اگر اہل مدینہ ہمارے امیدوار سے بیعت نہیں کریں گے تو ہم مکر و فریب سے کام لیں گے اور ان کی جماعت کو منتشر کر دیں گے، پھر ہم اچانک حملہ کریں گے۔

مصری حضرت علی کے پاس آئے جو ایک لشکر لے کر احجار زیت میں پڑاؤ ڈالے تھے۔ حضرت علی دھاری دار لباس میں ملبوس تھے۔ سُرخ

AsliAhleSunnet.com

یمانی عمامہ باندھے، گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔ کوئی قمیص زیب تن نہیں کئے تھے۔ حضرت علی نے حضرت حسن کو اس گروہ کے ساتھ بھیج دیا تھا جو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور تھا۔ حضرت حسن حضرت عثمان کے پاس تھے اور حضرت علی "احجار زیت" میں تھے۔ اہل مصر نے حضرت علی سے سلام کیا اور اپنی پیش کش ان کے سامنے رکھی حضرت علی نے انہیں ڈانٹ کر بھگا دیا اور کہا:

صالح لوگ جانتے ہیں کہ "ذوالمروۃ" اور "ذوخشب" کے لشکر پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے لعنت بھیجی ہے۔ تم لوگ لوٹ جاؤ اللہ تمہارا ساتھ نہ دے۔ مصریوں نے کہا: ہاں اور ان کے پاس سے اٹھ گئے۔

اہل بصرہ حضرت طلحہ کے پاس آئے جو حضرت علی کے پڑوس میں ایک دوسری ٹولی میں مقیم تھے۔ حضرت طلحہ نے بھی اپنے دو بیٹوں کو حضرت عثمان کے تحفظ کے لئے بھیج دیا تھا۔ بصریوں نے ان سے سلام کیا اور اپنی پیش کش ان کے سامنے رکھی انہوں نے بھی ان کو ڈانٹ کر بھگا دیا اور کہا۔

مسلمان جانتے ہیں کہ "ذوالمروہ" "ذوخشب" اور "اعوص" کے لشکروں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔

کوفی حضرت زبیر کے پاس آئے جو دوسری جماعت میں موجود تھے آپ نے بھی اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو حضرت عثمان کی حفاظت کے لئے مامور کر دیا تھا۔ کوفیوں نے ان سے سلام کیا اور اپنی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ حضرت زبیر نے بھی انہیں ڈانٹ کر بھگا دیا اور کہا:

AsliAhleSunnet.com

مسلمان جانتے ہیں کہ "ذوالمروہ، ذوخشب اور اعوص" کے لشکروں پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔

باغی وہاں سے ہٹ گئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ واپس جارہے ہیں۔ وہ ذوالمروہ، ذوخشب اور اعوص" سے ہٹ کر اپنے فوجی پڑاؤ پر چلے گئے جو وہاں سے تین منزل پر تھا۔ تاکہ اہل مدینہ منتشر ہوجائیں اور یہ لوٹ کر حملہ کریں تو اہل مدینہ ان کو واپس جاتے دیکھ کر منتشر ہوگئے۔

جب یہ لوگ اپنی فوجوں میں پہنچ گئے تو لوٹ کر اچانک اہل مدینہ پر یلغار کردیا۔ اہل مدینہ نے اچانک مدینہ کے نواحی میں نعرۂ تکبیر کی گونج سنی، باغی اپنے فوجی مستقر میں ٹھہر گئے۔ اور حضرت عثمان کا محاصرہ کرلیا اور کہا! "جس شخص نے اپنا ہاتھ روک لیا وہ محفوظ ہے۔[1]"

یہ سازش کا دوسرا مرحلہ ہے

جس کی ابتدا اس کوشش سے ہوئی تھی کہ کبار صحابہ میں کسی ایک کو سازش میں شریک کرلیں تو حضرت علی یا حضرت طلحہ یا حضرت زبیر شمولیت کا اقرار کرلیں گے تو ان کی عظمت اور وقار بہت سارے مرحلوں کو طے کردے گا۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے انقلاب کی قیادت کے لئے

---

[1] طبری ج ۳ ص ۳۸۵ — ۳۸۶ بروایت سری عن شعیب عن سیف عن محمد وطلحہ والی حادثہ والی عثمان

AsliAhleSunnet.com

ایک مختلف تدبیر اختیار کی تھی، تاکہ ان تین بڑوں میں سے کسی ایک کے واسطہ سے اپنے مخصوص مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔

مصری لوگوں کا خیال تھا کہ اگر حضرت علی بیعت کے لئے راضی ہو جائیں تو ان کو لے کر وہ پوری قوم سے مقابلہ کر لیں گے۔

حضرت طلحہ کے بارے میں بصریوں کی بھی یہی رائے تھی۔

حضرت زبیر کے متعلق کوفیوں کا موقف اور ان سے بیعت کے بارے میں ان کی یہی رائے تھی۔

اہل شوریٰ میں سے کسی ایک کو سامنے لانے سے ایک فائدہ یقینی تھا کہ حضرت عثمان کو قتل کرنے کا ان کا منصوبہ پورا ہو جاتا۔

اس واقعہ سے ایک دوسرے پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ مدینہ کے مسلمان جن کے پاس باغیوں کی سرگرمیوں کے متعلق دم بدم خبریں مل رہی تھیں، ان لوگوں نے مقابلہ کے لئے اپنی استطاعت بھر تیاری کر لی تھی۔

مسلمانوں کے قائدین میں سے ہر صحابی مدینہ کے اطراف میں باغیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکے ہوئے تھے۔ ایک جماعت میں حضرت علی موجود تھے۔ دوسری میں حضرت طلحہ اور تیسری میں حضرت زبیر موجود تھے۔

صحابہ کی تنظیم کا دوسرا حصہ حضرت عثمان کے پاس موجود تھا اور ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ شورش پسندوں نے یہ کوشش شروع کر دی تھی کہ کسی طرح خلافت کے امیدوار قائدین کی نبض ٹٹولیں۔

ممکن ہے کہ حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے "ذوالخشب

AsliAhleSunnet.com

اعوص اور ذوالمروہ کے لشکروں پر لعنت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا آپس میں تذکرہ کیا ہو۔

اور اسی وجہ سے باغیوں کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دینے کے بارے میں یہ پختہ موقف اپنائے ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت والی حدیث کا اعلان کر کے ان کو گمراہی سے باز رکھا جائے اور حرم رسول سے انہیں روکا اور بھگا دیا جائے۔

جس طرح ان قائدین کا موقف ایک ہی تھا اسی طرح باغیوں کو ان لوگوں نے ایک جیسا جواب دیا اور باغیوں کے وفود کو مدینہ سے بھگا دیا۔

یہ بھی بعید بات نہیں ہے کہ ان تینوں قائدین نے کچھ لوگوں کو باغیوں کے تعاقب میں بھیجا ہو حتی کہ تعاقب کرنے والوں کو معلوم ہو گیا کہ باغی اپنے پڑاؤ سے روانہ ہو گئے اور پھر یہ لوگ مطمئن ہو گئے کہ باغی اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔ یا وہ صحیح اور درست راستے پر آ گئے یا حج کے لئے چلے گئے اور یہ لوگ تھوڑی دیر آرام کے لئے اپنے گھروں کو واپس چلے آئے ہوں۔

لیکن خبیث یہودی کی اسکیم جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ" ترجمہ اور جب تنہائی میں ملتے ہیں تو تمہارے اوپر غصہ سے انگلیاں چباتے ہیں) اسے چین اور اطمینان کی نیند کہاں آ سکتی تھی۔ ابن سبا اس حیران کن صورت حال پر اسکیم اور سازش کو ختم نہیں کرنا چاہتا تھا۔

AsliAhleSunnet.com

جب شر پسند مسلمانوں کے قائدین اور اہل مدینہ کو اپنا ہمنوا بنانے میں ناکام رہے اور سوائے تین نفر کے ایک آدمی کو بھی اپنے سازشی گروہ میں شامل نہ کر سکے۔

تورات کی تاریکی میں انہوں نے اہل مدینہ سے مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اور اچانک مدینہ کے نواحی میں اہل مدینہ نے نعرۂ تکبیر کا شور سنا۔

مدینہ کا تمام اقتدار صحابہ کے ہاتھوں سے نکل کر باغیوں کے ہاتھ میں چلا گیا اور مسلمانوں نے حضرت عثمان کی حفاظت اور نگہداشت کی طرف توجہ دیا اور قصر خلافت کے چاروں طرف پھیل گئے۔

حضرت عثمان کئی دن تک باغیوں کو سمانہ بڑھاتے رہے۔ اہل مدینہ اپنے گھروں میں محبوس ہو گئے باغیوں نے کسی کو گفتگو سے نہیں روکا۔

صرف حضرت علی نے سر عام باغیوں کے منصوبے کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ (کچھ لوگ باغیوں کے پاس آئے اور ان میں حضرت علی بھی شامل تھے حضرت علی نے ان سے پوچھا:

"تم لوگ جانے کے بعد کیوں واپس لوٹ آئے اور اپنی رائے سے کیوں پھر گئے"؟

باغیوں نے کہا: "ہم نے ایک ہرکارہ کو گرفتار کیا ہے جس کے پاس ہمارے قتل کا پروانہ تھا۔"

حضرت طلحہ ان کے پاس آئے تو بصریوں نے یہی جواب دیا۔ حضرت زبیر بھی ان کے پاس آئے تو کوفیوں نے یہی جواب دیا۔

AsliAhleSunnet.com

نیز اہل کوفہ و بصرہ نے کہا: "ہم اپنے مصری بھائیوں کی مدد کریں گے اور ان کی طرف سے دفاع کریں گے۔"

(گویا وہ پہلے ہی اس کا پروگرام بنا کر آئے تھے۔)

حضرت علی نے ان سے پوچھا: اے بصریو اور کوفیو! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اہل مصر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے حالانکہ تم کئی منزل کی راہ طے کر چکے تھے اور پھر تم ہماری طرف پلٹ پڑے؟

خدا کی قسم یہ اہل مدینہ کے ساتھ ایک منظم سازش ہے۔"

باغیوں نے کہا: "آپ لوگ جو چاہیں سمجھیں۔"

حضرت علی کا یہ خیال تھا کہ اہل مصر جو یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ایک ایسی ڈاک پکڑی ہے جس میں ان کے قتل کا پروانہ ہے، وہ جھوٹ بول رہے ہیں اور اہل کوفہ و بصرہ اپنے مصری بھائیوں کا دفاع کر رہے ہیں۔

اہل کوفہ کو کس نے بتلایا کہ یہ واقعہ پیش آیا؟!

اہل بصرہ کو کس نے خبر دی کہ اہل مصر اس واقعہ سے دوچار ہوئے ہیں؟

حالانکہ وہ لوگ اپنے سفر کی کئی منزلیں طے کر چکے تھے اور اب انقلاب نے یہ ظاہر کر دیا کہ ان کا مقصد صرف حضرت عثمان بن عفان امیرالمومنین کو تخت خلافت سے اتارنا تھا۔ (وہ اس حالت میں بھی ان کو نماز پڑھاتے اور وہ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور جو چاہتا تھا حضرت عثمان کے پاس آتا تھا۔ حضرت عثمان کی نظر میں ان باغیوں کی وقعت خاک سے بھی کم تر تھی۔ باغی کسی کو گفتگو سے روکتے نہیں تھے، لیکن مدینہ میں ان کی لڑکیاں لوگوں کو ایک جگہ مجتمع ہونے سے روکتی تھیں۔)

AsliAhleSunnet.com

بظاہر باغیوں کے سرغنوں کے احکام کے دو رُخ تھے۔

پہلا رُخ :-

انہوں نے لوگوں کو گفتگو کرنے کی اس لئے اجازت دی تھی تاکہ انہیں عوام کی نوعیت اور ان کی خواہشات کا پتہ چل سکے۔

دوسرا رُخ :-

بلاشبہ اس سلسلے میں ان کے کچھ احکام بہت ہی سخت تھے، مدینہ کے اطراف میں مسلح گشت جاری تھا، جو لوگوں کو کسی قسم کے اجتماع سے روکتا تھا۔ انہیں علم تھا کہ اگر اہل مدینہ مجتمع ہو جائیں گے تو ان کی تنظیم اور عارضی اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس تسلط کے مقابلہ میں حضرت عثمان نے یہ دیکھا کہ اہل مدینہ اسلام کی مدافعت میں اپنی جان نچھاور کرنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں بلاد اسلامیہ سے امداد ضروری ہے جو بغاوت کی حدت اور تیزی کو توڑ سکے۔

حضرت عثمان نے تمام بلاد اسلامیہ میں امداد کے لئے خط لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

حمد و صلوٰۃ کے بعد، اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ اللہ نے آپ کو جو حکم دیا آپ نے اسے لوگوں تک پہنچا دیا۔ پھر آپ قضا کر گئے۔

آپ ہمارے لئے قرآن چھوڑ گئے جس میں حلال و حرام کی وضاحت اور ان امور کا بیان ہے جو مقدر ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

AsliAhleSunnet.com

ان امور کو لوگوں کی پسند یا ناپسند سے قطع نظر نافذ کیا تو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے پھر میرے علم اور سوال کے بغیر امت کی ایک جماعت کی طرف سے مجھے مجلس شوریٰ کا رکن بنا دیا گیا۔ پھر اہل شوریٰ اور عوام کی ایک جماعت نے بالاتفاق مجھے خلافت کی ذمہ داری سونپی، حالانکہ نہ میں اس کا طالب تھا اور نہ مجھے اس عہدے سے محبت تھی۔ میں نے جو کچھ کیا لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں اور اس کا انکار بھی نہیں کرتے ہیں میں ہمیشہ تابع رہا، دوسروں کو تابع نہیں بنایا، صرف متبع رہا اور کسی بدعت کا اختراع نہیں کیا۔ مقتدی رہا جس کے اندر تکلف نہیں تھا۔

حضرت عثمان ان پہلوؤں کی طرف امت کے ذہن کو متوجہ کرانے پر مجبور تھے، کیونکہ یہ غدار لوگ آپ کی معزولی اور خلافت سے دست برداری چاہتے تھے۔

آگے خط کا دوسرا جز ان ملحدین کی خواہشات کے بیان پر مشتمل تھا۔

" جب امور ختم ہو گئے اور شر صاحب شر کے ساتھ سامنے آگیا تو میرے خلاف بغیر جرم اور بغیر کسی بنیاد کے گذری ہوئی چیزوں میں کینے اور خواہشات ظاہر ہو گئیں۔

ان لوگوں نے بغیر ثبوت اور عذر کے مجھ سے حکومت کا مطالبہ کیا ہے اور دوسری حکومت کا اعلان کیا ہے۔ ان شورش پسندوں نے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق مجھ پر بعض عیوب لگائے ہیں اور اہل مدینہ کی ایک جماعت سے متعلق کچھ ایسی چیزوں کا بھی جن کے علاوہ مناسب نہیں۔

آگے چل کر حضرت عثمان نے ان باغیوں کے متعلق امت کے سامنے

AsliAhleSunnet.com

اپنی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"میں نے صبر کیا اور کئی سالوں سے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا رہا حالانکہ میں سب کچھ دیکھ سن رہا تھا، لیکن اللہ کے بارے میں باغیوں کی جرأت میں اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے جوار رسولؐ، حرم رسولؐ اور دار الہجرۃ میں ہم پہ یورش کر دی اور دیہاتی لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔"

یہ شرپسند لوگ کیسے تھے؟ حضرت عثمان کی اس تحریر کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ خط کے خاتمہ پر حضرت عثمان نے لکھا۔

"یہ لوگ جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے ہوئے ٹولیوں کی طرح ہیں یا ان لوگوں کی طرح ہیں جنہوں نے جنگ احد میں ہمارا مقابلہ کیا۔ فرق یہ ہے کہ بظاہر یہ لوگ مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ تو جس شخص کے پاس استطاعت ہو وہ ہماری معاونت کے لئے آجائے۔"

اس خط نے بلاد اسلامیہ میں بارود میں شعلہ کا کام کیا اور تمام ممالک محروسہ مقبوضہ مدینہ کو بچانے کے لئے حرکت میں آگئے۔

بلاد اسلامیہ میں جوں ہی حضرت عثمان کا خط پہنچا وہ لوگ سرد و گرم کی پرواہ کئے بغیر نکل پڑے امیر معاویہ نے حبیب بن مسلم فہری کو، عبداللہ بن سعد نے معاویہ بن خدیج سکونی کو مدینہ روانہ کیا اور قعقاع بن عمرو کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

کوفہ میں عقبہ بن عمر، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حنظلہ بن ربیع تمیمی جیسے صحابہ کرام اہل مدینہ کی اعانت پر لوگوں کو ابھار رہے تھے۔ کوفہ کے تابعین میں حضرت عبداللہ کے شاگردان مسروق بن اجدع، اسود بن یزید، شریح

AsliAhleSunnet.com

بن حارث اور عبداللہ بن حکیم جیسے لوگ مدینہ والوں کی اعانت پر لوگوں کو آمادہ کر رہے تھے یہ لوگ مجلسوں میں گھوم گھوم کر یہ کہتے: "اے لوگو! بات آج کی ہے کل کا سوال نہیں۔ نظر آج بھلی لگ رہی ہے کل بری معلوم ہوگی، جنگ آج حلال ہے کل حرام ہوگی۔ اپنے خلیفہ اور اپنی حکومت کی عصمت بچانے کے لئے نکل پڑو۔" بصرہ میں عمران بن حصین، انس بن مالک ہشام بن عامر اور ان جیسے کبار صحابہ لوگوں کو اہل مدینہ کی اعانت پر آمادہ کرنے پر کمر بستہ ہوگئے تھے۔ بصرہ کے تابعین میں کعب بن سور، ہرم بن حیان عبدی اور ان جیسے بہت سے تابعی بھی وہی کہتے تھے جو کوفہ کے مذکورہ صحابہ اور تابعین کہتے تھے۔ شام میں عبادہ بن صامت، ابو الدرداء، ابو امامہ اور ان جیسے کبار صحابہ نیز شامی تابعین میں شریک بن خباشہ النمیری، ابو مسلم خولانی اور عبدالرحمٰن بن غنم اور ان جیسے لوگ یہی فرض انجام دینے لگے مصر میں خارجہ اور ان کے مثل لوگ بھی کوفہ اور بصرہ کے صحابہ اور تابعین کی طرح لوگوں کو اہل مدینہ کی معاونت پر آمادہ کرنے لگے[1]

---

[1] اس فصل میں جو واقعات تحریر کئے گئے ہیں وہ سری کی صرف ایک طویل روایت سے ماخوذ ہیں جو انہوں نے بسند شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ و ابی حارثہ و ابی سفیان روایت کیا ہے۔ طبری ج ۳ ص ۳۸۵ — ۳۸۸

AsliAhleSunnet.com

امیر المومنین کی شہادت

مدینہ منورہ میں صورت حال سنگین ہوتی گئی منتقمین نے اجتماع کی آزادی سلب کرنے کے بعد گفتگو کی آزادی بھی ختم کر دی۔

(مسجد نبوی میں مصریوں کے ٹھہرنے کے بعد جب پہلا جمعہ آیا تو حضرت عثمان باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھایا پھر منبر پہ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

" اے دشمنو! خدا سے ڈرو۔ خدا کی قسم اہل مدینہ کو خوب معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تم پر لعنت بھیجی گئی ہے، اپنی غلطیوں کو نیکیاں کر کے مٹا دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو نیکی سے ختم کرتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور کہا: " میں اس کی شہادت دیتا ہوں "۔ حکیم بن جبلہ نے انہیں پکڑ کر بٹھا دیا۔ حضرت زید بن ثابت بھی کھڑے ہوئے اور کہا۔ " میرے پاس کتاب تو لاتا "۔ دوسری جانب سے محمد بن ابی قتیرہ جھپٹا اور آپ کو پکڑ کر بٹھا دیا اور بدکلامی کیا۔" باغی اٹھ کھڑے ہوئے اور خشت باری شروع کر دی حتیٰ کہ لوگوں کو مسجد سے نکال کر باہر کر دیا۔ حضرت عثمان پر انہوں نے اس قدر سنگ باری کی کہ وہ

AsliAhleSunnet.com

بے ہوش ہو گئے، انہیں اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ اہل مصر نے مدینہ کے تین آدمی محمد بن ابوبکر، محمد بن ابو حذیفہ اور عمار بن یاسر کو چھوڑ کر کسی کی معاونت کرنا پسند نہ کیا۔ باغی لوگ ان سے مراسلت کا تعلق قائم کئے ہوئے تھے[۱]۔

---

[۱] حضرت سعید بن مسیب سے محمد بن ابو حذیفہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ انہوں نے کیوں حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کی؟ سعید بن مسیب نے جواب دیا: "محمد بن ابو حذیفہ یتیم تھے اور حضرت عثمان کی کفالت میں تھے۔ حضرت عثمان اپنے گھرانے کے یتیموں کی سرپرستی اور کفالت کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے آپ سے گورنری مانگی حضرت عثمان نے کہا: "میرے بیٹے! اگر تم لوگوں میں مقبول ہوتے اور پھر مجھ سے گورنری طلب کرتے تو میں تمہیں ضرور کسی جگہ کا عامل بنا دیتا لیکن تو ایسا نہیں ہے۔" محمد بن ابو حذیفہ نے کہا: "تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں نکلوں اور خود اپنا معاش تلاش کروں" حضرت عثمان نے کہا: "جہاں جانا چاہو جاؤ۔" اور اپنے پاس سے ان کے سفر کے لوازمات تیار کر کے ان کے حوالہ کیا جب محمد بن ابو حذیفہ مصر پہنچے تو ان لوگوں کے ساتھ شریک ہو گئے جو حضرت عثمان کے مخالف تھے، کیونکہ انہیں گورنری نہیں ملی تھی۔

پھر سوال کیا گیا کہ حضرت عمار بن یاسر کی مخالفت کی کیا وجہ تھی؟ تو حضرت سعید نے جواب دیا: "عمار بن یاسر اور عباس بن عتبہ بن ابولہب کے مابین کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا، حضرت عثمان نے دونوں کو مارا۔

AsliAhleSunnet.com

کچھ مسلمان جن میں سعد بن مالک، حضرت ابوہریرہ، زید بن ثابت اور حضرت حسن بن علی بھی تھے، باغیوں سے مقابلے کے لئے کود پڑے، لیکن حضرت عثمان نے ان کو بتاکید واپس بلا لیا۔ حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر امیر المومنین حضرت عثمان کے پاس آئے اور ان کی عیادت کی۔ یہ تینوں حضرات نے اپنے غم کا اظہار کیا اور پھر اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے۔

ایک طرف کسی تنظیم، سرگرمی وحرکت اور اجتماع کی سہولیات فراہم ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا، دوسری طرف حضرت عثمان کا یہ اصرار تھا کہ ان کی وجہ سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرنے دیا جائے ان کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ ان کا اصرار تھا کہ وہ دنیا سے اس حال میں جدا ہوں کہ ایک بال برابر دنیا میں ملوث نہ ہوں۔ وہ منافقوں کے ہاتھ میں کھلونا نہیں

بقیہ حاشیہ

عمار کے خاندان والوں اور عتبہ کے خاندان والوں میں یہ عناد آج تک باقی ہے۔

طبری ج ۳ ص ۴۲۸ بروایت سری عن شعیب عن سیف عن عبداللہ بن سعید عن یحیی بن سعید۔

اور حضرت عثمان نے محمد بن ابوبکر کے رویہ کی یہ توجیہ کی کہ وہ خود پسندی میں مبتلا ہو گئے تھے (یعنی وہ خود پسندی میں یہ سوچنے لگے کہ ان پر حقوق لازم نہیں) ان سے خوش تھے لیکن بعد میں انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ حقوق کی پابندی نہیں کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ زندگی کے طور طریق میں عمر کا بہت اثر ہوتا ہے اور اس وقت محمد بن ابوبکر کی عمر چوبیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔

AsliAhleSunnet.com

بننا چاہتے تھے، کیونکہ اس طرح وہ اپنے خلف کے لئے ایک بری مثال چھوڑ جاتے اور خلافت کے مسئلہ کو انتشار کا سبب بنا دیتے، منافقین جس کو چاہتے گدی پر سے اتار دیتے اور ہر احمق جس کو چاہتا گدی نشین کر دیتا خصوصاً حضرت عثمان کے پاس اس سلسلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ ایسے واضح فرامین تھے جن میں جدال یا شبہ کی گنجائش نہیں تھی۔

(اے عثمان! اللہ تعالیٰ عنقریب تم کو ایک قمیص پہنائے گا اور جب منافقین تم سے اس قمیص کو اتروانا چاہیں تو ہرگز نہ اتارنا یہاں تک کہ تمہاری ملاقات مجھ سے ہو جائے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا) [1]

حضرت عثمان اس وقت اللہ سے ایسی حالت میں ملاقات کرنا چاہتے تھے کہ ان کے گردن پر کسی مسلمان کا خون نہ ہو ان دونوں صورتوں کے پیش نظر حضرت عثمان نے ایک دن زعمار قوم حضرت علی، حضرت زبیر حضرت طلحہ وغیرہ کو بلایا اور گھر سے باہر آئے اور کہا۔

(لوگو! بیٹھ جاؤ۔)

باہر سے آنے والے شرپسند اور مدینہ کے رہنے والے سب لوگ بیٹھ گئے، حضرت عثمان نے کہا:

---

[1] اس حدیث کو امام احمد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے الفاظ امام احمد کے ہیں امام ترمذی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ حسن غریب ہے۔

AsliAhleSunnet.com

"اے اہل مدینہ! میں تمہیں اللہ کے حوالہ کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ میرے بعد خلافت کسی بہتر آدمی کے ہاتھ میں آئے۔ بخدا میں آج کے بعد کسی سے نہیں ملوں گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں اپنا فیصلہ فرما دے جو میرے سامنے ہیں اور جو میرے دروازے کے عقب میں ہیں ان کے حوالے کوئی ایسی چیز نہیں کروں گا جس کو یہ کر یہ تمہارے خلاف اللہ کے دین یا دنیا کے بارے میں تعرض کریں یہاں تک کہ اللہ جو پسند کرے گا وہی کرے گا۔"[1]

اس کے بعد حضرت عثمان نے اہل مدینہ کو قسم دے کر واپس جانے کا حکم دیا اور وہ لوگ لوٹ گئے۔ لیکن حضرت حسن، محمد، عبداللہ بن زبیر اور ان جیسے کچھ نوجوان واپس نہیں گئے یہ لوگ اپنے باپ کے حکم سے دروازے پر بیٹھ گئے اور ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی اکٹھا ہو گئے۔ حضرت عثمان نے اپنے گھر میں خلوت نشینی اختیار کر لی اور انتظار کرنے لگے کہ شاید بلاد اسلامیہ کے وفود آئیں اور باغیوں کے محاصرہ کو توڑ دیں، ان کے منصوبے کو تہس نہس کر دیں اور باغی لوگ خود کو حوالے کر دیں۔[2]

لیکن دشمنوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر امدادی وفود پہنچ گیا تو انہیں اپنے اقدام سے باز رہنا پڑے گا۔

یہ سوچ کر باغیوں نے آخری منصوبہ بنایا کہ اس سے قبل کہ بلاد اسلامیہ سے امدادی وفود مدینہ پہنچ آئیں، منفی پہلو اپنایا جائے اور حضرت عثمان پر

---

[1] [2] طبری عن سری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ و ابی حارثہ و ابی عثمان۔

AsliAhleSunnet.com

تنگیاں ڈالی جائیں۔ اور پھر انہیں قتل کر دیا جائے۔

(محاصرہ چالیس دن جاری رہا اور باغیوں کا مدینہ میں ستر دن قیام رہا۔ محاصرہ کے اٹھارہویں دن اطراف سے ایک قافلہ آیا اور اس نے ان اشخاص کے بارے میں بتلایا جو بلاد اسلامیہ سے حضرت عثمان کی اعانت کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ حبیب شام سے، معاویہ بن حدیج مصر سے، قعقاع کوفہ سے اور مجاشع بصرہ سے روانہ ہو رہے ہیں۔ اس وقت باغی حضرت عثمان اور لوگوں کے بیچ میں حائل ہو چکے تھے۔ اور حضرت عثمان کے پاس ہر چیز حتی کہ پانی تک پہنچانے سے روک دیا تھا۔

باغیوں نے حضرت عثمان کے قتل کے لئے اسباب تلاش کرنا چاہا لیکن انہیں کوئی حیلہ نہ مل سکا تو انہوں نے آپ کے گھر پر سنگ باری شروع تا کہ حضرت عثمان کے حامیان اور محافظ بھی جوابی کارروائی کریں اور وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمارا مقابلہ کیا گیا۔ ایک رات حضرت عثمان نے انہیں پکار کر کہا! "کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں ہے؟ کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ میرے گھر میں اور لوگ بھی ہیں؟" باغیوں نے جواب دیا: "خدا کی قسم ہم لوگوں نے سنگ باری نہیں کی۔" حضرت عثمان نے کہا! "پھر کس نے کی؟" انہوں نے کہا: "اللہ نے" حضرت عثمان نے کہا: "تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو اگر اللہ خشت باری کرتا تو اس کا نشانہ خطا نہ ہوتا اور تمہارا نشانہ خطا ہو رہا ہے" حضرت عثمان نے آل حزم جو آپ کے پڑوسی تھے۔ جھانک کر دیکھا اور عمرو کے لڑکے کو حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات کے پاس پیغام

AsliAhleSunnet.com

دے کر بھیجا کہ باغیوں نے ہمارے اوپر پانی بند کر دیا ہے اگر تم لوگ کچھ پانی بھیج سکو تو بھیجو۔

سب سے پہلے حضرت ام حبیبہ اور حضرت علی پیغام پا کر فوراً ہی پانی لے کر آئے۔

حضرت علی صبح تڑکے آئے اور باغیوں سے کہا: "اے لوگو! تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو یہ نہ تو مسلمانوں اور نہ کافروں کے معاملہ کے مشابہ ہے۔ اس شخص پر اشیاء خوردنی نہ بند کرو، روم اور فارس والے بھی جب کسی کو قید کرتے ہیں تو آب و طعام ضرور دیتے ہیں۔ اس شخص نے تمہارے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔ پھر کیوں اس کے محاصرے اور قتل کو جائز سمجھ رہے ہو؟"

باغیوں نے کہا: نہیں خدا کی قسم ہم اس کے پاس کوئی بھی نعمت نہ پہنچنے دیں گے اور نہ کھانے پینے دیں گے۔

حضرت علی نے اپنا عمامہ حضرت عثمان کے گھر میں پھینک دیا اور کہا میں نے حتی المقدور کوشش کی اور وہ واپس چلے گئے۔

حضرت ام حبیبہ اپنے خچر پر ایک کجاوہ کسے ہوئے آئیں جس میں پانی کا ایک چھاگل تھا۔ کہا گیا۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ تشریف لائیں ہیں باغیوں نے ان کے خچر کے چہرے پر مارا۔ حضرت ام حبیبہ نے کہا: بنی امیہ کی کچھ وصیتیں اس آدمی (خلیفہ) کے پاس ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان سے ملوں اور اس کے متعلق پوچھوں، تاکہ یتیموں اور بیواؤں کے مال ضائع نہ ہو جائیں۔ باغیوں نے کہا: "یہ جھوٹی ہیں" لوگ ام المومنین کی طرف لپکے اور ان

AsliAhleSunnet.com

کے خچر کی رسی کاٹ دی، خچر آپ کو لے کر ایک طرف بھاگا، لوگوں نے اسے تھام لیا، ام المومنین کا کجاوہ ایک طرف جھک گیا تھا۔ لوگوں نے اسے سنبھال دیا۔ قریب تھا کہ باغی انہیں قتل کر ڈالتے، لوگ ام المومنین کو لے کر ان کے گھر پہنچا آئے۔

حضرت عائشہ بھاگنے کے ارادہ سے حج بیت اللہ کی تیاری کر چکیں تھیں۔ انہوں نے اپنے بھائی محمد بن ابو بکر کو بھی ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تب حضرت عائشہ نے کہا! "اگر میں یہ قوت رکھوں کہ جس بات کی یہ باغی لوگ کوشش کر رہے ہیں اللہ انہیں اس سے محروم کر دے تو میں ایسا ضرور کروں گی۔"

حضرت حنظلہ کاتب وحی آئے۔ اور محمد بن ابو بکر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا! اے محمد! تمہیں ام المومنین ساتھ لے جانے کو کہہ رہی ہیں اور تم ان کی بات نہیں مان رہے ہو اور عرب کے بھیڑیے تمہیں حرام شے کی طرف بلا رہے ہیں اور تم ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہو؟ محمد نے کہا: اے ابن تمیمہ آپ کو اس سے کیا تعلق؟" حضرت حنظلہ نے جواب دیا! "اے ابن خثعمیہ اگر یہ معاملہ تغالب اور مقابلہ کا رخ اپنا لے تو عبد مناف تجھ کو شکست دیدیں گے۔" اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے واپس چلے گئے۔

عجبت لما یخوض الناس فیہ ... یرومون الخلافۃ ان تزولا

ولو زالت لزال الخیر عنہم ... ولا قوا بعدہ ذلا ذلیلا

وکانو کالیہود أو النصاری ... سواء کلھم ضلوا السبیلا

(مجھے تعجب ہے اس بات پر جس میں یہ لوگ دلچسپی لے رہے ہیں۔ یہ

AsliAhleSunnet.com

لوگ چاہتے ہیں کہ خلافت ختم ہو جائے۔ اگر خلافت ختم ہو گئی تو مسلمان سے خیر ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد لوگ ذلت و رسوائی سے دو چار ہوں گے یہ تو یہود و نصاریٰ کی طرح سب کے سب گمراہ ہیں۔

اور حضرت حنظلہ کوفہ چلے گئے۔ حضرت عائشہ مصریوں کے خلاف غیظ و غضب سے بھری ہوئی زیارت بیت اللہ کے لئے نکل پڑیں۔ ان کے پاس مروان بن حکم آیا اور کہا: "ام المومنین اگر آپ یہاں ٹھہریں تو زیادہ مناسب ہے تاکہ لوگ اس آدمی (خلیفہ) کی محافظت اور نگرانی کریں۔" حضرت عائشہ نے جواب دیا: "کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو ام حبیبہ کے ساتھ کیا گیا ہے پھر میں کسی حمایتی اور معاون کو نہ پاؤں؟ خدا کی قسم میں کسی کو عار نہیں دلا رہی ہوں اور نہ میں یہ جانتی ہوں کہ ان لوگوں کے معاملہ کو کسی کے سپرد کیا جائے۔"

جب حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کو خبر ملی کہ حضرت علی اور حضرت ام حبیبہ کے ساتھ اس قسم کا ناروا سلوک کیا گیا ہے تو وہ اپنے گھروں میں بند ہو گئے اور حضرت عثمان کے ساتھ یہ صورت حال تھی کہ جس وقت محاصرین غفلت میں ہوتے۔ حزم کے گھرانے والے انہیں پانی دے آتے۔

حضرت عثمان نے لوگوں کی طرف جھانک کر دیکھا اور کہا: "عبداللہ بن عباس" حضرت عبداللہ بن عباس کو بلایا گیا۔ حضرت عثمان نے کہا: حج کا موسم آچکا ہے تم مکہ چلے جاؤ۔" (حضرت عبداللہ بن عباس بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو حضرت عثمان کے تحفظ کے لئے دروازہ کی نگرانی کر رہے تھے۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت عبد اللہ بن عباس نے کہا ! امیر المومنین ! خدا کی قسم یہ جہاد میرے نزدیک حج سے افضل ہے۔

حضرت عثمان نے انہیں قسم دلائی کہ وہ حج کے لئے چلے جائیں۔

مجبور ہو کر حضرت عبد اللہ بن عباس حج کے لئے روانہ ہو گئے۔

حضرت عثمان نے اپنا وصیت نامہ حضرت زبیر کی طرف پھینک دیا وہ وصیت نامہ لے کر واپس چلے گئے۔ حضرت زبیر کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ حضرت عثمان کی شہادت کے وقت موجود تھے یا اس سے قبل ہی روانہ ہو چکے تھے ۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔

"یا قوم لا یجرمنکم شقاقی ان یصیبکم مثل ما اصاب قوم نوح :" الآیۃ (ترجمہ :-

اے اللہ ! باغی ٹولیوں اور جس کی یہ توقع لگائے بیٹھے ہیں۔ یہ وہ حائل کر دے جیسا کہ ان کے ساتھیوں کے ساتھ اس سے پہلے کیا گیا ہے۔[1]

لوگوں کے مواقف جو کلمہ حق کا اعلان کر رہے تھے صرف ادبی جرأت میں محدود ہو گئے کیونکہ وہ طاقت کے استعمال سے عاجز تھے اور طاقت کے استعمال کا مطلب صرف چیدہ مسلمانوں اور ائمہ کو ختم کر دینا تھا تا کہ مدینہ کی فضا منافقوں، کینہ پروروں اور شورش پسندوں کے لئے خالی

---

[1] طبری ج ۳ صـ ۴۱۷ تا ۴۱۹ بروایت سری عن سیف عن ابی حارثہ وابی عثمان ومحمد وطلحہ۔

AsliAhleSunnet.com

ہو جائے۔

اصحاب رسول کے اختیار میں اب صرف یہی تھا کہ وہ اپنے جگر گوشوں کو حضرت عثمان پر فدا کر دیں، لیکن اگر اہل مدینہ نے بھی میری ہلاکت کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ بھی ان باغیوں کو اقتدار کی دعوت دے رہے ہیں جو ان پر تسلط جمالیں اور غلبہ حاصل کر لیں۔

اس لئے صرف اپنے لئے نہیں، بلکہ پوری امت کے لئے ان پر لازم تھا کہ اپنی زندگی اور خلیفہ کی زندگی کی حفاظت کرتے اور مسئلہ کی کوئی تدبیر کرکے لشکر جمع کرتے اور فوجوں کو ترتیب دیتے۔ کیونکہ لوگ صرف انہیں کی آواز پر لبیک کہتے اور انہیں کی بات سنتے لیکن اب ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے اور ادھر امیر المومنین حضرت عثمان کا اصرار ہے کہ اللہ کا سامنا اس حال میں کریں گے کہ ان کی وجہ سے خون کا ایک قطرہ نہ گرایا جائے ورنہ اللہ اس کے متعلق ان سے سوال کرے گا۔

☆ ☆ ☆

اب ہم ان کینہ پروروں اور منافقوں کی طرف سے قتل کے خطرناک منصوبہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

ان باغیوں نے کسی قرابت داری، ذمہ اور نہ ام المومنین ام حبیبہ کی حرمت کا لحاظ کیا۔ ان شورش پسندوں نے نہ تو عزیزداری نہ عہد اور نہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ کے مرتبہ کا

AsliAhleSunnet.com

خیال کیا۔ ہم اس واقعہ کا صرف سرسری جائزہ پیش کریں گے۔ کیونکہ یہ بہت جانگسل اور دلگداز واقعہ ہے۔

حضرت عثمان کے قتل کے علاوہ کوئی ایسا راستہ نہیں رہ گیا تھا جس کے ذریعہ وہ نجات کی توقع رکھتے ہوں باغی دروازہ کی طرف لپکے حضرت حسن، حضرت عبداللہ بن زبیر، محمد بن طلحہ، مروان بن حکم، سعید بن عاص اور دوسرے صحابہ کرام کے صاحبزادے جو دروازہ پہ تھے باغیوں کو روکے رکھا اور تلواریں سونت لیں۔ حضرت عثمان نے انہیں آواز دی۔ اللہ، اللہ! تم لوگ میری مدد سے آزاد ہو، لیکن ان لوگوں نے انکار کر دیا تو حضرت عثمان دروازہ کھول کر باہر نکلے۔ باغیوں کو روکنے کے لئے حضرت عثمان تلوار اور سپر لئے ہوئے تھے۔ جب مصریوں نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے اور یہ لوگ ان پر چڑھ آئے اور حضرت عثمان نے انہیں روکا لیکن وہ پلٹ آئے اور یہ بات دونوں فریق کے لئے شاق گذری حضرت عثمان نے صحابہ کو قسم دلایا کہ وہ اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں، لیکن ان لوگوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور قصر خلافت میں داخل ہو گئے۔ حضرت عثمان نے مصریوں کو باہر ہی چھوڑ کر دروازہ بند کر لیا۔ ان ایام میں حضرت عثمان نے قرآن کو اپنا معمول بنا لیا تھا نماز میں مشغول ہوتے تو قرآن آپ کے پاس ہوتا جب تھک جاتے تو بیٹھ کر تلاوت کرنے لگتے۔ صحابہ کرام تلاوت قرآن کو عبادت جانتے تھے۔ حضرت عثمان دروازہ بند کرکے بلوائیوں کو باہر ہی روکے ہوئے تھے۔ جب مصری بلوائیوں نے دیکھا کہ دروازہ پر کوئی دفاع کرنے والا

AsliAhleSunnet.com

نہیں ہے اور نہ وہ دروازہ کے اندر داخل ہی ہو سکتے ہیں تو وہ لوگ آگ لائے اور دروازہ اور چھت میں آگ لگا دی، دروازہ اور چھت آگ سے بھڑک اٹھے حتیٰ کہ لکڑیاں جل گئیں اور چھت دروازہ پر گر پڑی گھر والے یہ دیکھ کر لیکے۔ حضرت عثمان اس وقت نماز میں مصروف تھے محافظوں نے آکر بلوائیوں کو اندر داخل ہونے سے روکا۔

بلوائی حضرت عثمان کے پڑوس کے گھروں سے ان کے گھر میں گھس گئے حتیٰ کہ وہ ڈیر ہو گئے جو محافظ دروازہ پر تھے ان کو خبر بھی نہ ہو سکی قبیلوں کے لوگوں نے جب دیکھا کہ بلوائیوں نے ان کے امیر پر قابو پا لیا ہے تو وہ لوگ اپنے لڑکوں کے پاس آئے اور ان کو لے کر چلے گئے۔

بلوائیوں نے حضرت عثمان کو قتل کرنے کے لئے کسی کو پکارا۔ ایک شخص آیا اور گھر میں داخل ہو گیا اور کہا:

"خلافت سے دست بردار ہو جاؤ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔"

حضرت عثمان نے جواب دیا:

"تم پر لعنت ہو، خدا کی قسم میں نے جاہلیت اور اسلام میں کسی عورت کو رسوا نہیں کیا۔ نہ میں نے رقص و سرور میں دلچسپی لی اور نہ میں نے اس کی آرزو کی، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اپنی شرم گاہ کو داہنے ہاتھ سے نہیں چھوا۔ اس خلعت کو جس کو مجھے خدا نے پہنایا ہے، میں نہیں اتاروں گا اور میں یہیں رکوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ اہل سعادت کو معزز کر دے اور بدبختوں کو رسوا کر دے۔

وہ شخص باہر نکل گیا، بلوائیوں نے پوچھا: تم نے کیا کیا۔

AsliAhleSunnet.com

اس نے کہا: "اس نے ہم لوگوں کو معلق کر دیا ہے، خدا کی قسم اس کے قتل کے بغیر لوگوں سے نجات نہیں ہے اور ہمارے لئے اس کا قتل حلال بھی نہیں ہے۔"

حضرت عبداللہ بن سلام تشریف لائے۔[1]

---

[1] امام طبری نے عبداللہ بن سلام سے روایت نقل کی ہے کہ جس وقت حضرت عثمان کے معاملے میں لوگ برانگیختہ تھے انہوں نے کہا! لوگو! اس ضعیف شخص کو تم قتل نہ کرو اور اس سے معافی طلب کرو کیونکہ جب بھی کسی قوم نے اپنے نبی کو قتل کیا، اس قوم کے ستر ہزار آدمیوں کا خون بہایا گیا اور جب کسی قوم نے اپنے خلیفہ کو قتل کیا اس قوم کے چالیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔

بلوائیوں نے ان کی باتوں کا کوئی دھیان نہ دیا اور حضرت عثمان کو قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام اس کے بعد حضرت علی کے انتظار میں راہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت علی سے پوچھا! کہاں کا ارادہ ہے؟" حضرت علی نے کہا: "میں سرزمین عراق کی طرف جا رہا ہوں۔" حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا: "عراق مت جائیے اور منبر رسولؐ کے پاس ٹھہرے رہیئے۔ حضرت علی کے حمایتی لوگوں نے ان پر چھلانگ لگائی اور انہیں قتل کرنا چاہا۔ حضرت علی نے کہا! "انہیں چھوڑ دو یہ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔" تو جب حضرت علی قتل کر دئے گئے، تو عبداللہ بن معقل نے کہا کہ یہ چالیسویں سال کا سرا ہے اور اب صلح ہو جائے گی جب کسی قوم نے

آگے صفحہ پر

AsliAhleSunnet.com

انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر قتل سے روکتے ہوئے کہا: "اے قوم کے لوگو! تم اللہ کی تلوار کو اپنے لئے ننگی نہ کرو۔ اگر تم نے آج اسے بے نیام کیا۔ تو کبھی میان کے اندر نہیں کر سکو گے، تمہارے لئے خرابی ہو آج تمہارا خلیفہ درّہ کے ذریعہ تمہاری اصلاح کرتا ہے اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو آنے والے حکمران تلوار استعمال کریں گے، تم پر لعنت ہو تمہارا شہر اللہ کے فرشتوں سے گھرا ہوا تھا، خدا کی قسم اگر تم نے خلیفہ کو قتل کر دیا تو فرشتے مدینہ چھوڑ دیں گے۔

بلوائیوں نے کہا: اے یہودی زادے تمہارا اس سے کیا تعلق۔؟

حضرت عبداللہ بن سلام واپس چلے گئے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ قوم کی طرف واپس جانے والوں میں سب سے آخری شخص جو حضرت عثمان کے پاس آئے وہ محمد بن ابوبکر تھے۔ حضرت عثمان نے ان سے کہا: "تم پر لعنت ہو کیا تم اللہ پر غصہ اتار رہے ہو؟ کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے یا میں نے تمہاری کوئی حق تلفی کی ہے؟"

وہ شرمندہ ہو کر واپس لوٹ آئے۔

آگے صفحہ کا

اپنے نبی کو قتل کیا اس کے ستر ہزار اشخاص ضرور قتل ہوئے اور جب کسی قوم نے اپنے خلیفہ کو قتل کیا اس قوم کے چالیس ہزار آدمی ضرور قتل کئے گئے۔"

ھیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس حدیث کو طبری نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ صحیح حدیث کے رواۃ ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

جب محمد بن ابوبکر واپس لوٹ آئے اور باغیوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ لوٹ چکے ہیں تو قتیرہ سکونی، سودان بن حمران سکونی اور غافقی جھپٹے، غافقی نے لوہے کے ایک ہتھیار سے جو اس کے پاس تھا حضرت عثمان کے اوپر وار کیا اور قرآن کو اپنے پیر سے ٹھوکر مارا۔ قرآن گھوم کر حضرت عثمان کے سامنے جا پڑا اور اس پر خون کے چھینٹے پڑ گئے۔ سودان بن حمران آپ کو مارنے کے لئے آیا، نائلہ بنت فرافصہ آپ کے اوپر جھک گئیں اور تلوار کے وار کو اپنے ہاتھوں پر روک لیا اس نے حضرت نائلہ کو مارنا چاہا اور ان کے ہاتھ پر وار کیا، ان کی انگلیاں کٹ کر دور جا پڑیں وہ ہٹ گئیں اس نے ان کے کولہے کو ٹھیس لگا کر کہا کہ "بہت بڑے کولھوں والی ہیں" اس نے حضرت عثمان کو مار کر قتل کر دیا۔

حضرت عثمان کے کچھ غلام ان کی مدد کے لئے لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے، حضرت عثمان کی مدافعت کے لئے ان کے جو غلام رکے ہوئے تھے، انہوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ جب غلاموں نے دیکھا کہ سودان نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہے تو ان کا ایک غلام اس کی طرف جھکا اور اس کی گردن اڑا دی۔

قتیرہ نے اس غلام پر چھلانگ لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ گھر میں جو کچھ تھا بلوائیوں نے اسے لوٹ لیا اور مکینوں کو باہر نکال دیا۔ تین لاشوں کے ساتھ انہوں نے گھر کو مقفل کر دیا۔ جب یہ لوگ قصر خلافت کی طرف نکلے تو حضرت عثمان کا ایک غلام قتیرہ پر جھپٹا اور اسے قتل کر دیا۔ بلوائیوں نے پورے گھر کا چکر لگایا اور جو کچھ انہوں نے پایا اٹھا لیا حتیٰ کہ عورتوں کے زیورات بھی

AsliAhleSunnet.com

اتروائیے۔ ایک آدمی نے جس کا نام کلثوم بن تجیب تھا، حضرت نائلہ کی چادر اٹھالی، نائلہ ایک گوشے میں چلی گئیں تو اس نے کہا: اے بڑھیا تیری ماں کی خرابی ہو۔

حضرت عثمان کا ایک غلام یہ منظر دیکھ رہا تھا اس نے اس شخص کو قتل کر دیا اور پھر قتل کر دیا گیا۔ . . .

حضرت زبیر مدینہ کے باہر چلے گئے اور مکہ کے راستے میں ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے، جب ان کو حضرت عثمان کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور کہا: "اللہ حضرت عثمان پر رحم کرے اور ان کی مدد کرے۔

لوگوں نے کہا: قوم شرمندہ ہے، حضرت زبیر نے جواب دیا: پیچھے ہٹو پیچھے ہٹو۔ (وحیل بینھم وبین مایشتھون) الآیہ (ترجمہ اور ان کے درمیان اور اس چیز کے درمیان جو وہ لوگ چاہتے ہیں حائل ہو گیا)

حضرت طلحہ کو جب جانکاہ حادثے کی خبر ملی تو انہوں نے کہا! اللہ حضرت عثمان پر رحم کرے، ان کی اور اسلام کی مدد کرے۔ لوگوں نے کہا: قوم شرمندہ ہے، حضرت طلحہ نے کہا: ان کے لئے ہلاکت ہو اور یہ آیت پڑھی۔ (فلا یستطیعون توصیۃ ولا الیٰ اھلھم یرجعون) الآیہ (ترجمہ تو وہ وصیت اور اپنے گھر کی طرف لوٹنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

حضرت علی کو جب یہ بتلایا گیا کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے تو انہوں نے کہا: اللہ حضرت عثمان پر رحم کرے اور ان کا بہتر جانشین پیدا کرے۔ کہا گیا: شورش پسند اپنے کئے پر پشیمان ہیں حضرت علی نے یہ آیت تلاوت

AsliAhleSunnet.com

کی: (کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر۔۔۔) الآیہ (ترجمہ شیطان کی طرح جبکہ انسان سے کہا کہ کفر کر۔

حضرت سعد طلب کئے گئے۔ وہ اپنے باغ میں یہ کہہ کر آگئے تھے کہ میں قتل کا منظر نہیں دیکھ سکتا؛ جب انہیں حضرت عثمان کے قتل کی خبر ملی تو کہا ہم بھاگ کر مدینہ آئے تو کمزور پڑ گئے۔ اور یہ آیت تلاوت کی: (الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا) الآیہ (ترجمہ وہ لوگ جن کی کوشش دنیاوی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں) اے اللہ تو انہیں شرمندہ کر اور اپنی گرفت میں لے لے۔"

یہ دونوں روایتیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ ہم نے ان دونوں روایتوں سے اس حد تک واقعات لئے ہیں جن سے حضرت عثمان کے قتل کا پورا منظر ہمارے سامنے آجائے۔ اور یہ دونوں روایتیں مستند مراجع سے منقول ہیں۔

اس کے علاوہ دوسری روایات ملی جلی اور ادھر اُدھر بکھری ہوئی ہیں اس لئے ہم نے ان سے صرف نظر کیا ہے نیز ان کی سند اور متن دونوں میں شک کی گنجائش ہے۔

☆ ☆ ☆

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حسن طبیعت کے مالک تھے، ہم رسالت کے

AsliAhleSunnet.com

ابتدائی عہد کے علاوہ اس کی نظیر لانے سے قاصر ہیں۔

بعض حکمراں تو اپنی جان بچانے کے لئے پوری قوم کا خون بہا دیتے ہیں، لیکن حضرت عثمان کو یہ بھی گوارہ نہ ہوا کہ ان کی وجہ سے خون کا ایک قطرہ بھی گرایا جائے۔

حضرت عثمان کے سامنے یہ تجویز رکھی گئی کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں لیکن آپ نے ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ کا یہ انکار عہدے کی طمع کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق جو پیشین گوئی کی تھی اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے ایسا کیا

"اے عثمان جب اللہ تم کو قمیص پہنا دے اور منافقین اسے اتارنا چاہیں تو تم اسے اتارنا نہیں۔"

آپ نے مقابلہ سے گریز کیا اور ہاتھ روکے رہنے کا حکم دیتے رہے اور ان غلاموں کو آزاد کرتے رہے جو اپنی تلواروں کو مدافعت کے لئے اٹھائے ہوئے تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی بات کا حکم دیا تھا اور اس ابتلا پر انہیں جنت کی خوش خبری سنائی تھی۔

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بشارت وارد ہوئی ہے جس دن حضرت عثمان نے دربار نبوت میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو پیارے نبی نے فرمایا: "انہیں اجازت دے دو اور اس مصیبت کے بدلے جو اُن پر آئے گی، انہیں جنت کی خوشخبری دے دو"[1]

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الفضائل۔

AsliAhleSunnet.com

قصر خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: امیر المومنین کیا ہم مقابلہ نہ کریں۔؟

حضرت عثمان نے کہا: نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک وعدہ لیا ہے اور میں اس پر قائم رہوں گا۔[1]

---

[1] امام احمد بسند یحیی عن اسماعیل بن قیس عن ابی سہلۃ مولی (غلام) عثمان عن عائشہ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے بعض ساتھی کو بلاؤ۔" حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے کہا: "کیا ابوبکر کو بلائیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں" میں نے کہا: "کیا عمر کو بلائیں" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" میں نے عرض کیا: "کیا آپ کے عم زادے حضرت علی کو بلائیں؟" آپ نے فرمایا: "نہیں" میں نے کہا: عثمان کو بلائیں" آپ نے فرمایا: "ہاں"

جب حضرت عثمان آئے تو آپ نے مجھ سے کہا کہ تم ہٹ جاؤ۔ آپ نے حضرت عثمان کو اپنے بائیں جانب کر لیا، اور حضرت عثمان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا

ابو سہلہ کہتے ہیں: جب آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا اور آپ اندر ہی تھے تو ہم لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین کیا آپ مقابلہ نہیں کریں گے۔

حضرت عثمان نے کہا: نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک وعدہ لیا ہے اور میں اس پر ثابت قدم رہوں گا۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت عثمان نے شہادت کے دن خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا (اے عثمان) کل تم ہمارے پاس ہو گے، کل تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔[۱]

حضرت عثمان روزہ کی حالت میں، صبر و استقامت کے ساتھ خدا کی رضامندی کی توقع کرتے ہوئے غروب شمس سے تھوڑا قبل شہید کئے گئے، جس دن آپ نے اپنا خون مسلمانوں پر نچھاور کر دیا۔ صحیفہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ایک نمونہ بن کر رب کے حضور میں پہنچ گئے۔ اس وقت آپ کی عمر نوے ۹۰ سال کے قریب تھی۔

---

[۱] کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اسے بہت قریب اور عظیم بتلایا۔ کعب کہتے ہیں پھر لحاف اوڑھے ہوئے ایک بزرگ گذرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اس دن حق پر ہو گا۔ کعب کہتے ہیں: میں تیزی سے دوڑا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا: اللہ کے رسول کیا وہ یہی شخص ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں یہی ہیں" وہ شخص حضرت عثمان بن عفان تھے۔

اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پانچ دن تک مدینہ کی امارت غافقی بن حرب کے ہاتھوں میں رہی۔ لوگ ایسے شخص کی تلاش میں سرگرداں تھے جو اس معاملہ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھالے مگر انہیں کوئی مل ہی نہ رہا تھا۔

مصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تو وہ ان سے چھپ جاتے ادھر ادھر مدینہ کے باغیچوں میں جا کر پناہ حاصل کرتے اور جب کبھی ان سے ملاقات ہو جاتی انہیں ہٹا دیتے اور بار بار ان کی گفتگو سے اور خود ان سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے۔

کوفی حضرات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے مگر وہ کبھی ان کے ہاتھ نہ آتے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان کے پاس ایک قاصد بھیجا مگر انہوں نے دھتکار دیا اور ان سے گفتگو کرنے سے بیزاری ظاہر کی۔

AsliAhleSunnet.com

پھری حضرت طلحہ کی تلاش میں تھے جب کبھی ملاقات ہوتی بھی تو ان سے دور ہٹ جاتے اور بار بار ان کی گفتگو سے برات کا اظہار کرتے جب انہیں کوئی موافق آدمی نہ ملا تو آخر کار شر یہ اس آدمی پر متفق ہو گئے جس نے ان کو پہلے دعوت تسلیم کی۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ ہم کو یہ معاملہ ان تینوں میں سے کسی کے بھی سپرد نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ

آپ اہل شوریٰ کے ایک فرد ہیں۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ لوگ آپ کے سلسلے میں متفق ہو جائیں گے۔ آپ تشریف لائیں۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے لیکن انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ: میں اور ابن عمر دونوں ہی اس سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ ہمارا اس سے کسی قسم کا کوئی سروکار نہیں۔ اور بطور مثال انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

لا تخلطن خبیثات بطیبۃ   واخلع ثیابک منھا وانج عریانا

بری چیزوں کو بھلی چیزوں سے نہ ملاؤ   اس قسم کی اشیاء سے اپنا تعلق بالکل ہی ختم کر لو

پھر وہ لوگ حضرت عمر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے پاس پہونچے اور عرض کیا۔

" آپ عمر کے بیٹے ہیں، آپ اس معاملہ کے لئے تیار ہو جائیں " انہوں نے جواب دیا۔

مجھے یہ معاملہ قابل انتقام[1] نظر آتا ہے۔ بخدا میں اس معاملہ میں نہیں پڑ سکتا۔

---

[1] عبداللہ بن عمر کی تنہا یہ رائے نہیں۔ کیونکہ قیس بن حازم بیان کرتے ہیں

AhleSunnet.com

کسی دوسرے کو تلاش کرو۔

ان کے اس جواب پر لوگ ہکا بکا رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔ یہ کام تو بہر حال انہی کو حل کرنا تھا۔[۱]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پانچویں روز جمعرات کو انہوں نے اہل مدینہ کو اکٹھا کیا۔ سعد اور زبیر مدینہ سے باہر ملے۔ طلحہ ایک باغیچہ کی چہار دیواری میں چھپے پائے گئے۔ اور بنو امیہ کو فرار ہوتا دیکھا گیا ان سب کو یکجا جمع کیا۔ جب اہل مدینہ جمع ہو گئے تو اہل مصر نے کہا۔

(بقیہ صفحہ ۲۵۶ کا)

کہ میں نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتے تھے کہ میں اب بھی اپنے متعلق یہ خیال کرتا ہوں کہ اسلام قبول کرنے پر مجھے عمر (اسلام قبول کرنے سے قبل) باندھے ہوئے ہیں۔ لیکن عثمان کے ساتھ جو تم نے سلوک کیا ہے اس کی بناء پر اگر کوہ اُحد ٹوٹ پڑے تو اس کا ٹوٹ پڑنا برحق ہو گا۔ (بخاری ج ۱)

زہدم جرمی بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس نے اپنی تقریر میں فرمایا: اگر لوگ عثمان کے خون کا بدلہ نہ طلب کرتے تو ان پر آسمان سے سنگ باری ہوتی۔

یہ روایت محمد بن سعد نے طبقات میں ذکر کی ہے اور ابن کثیر نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی طرق سے یہ روایت بیان کی گئی ہے۔

[۱] طبری ج ۳ ص ۴۵۵ السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ و ابی حارثہ و ابی عثمان

AsliAhleSunnet.com

آپ ہی حضرات مشورہ کے اہل ہیں۔ آپ ہی لوگ امامت کا مسئلہ طے کرتے ہیں۔ آپ کا حکم سب لوگوں سے بالا ہے، آپ کسی شخص کو دیکھ کر متعین کردیں۔ ہم یقیناً آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہیں۔

سرکردہ لوگوں نے کہا: ہم علی بن ابی طالب کو پسند کرتے ہیں[1]

(محمد اور طلحہ کی روایت ہے) کہ ان لوگوں نے کہا:

مدینہ والو! جاؤ ہم تمہیں دو دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر اس کے اندر اندر تم نے اس مسئلہ کا کوئی حل نہ نکالا تو پھر ہم علی۔ طلحہ۔ زبیر اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے لوگوں کی گردنیں مار دیں گے۔

چنانچہ لوگ ایک بھیڑ کی صورت میں حضرت علی کے پاس پہونچے اور کہا: ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ اسلام کی کیا حالت ہے اور قرابت داروں کی جانب سے ہم کس مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

حضرت علی نے جواب دیا مجھے معاف کرو۔ کسی دوسرے کو تلاش کرلو۔ اس لئے کہ ہم پر ایسا معاملہ آن پڑا ہے جس کے کئی رُخ ہیں اس کی کچھ ایسی شکلیں ہیں جس پر دل جم نہیں سکتا اور نہ ہی یہ باتیں سب کی سمجھ میں آسکتی ہیں۔

لوگوں نے کہا: ہم آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں۔ آپ ذرا ہماری نگاہوں

---

[1] طبری ج ۳ ص ۴۵۵ السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحۃ وابی حارثۃ وابی عثمان۔

AsliAhleSunnet.com

سے تو دیکھیں۔ کیا آپ اسلام کا حال نہیں دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ کو اٹھتا ہوا فتنہ نظر نہیں آ رہا ہے؟

کیا آپ کو خدا کا خوف نہیں؟

انہوں نے جواب دیا، میں اپنے علم کے مطابق تمہارا جواب دے چکا ہوں۔

یہ تاریخ اسلامی کا ایک فیصلہ کن وقت تھا۔ اور ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ معاملہ کی اہمیت کا خیال کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد پھر انہوں نے کہنا شروع کیا۔

یہ سمجھ لو کہ اگر میں تمہاری دعوت قبول کر لوں تو میں دانستہ مصیبت میں ڈالوں گا۔ اور اگر تم مجھے معاف رکھتے ہو تو میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔ ہاں مگر یہ بات ضرور ہے کہ اگر تم نے اپنی زمام نظام کسی کے سپرد کر دیا تو میں تمہاری بات سے انحراف نہیں کر سکتا۔ دل و جان سے تمہاری اطاعت کروں گا۔

اس گفتگو کے بعد لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور باہم دوسرے دن ملاقات کا وعدہ کیا۔ اس دوران لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ اگر طلحہ اور زبیر آ جائیں تو معاملہ سلجھ جائے گا۔

چنانچہ بصریوں نے حضرت زبیر کے پاس ایک بصری کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ آپ اس معاملہ میں رضامندی کا اظہار کر کے مصیبت مول نہ لیں۔ ادھر اہل مدینہ کے قاصد حکیم بن جبلہ عبدی ایک جماعت کے ساتھ پہونچے اور تلوار کے پہرے میں انہیں لے کر آئے۔ کوفیوں نے حضرت طلحہ کو کہلا بھیجا کہ آپ ہرگز اس معاملہ کے لئے تیار نہ ہوں۔ لیکن لوگوں نے حضرت اشتر کو چند لوگوں

AsliAhleSunnet.com

کے ساتھ بھی جو ان کو تلوار کا پہرا اکٹھا کر لائے۔ اہل کوفہ اور اہل بصرہ اپنے ساتھی کی مصیبت پر جوش تھے اور اہل مصر اہل مدینہ کے اس اجتماع اور اتفاق پر مسرور۔ اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو یہ خطرہ تھا کہ اہل مصر کی اتباع کی وجہ سے وہ ذلیل ہو چکے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا غیظ و غضب طلحہ اور زبیر کے خلاف بھڑکتا جا رہا تھا۔ جمعہ کا دن ہوا تو لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت علی آتے ہی منبر پر چڑھ گئے اور کہا:- لوگو! میں ایک جماعت کی طرف سے اور ان کے حکم سے بول رہا ہوں۔ دیکھو! یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ اس کا حق صرف اسے مل سکتا ہے جس کو تم حکم دو۔ ہم کل ایک معاملہ پر پہونچ کر جدا ہوئے تھے تو اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے منبر پر بیٹھوں۔ وگرنہ مجھے کسی کا غم نہ ہوگا۔

لوگوں نے جواب دیا: ہم کل کی بات پر اٹل ہیں۔

چنانچہ لوگ طلحہ کو لے کر آئے۔ اور ان سے کہا۔ آپ بیعت کیجئے۔ انہوں نے جواب دیا: کہ میں جبراً و قہراً بیعت کروں گا چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے بیعت کی۔ یہ فالج زدہ تھے۔ ایک آدمی بڑی ناگواری کے ساتھ دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ طلحہ نے سب سے پہلے بیعت کی ہے تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے کہا۔ کہ امیر المومنین سے سب سے پہلے ایک مفلوج ہاتھ نے بیعت کی ہے۔ یہ معاملہ کبھی بھی پورا نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت زبیر کو لایا گیا۔ انہوں نے بھی وہی بات کہہ کر بیعت کر لی۔ (مگر حضرت زبیر کے سلسلے میں اختلاف ہے) پھر ان لوگوں کو لایا گیا جو پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت علی سے کہا۔ ہم آپ سے اس بات پر بیعت کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا نظام قریب و بعید اور عزیز و ذلیل سب پر قائم کریں

AsliAhleSunnet.com

حضرت علی نے ان سے اس عہد پر بیعت کرلی۔ پھر عوام نے بھی باری باری اٹھ اٹھ کر بیعت کرلی۔[1]

☆ - ☆ - ☆

یہی معروف صورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کی تھی۔

لوگوں نے انہیں بیعت پر بالکل مجبور کردیا تھا۔ اور وہ خود بھی مجبور تھے کہ آپ پر حکومت کی ذمہ داری ڈال دیں۔ اہل مدینہ آپ کے پاس جب بیٹھے رہے۔ اور یہ مطالبہ کیا کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن جائیں لیکن آپ نے انہیں مشورہ کرنے کے لئے دوسرے دن تک مہلت دے دی پھر بھی وہ آپ سے بیعت کرنے پر مصر رہے۔

حضرت علی سے جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ اہل مدینہ تھے۔ جو معاملات کے ذمہ دار تھے۔ انہیں ولایت سپرد کرنے اور معزول کرنے کا پورا پورا اختیار تھا البتہ مشتعل لوگوں نے آپ کی بیعت ٹھکرادی تھی اور جاکر مدینہ کے باغیچوں کی چہار دیواریوں میں روپوش ہو گئے تھے۔ بلکہ انہوں نے یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر معاملہ ان کے ہاتھ میں آگیا تو پھر ان کی خیر نہیں۔

ان روایتوں میں سب سے موکد روایت یہ ہے کہ طلحہ اور زبیر کی بیعت بلاشبہ جبری تھی۔ انتقام کے متلاشی حضرات یہ بیعت ان کے اوپر زبردستی تھوپ رہے تھے۔ جیسا کہ عبداللہ بن زبیر نے خود اپنی روایت میں فرمایا ہے۔

---

[1] طبری ج ۳ صفحہ ۴۵۶ السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ۔

AsliAhleSunnet.com

بنو عبد القیس کا ایک چور میرے پاس آیا تو میں نے اس وقت بیعت کرلی جبکہ تلوار میری گردن چھو رہی تھی۔

یا جیسا کہ طلحہ کی روایت ہے کہ جب اشتران کے پاس پہونچے تو انہوں نے کہا کہ مجھے مہلت دے دو میں ذرا دیکھ لوں کہ لوگ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔

لیکن انہوں نے چھوڑا نہیں بلکہ انہیں سختی سے گھسیٹتے ہوئے لائے پھر وہ منبر پر چڑھ گئے اور بیعت کرلی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلبہ اس وقت تک باغیوں کا ہی تھا نہیں سے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کا نقطۂ نظر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقطۂ نظر سے مختلف ہو گیا وہ دونوں کوفہ اور بصرہ چلے گئے جہاں لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام پر برانگیختہ کرنے لگے۔

اس سلسلے میں سب سے عجیب موقف کینہ پرور انتقام پسندوں کا تھا وہ خوب جانتے تھے کہ کسی کو معزول کرنے کا مسئلہ ان کے ہاتھ میں نہیں اور نہ ہی خلیفہ کی تعیین ان کے ہاتھ میں ہے پھر بھی نہ معلوم کیسے انہوں نے پیش قدمی کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی جرأت کی۔ ہاں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ یہودیت کا ہاتھ تھا جو انہیں وقت پر حرکت میں لے آتا تھا اور جب چاہتا تھا انہیں بٹھا دیتا تھا۔

لیکن یہاں کئی اور دوسرے احتمالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

ان کا مقصد یہ تھا کہ اختیار ان کے ہاتھ میں آجائے اور وہ جسے چاہیں یہ معاملہ سپرد کردیں۔ لیکن ان کی اس بات کو کسی نے بھی تسلیم نہ کیا۔ اہل شوریٰ

AsliAhleSunnet.com

نے بالکل علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے دھمکی بھی دی وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر ان کی بات کوئی نہ مانے گا تو پوری اسلامی دنیا ان کے خلاف ہو جائے گی۔ اور انہیں فوراً قتل کر دیا جائے گا۔

اس لئے کوئی خلیفہ ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ انہوں نے خوفناک قسم کی دھمکی کا بطور ہتھیار استعمال کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سر برآوردہ اصحاب کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ تاکہ لوگوں کو خلیفہ کے انتخاب پر مجبور کر دیں اور خود کو قتل سے بچانے کے لئے انہوں نے اپنے ارادہ کو عملی جامہ بھی پہنا دیا۔

یقیناً جو شخص ان کے لئے یہ منصوبہ تیار کر رہا تھا وہ انتہائی ماہر اور کمال درجہ کا چالاک شخص تھا۔ یعنی یہ کہ اس کی خواہش بھی پوری ہو جائے اور مناسب وقت پر وہ خود بچ بھی سکے۔

★ ... ★ ... ★

حضرت علی کے امیر المومنین بن جانے پر ہمارے سامنے مختلف سوالات ابھرتے ہیں۔

مثلاً :۔ باغیوں کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہو گا۔ ؟

اس کے لئے ہمیں اس سنجیدہ گفتگو پر غور کرنا چاہئے۔ جو حضرت علی اور ان کے دونوں مشیر یعنی طلحہ اور زبیر کے مابین ہوئی :

طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کے بعد چند دیگر صحابہ بھی تشریف لاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

علی! ہم نے (بیعت کے وقت) حدود قائم کرنے کی شرط لگائی تھی۔ یہ لوگ اس شخص (حضرت عثمان) کے خون میں شریک تھے۔ اور خود کو یہ لائق سزا سمجھتے ہیں۔ حضرت علی نے جواب دیا۔

بھائیو! مجھے بھی اس بات کا علم ہے۔ لیکن میں ان لوگوں کا کیسے کیا کر سکتا ہوں جن کی حکومت خود ہمارے اوپر ہے؟ ہماری ان پر حکومت نہیں۔ ان کے ساتھ تمہارے غلام بھی برانگیختہ ہیں۔ دیہاتی بھی انہی سے جا ملے ہیں وہ تمہارے درمیان پھر رہے ہیں۔ جس طرح چاہیں تمہارے ساتھ پیش آئیں۔ کیا آپ کے نزدیک یہ سب ہوتے ہوئے بھی آپ کا کچھ بس چل سکتا ہے؟

لوگوں نے کہا: نہیں۔

حضرت علی نے فرمایا: بخدا میری بھی وہی رائے ہے جو آپ کی۔ کہ یہ جہالت کا کام ہے۔ ان لوگوں کے پاس دنیاوی ساز و سامان ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ شیطان کبھی اس دنیا میں کسی شریعت کا پابند نہیں۔ وہ جس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ روئے زمین سے نیست و نابود ہی کر دیتا ہے۔

اب اگر لوگوں کو اس معاملہ میں حرکت میں لایا جائے گا تو ان کی مختلف رائیں ہوں گی۔ ایک گروہ کا وہی خیال ہو گا جو آپ کا ہے۔ دوسرا بالکل آپ کے خلاف سوچے گا۔ ایک تیسرا گروہ نہ یہ اچھا سمجھے گا نہ وہ۔ جب تک کہ لوگ مطمئن نہیں ہو جاتے اور دلی اضطراب ختم نہیں ہو جاتا۔ اور حقوق لے نہیں لئے جاتے۔ اس لئے مجھے میری حالت پر چھوڑ دو۔ اور کل کیا ہونے والا ہے اس کا انتظار کرو۔ پھر لوٹ کر آنا۔[1]

[1] طبری ج ۳ ص ۴۵۸ السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ۔

AsliAhleSunnet.com

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے جو اس سے قبل معلوم نہ تھی۔ وہ یہ کہ مشتعل لوگوں کا رعب و داب بہت قوی ہو چکا تھا۔ اور دیہاتیوں اور غلاموں کی نئی نئی فوجیں ان کے ساتھ شامل ہو چکی تھیں۔

اگر ان کی جماعت میں تفریق اور انتشار پیدا ہو جاتا تو اس مشکل کا ایک بڑا حصہ حل ہو جاتا۔

ان کا یہ خیال تھا کہ عثمان کے قاتل ہی وہ محرک ہاتھ ہیں جن کا کاٹنا ضروری ہے اور یہ اس وقت بے نقاب ہو سکتے ہیں جبکہ ان کی جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جائے اور فریب خوردہ لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہو جائیں۔

اس وجہ سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت علی اپنی خلافت کے تیسرے دن منبر پر چڑھ کر خطبہ دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ لوگو! دیہاتیوں کو اپنے یہاں سے نکال دو۔ اے دیہات کے باشندو! اپنے اپنے گاؤں لوٹ جاؤ۔

اس پر سبائی جماعت نے انکار کر دیا اور بدوؤں نے بھی انہی کا ساتھ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے آئے۔ اس کے بعد طلحہ، زبیر اور چند صحابہ آپ کے پاس آئے۔

۔ حضرت علی (طلحہ اور زبیر سے) اپنا انتقام لے لو اور اسے قتل کر دو۔

۔ وہ لوگ بہت سرکش ہیں۔

۔ بخدا آج کے بعد وہ مزید سرکش اور منکر ہو جائیں گے۔ پھر انہوں نے ایک شعر پڑھا۔

ولو ان قومی طاوعتنی سراتهم امرتهم امرا یدیخ الاعادیا

AsliAhleSunnet.com

اگر لوگ میرا حکم مانتے تو میں ان رؤساء کو ایک ایسی بات کا حکم دیتا جس سے دشمن ذلیل وخوار ہو جاتے۔

طلحہ۔ مجھے بصرہ جانے کی اجازت دیجئے۔ اگر وہ آپ پر حملہ کریں گے تو میں ایک لشکر لئے موجود رہوں گا۔

علی۔ میں ذرا غور کر لوں۔

زبیر۔ مجھے کوفہ جانے کی اجازت دیجئے۔ ان کے حملے کے وقت میں ایک لشکر لے کر آجاؤں گا۔

علی۔ مجھے سوچ لینے دو۔[۱]

حضرت علی کے لئے نظر اٹھانے پر طلحہ اور زبیر کو نہ دیکھنا آسان نہ تھا آپ کے یہ سب سے زیادہ معتمد تھے اور ان کے مشورہ پر آپ کو پورا بھروسہ تھا۔ یہ تو ایک طرف تھا۔ دوسری جانب ان کو یہ معلوم تھا کہ ان دونوں نے جن حالات میں بیعت کی ہے وہ حالات غیر فطری تھے۔ اس لئے ان کا ناپسندیدہ راستہ اختیار کرنے سے کوئی چیز انہیں روک نہیں سکتی۔ اور اس کے بعد ان حالات کے سہارے مفاہمت مشکل ہو سکتی ہے۔

تیسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ان کے ذہن میں واضح تھی وہ یہ کہ "کبار صحابہ کو مدینہ چھوڑنے کی اجازت نہ دی جائے" تاکہ لوگ اہل مدینہ کو فتنہ میں نہ ڈالیں۔ اور منتشر نہ کریں جس سے مسلمانوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے۔

۱۔ طبری ج ۳ ص ۴۵۹ السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ۔

AsliAhleSunnet.com

امیر المؤمنین کا یہ اندازہ صحیح بھی ثابت ہوا۔ اسی کی بنا پر جنگِ جمل واقع ہوئی اور خون کا ایک دریا ابل پڑا۔[۱]

---

[۱] صحابی جلیل قعقاع بن عمرو تمیمی اپنی سوچی سمجھی حکمت کو لے کر دونوں فریقوں (حضرت علی اور حضرت عائشہ کے لشکر) کے درمیان صلح کی غرض سے آئے جمل والوں نے آپ کی بات مان لی اور حضرت علی نے بھی ان کا اتباع کیا، حضرت علی طلحہ اور زبیر کے پاس کہلا بھیجا کہ "اگر تم اپنے اس عہد و پیمان پر قائم ہو جو قعقاع بن عمرو سے تم نے کیا تھا تو رک جاؤ۔ ہم ٹھہر کر اس سلسلے میں غور و فکر کریں" اور ان دونوں نے بھی کہلا بھیجا کہ ہم قعقاع بن عمرو سے طے شدہ صلح کی بات پر اٹل ہیں۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (ج ۷، ص ۲۳۹) میں فرماتے ہیں کہ "اس پر لوگوں کے دل مطمئن ہو گئے۔ ان کو سکون مل گیا۔ اور ہر فریق اپنے فوجیوں سے ملا۔ شام ہوئی تو حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ان لوگوں کے پاس بھیجا۔ اور ان لوگوں نے محمد بن طلحہ سجاد کو حضرت علی کے پاس بھیجا ان سبھوں نے صلح کا اعتماد ظاہر کیا۔ رات اتنی خیر و عافیت سے گذری کہ اس سے قبل اتنے آرام سے نہ گذری تھی۔ ادھر حضرت عثمان کا معاملہ لے کر اٹھنے والوں کی رات بڑی ہی بدترین رات تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ موت اپنا منہ کھولے ہوئے ہے لیکن اس بات کو انہوں نے بڑے راز میں رکھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس برائی کی سن گن بھی کسی کو لگ جائے۔ صبح تاریکی ہی میں اٹھے اور وہاں سے چل پڑے۔ قریب پڑے ہوئے ہمراہیوں کو اس کا احساس نہ ہو سکا وہ

AsliAhleSunnet.com

بقیہ صـ ۲۶۷ کا
اس کام کے لئے بڑی ہی آہستگی کے ساتھ چل پڑے۔

دیکھئے تاریخ طبری ج ۵ صـ ۲۰۲، صـ ۲۰۳ منہاج السنۃ ج ۲ صـ ۱۸۵ اور ج ۳ صـ ۲۲۵ اور صـ ۲۴۱۔

اس طرح انہوں نے حضرت علی اور طلحہ و زبیر کے درمیان جنگ کی آگ لگائی۔ اصحاب جمل نے سوچا کہ حضرت علی نے بدعہدی کی ہے اور حضرت علی کو یہ گمان تھا کہ ان کے بھائیوں نے بے وفائی کی ہے۔ حالانکہ یہ سب زمانۂ جاہلیت میں بھی اس قسم کا کام کرتے ہوئے خدا سے ڈرتے تھے۔ پھر اخلاق کے اعلیٰ منازل پر فائز ہونے کے بعد ان سے اس قسم کی چیز سرزد ہونی کیسے ممکن تھی۔؟

(العواصم من القواصم من تعلیق محب الدین الخطیب رحمۃ اللہ علیہ صـ ۱۵۶۔ صـ ۱۵۷ المطبعۃ السلفیہ)

AsliAhleSunnet.com

معاویہ اور امیر المومنین

ایک طویل غیر حاضری کے بعد ہم پھر دھیرے دھیرے حضرت معاویؓ کی طرف بڑھ رہے ہیں یہ غیر حاضری صرف اس لئے تھی تاکہ ان کے اور حضرت علی کے درمیان اختلاف کا معاملہ واضح سے واضح تر اور روشن سے روشن تر ہو کر سامنے آجائے۔

اس تاریک فضا میں لوگوں کے اجتہادات مختلف اور رائیں متفرق ہیں۔ حلیم المزاج آدمی حیران ہے۔ کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا فتنہ پہ فتنہ برپا ہوتا جارہا ہے۔

حضرت علی نے اپنے عاملین مختلف شہروں میں بھیجے۔ عثمان بن حنیف کو بصرہ۔ عمارہ بن شہاب کو کوفہ (یہ مہاجرین میں سے تھے) عبید اللہ بن عباس کو یمن، قیس بن سعد کو مصر اور سہل بن حنیف کو شام بھیجا۔

سہل جب تبوک پہونچے تو ایک لشکر سے ملاقات ہوئی جس نے ان سے پوچھا۔"

AsliAhleSunnet.com

- آپ کون ہیں ؟

- امیر ہوں ۔

- کہاں کا امیر ؟

- شام کا ۔

- اگر عثمان نے آپ کو بھیجا ہے تو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور اگر کسی دوسرے نے بھیجا ہے تو آپ یہیں سے لوٹ جائیں ۔ ؟

- جو بات وقوع پذیر ہو چکی ہے آپ حضرات کو اس کی اطلاع ہے ؟

- جی ہاں ۔

اس گفتگو کے بعد وہ واپس حضرت علی کے پاس چلے آئے۔[1]

سہل بن حنیف شام کے راستے سے لوٹ آئے۔ ادھر ادھر کی خبریں آتی رہیں۔ جس کو لوٹنا تھا لوٹ آیا۔ حضرت معاویہ کے پاس سبرہ جہنی قاصد بن کر امیر المؤمنین کی طرف سے گئے تھے۔ وہاں پہونچے تو نہ تو معاویہ نے کچھ لکھا اور نہ ہی انہیں کچھ جواب دیا۔ قاصد وہیں ٹھہرا رہا۔ اور جب کبھی جواب طلب کرتا حضرت معاویہ صرف یہ اشعار پڑھ کر رہ جاتے ۔

أدِم إدامة حصن أو خذا بيدي ... حربا ضروسا تشب الجزل والضرما

قلعہ کی مضبوطی اور پائداری اپنے اندر پیدا کر لو یا فروتنی سے میرا ہاتھ تھام لو بہر صورت ایک جنگ عظیم ضرور برپا ہو کر رہے گی جو ہر خشک و تر کو جلا کر خاکستر کر دے گی ۔

[1] طبری ج ۳ ص ۴۶۲ السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ ۔

AsliAhleSunnet.com

فی جارکم و ابنکم اذ کان مقتلہ شنعاء شیبت الأصداغ واللمما

تمہارے پڑوس میں تمہارے بچوں میں اس کا اس بری طرح قتل ہوا کہ جس کے غم نے کنپٹی اور کان کے بال سفید کر ڈالے۔

أعیا المسود بہا والسیدون فلم یوجد لہا غیرنا مولی ولا حکما

بندہ و آقا عاجز ہیں انہیں ہمارے سوا کوئی سردار نہیں ملتا

پچھلی بحث میں حضرت معاویہ کا ذکر ہم نے اس مقام پر چھوڑا تھا جب انہوں نے مدینہ چھوڑا تھا اور امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان کے متعلق حضرت علی اور طلحہ و زبیر کو وصیت کی تھی۔ لیکن وہ اب اس مدینہ کے خلاف ایسی شعلہ بار جنگ کا اعلان کر رہے تھے جو خشک و تر کو فنا کر کے رکھ دے گی امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت کی وجہ سے انہوں نے اس جنگ کا علم اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اور شہید خلیفہ کے خون کا انتقام لئے بغیر اپنے اوپر نیند حرام کر لی ہے۔

اس کھلے جنگی اعلان کا دوسرا قدم حضرت علی کے پاس معاویہ کا قاصد بھیجنا تھا۔

حضرت عثمان کی شہادت کے تیسرے مہینہ صفر (۳۶ھ) میں معاویہ نے بنو عبس کے ایک آدمی کو بلایا۔ پھر بنو رواحہ کے ایک شخص قبیصہ کو بلا کر ایک مہر بند مکتوب عطا کیا جس کا پتہ اس طرح تھا۔ من معاویۃ الی علی (معاویہ کی جانب سے علی کے پاس) اور اس سے کہا:

جب مدینہ پہونچنا تو اس کا نچلا حصہ ہاتھ سے تھام لینا۔

پھر کچھ اور باتیں جو کچھ کہنی تھیں کہیں۔ اور حضرت علی کے قاصد کو بھی

AsliAhleSunnet.com

رخصت کر دیا وہ دونوں وہاں سے چلے اور مدینہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو پہونچ گئے جب وہ دونوں مدینہ پہونچے تو عبسی نے معاویہ کے حکم کے مطابق صحیفہ ہاتھ میں اٹھالیا۔ لوگ باہر نکل کر اسے دیکھنے لگے۔ پھر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ انہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ معاویہ مقابلہ کرنے والے ہیں۔

قاصد حضرت علی کے پاس آیا اور صحیفہ ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے مہر توڑی مگر اندر کوئی خط نہ ملا۔ قاصد سے پوچھا، تمہارے پیچھے کی کیا خبر ہے؟

قاصد: جان بخشی ہو تو عرض کر دوں؟

علی: ضرور ضرور۔ ہمارے یہاں قاصد کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا ہم اسے قتل نہیں کرتے۔

قاصد: میرے پیچھے ایسے لوگ ہیں۔ جو بلا قصاص کے راضی نہیں ہوں گے۔

علی: کس سے قصاص لیں گے۔

قاصد: خود آپ کی ذات سے۔

حضرت علی نے اپنے دل کا تاثر ظاہر نہ ہونے دیا۔ قاصد بولتا رہا۔ میں ساٹھ ہزار شیوخ کو عثمان کی قمیص کے پاس روتا ہوا چھوڑ آیا وہ قمیص انہوں نے منبر دمشق کو پہنا دی ہے۔

علی: عثمان کا خون مجھ سے مانگیں گے؟ کیا میں عثمان کی طرح بالکل مجبور محض نہ تھا؟ خدایا! میں عثمان کے خون سے برارت کا اظہار کرتا ہوں۔ واللہ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کے قاتل بے داغ ہی چھوٹ جائیں گے۔ ہاں مگر اللہ کی مشیت ہی اس کے خلاف ہو

AsliAhleSunnet.com

یوں کہ جو وہ کرنا چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔

پھر قاصد سے آپ نے کہا: تم جا سکتے ہو۔

قاصد: مجھے اب بھی پناہ حاصل ہے؟

علی: ہاں ہاں! تم مامون ہو۔

عبسی وہاں سے چلا گیا۔

سبائیوں نے چلانا شروع کیا۔ یہ کتّا! یہ بنو کلاب سے آیا ہے اسے قتل کر دو۔ اس نے پکارنا شروع کیا۔ مصر کے لوگو! بنو قیس کے لوگو! جنگ کی تیاری کر لو۔

میں خدائے عز و جل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ چار ہزار بہادر تم پر آن پڑنے والے ہیں۔ ذرا دیکھو تمہارے اندر کتنے بہادر اور کتنے شہسوار موجود ہیں۔

وہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑ رہے تھے۔ اور قبیلۂ مضر اس کو لوگوں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا[1]

شام والوں کے نزدیک مدینہ میں جو کچھ پیش آیا۔ یہ اس کا نقشہ ہے۔ باغی حضرت عثمان کو قتل کر چکے تھے اور پھر حضرت علی سے بیعت ہو کر پناہ حاصل کر لی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں پہنچ کر حضرت علی اور شورش پسندوں کے مابین ایک طرح کا اتفاق ہو گیا تھا جس سے حضرت عثمان کے قاتلوں کو

[1] طبری ج ۳ ص ۴۶۴ السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ۔

AsliAhleSunnet.com

شامل گئی۔

البتہ مدینہ والوں کی بیعت کوئی بہت زیادہ قابل اعتبار نہ تھی کیونکہ مدینہ پر غلبہ بہر حال شورش پسندوں کا تھا، وہ جو حکم نافذ کرنا چاہتے نافذ کر سکتے تھے اور اہل مدینہ کو جس سے بیعت کرانا چاہتے مجبور کر دیتے کیونکہ باغیوں کی تلواریں ان کی گردنوں پر مسلط تھیں۔

اگر اہل مدینہ کو کوئی طاقت ہوتی تو وہ ضرور حضرت عثمان کی حمایت کرتے۔ کبار صحابہ میں سے حضرت طلحہ، زبیر اور حضرت عائشہ کا خروج ہی اس بات کی ایک زبردست دلیل ہے کہ اہل مدینہ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ بنو امیہ کے سارے لوگ حضرت علی کی بیعت مکمل ہونے سے پہلے پہلے مدینہ سے بھاگ گئے تھے۔ ان کا ایک فرد بھی بیعت کے اوقات میں وہاں نہ تھا کہ حضرت علی کی اس وقت حفاظت کرتا۔ جب وہ باغیوں کے پیچھے لگ گئے تھے۔ اسی طرح حضرت علی کے پاس اہل مدینہ کے ازدحام کے موقعہ پر بھی وہ موجود نہ تھے۔ ان کی سب سے بڑی توقع حضرت علی سے یہ تھی کہ وہ خلافت قبول کرلیں، تاکہ لوگ باغیوں کے رحم و کرم پہ مجبور نہ ہوں اور مسلمان بلا امیر کے نہ رہیں۔ کہ ان کی خواہشات جدا جدا اور ان کی رائیں مختلف ہوں۔

شام فرار ہونے والے بنو امیہ کے لوگوں کے سامنے بیعت کی تو وہ صحیح صورت بھی نہ تھی جس کا حضرت علی نے مشاہدہ کیا تھا۔

حضرت معاویہ کے پاس حضرت عثمان کے قتل کی خبر پہونچانے والوں نے یہ دیکھا تھا کہ تلواریں گردنوں پر چمک رہی ہیں۔ کینہ پروروں کے ہاتھوں

AsliAhleSunnet.com

بیت المال لوٹا جا رہا ہے اور نائلہ کی انگلیاں کٹی ہوئی ہیں۔ انہوں نے یہ حالت بھی دیکھی تھی کہ کس طرح لوگوں پر خوف اور دہشت مسلمانوں کے مقبرہ میں حضرت عثمان کی تدفین کی راہ میں حائل رہا۔ اس لئے یہ تعجب خیز بات نہیں کہ یہ شکل بھی شام پہونچی ہو جس کی وجہ سے لوگوں کی طبیعت اور ان کے جذبات برانگیختہ ہوئے ہوں اور دلوں میں ایک آگ بھڑک اٹھی ہو۔ خاص طور پر اس صورت حال کے بیان کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے مبالغے، کچھ ایسے خیالات اور خبریں بھی پہونچی ہوں گی جن کی صفائی مشکل تھی۔

مسلمانوں کی مکہ اور بصرہ آمد و رفت نے حضرت عثمان کے خون کے متعلق حضرت علی کے اتہام کو معاویہ کے نزدیک قابل قبول بنا دیا تھا۔[۱]

اس قاعدہ کی بنیاد پر خلیفہ شہید کے خون کے انتقام کے لئے حضرت معاویہ کے جنگ پر اصرار کرنے کی وجہ ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔ حضرت معاویہ کا یہ موقف تمام گذشتہ حالات سے تمام تر متناسب ہے خصوصاً ان کا وہ موقف جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے شام جانے کی پیش کش کی تھی یا مدینہ میں آپ کی حمایت کے لئے فوجی مدد کا ذکر کیا تھا۔ یہ

---

[۱] یہ نتیجہ اخذ کرنے میں ہم مؤلف کے موافق نہیں۔ نہ ہی علماء امت میں سے کسی کی یہ رائے رہی ہے۔ خود حضرت معاویہ نے کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے حضرت علی کو متہم نہیں کیا۔ بلکہ ان دونوں کا نقطۂ نظر قاتلین عثمان کی سزا کے سلسلے میں مختلف ہو گیا تھا۔ کب اور کیسے سزا دی جائے اور کون یہ کام انجام دے؟ (ناشر)

AsliAhleSunnet.com

ایک فطری اور معقول موقف ہے جو قاعدہ مذکورہ کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے
اس طرح حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ فتنہ پروروں کی تادیب اور راہنمائی
کے لئے ان کی حقیقت حال کا انکشاف کیا جائے جو شام کی طرف لوگوں کو
خلیفہ سابق کی جانب سے بھیجتے تھے اور آج یہ بات اچھی طرح معلوم ہو چکی
تھی کہ یہ لوگ فتنہ کے متلاشی ہیں۔ حق کے متلاشی نہیں۔

اس وضاحت کے بعد حضرت معاویہ اور شامی مسلمانوں کا وہ اصرار
تعجب انگیز نہیں رہ جاتا جو باغیوں سے اقتدار چھیننے کے لئے انہوں نے کیا
تھا اور خلیفہ عظیم کے قتل کے سنگین جرم پر ان کو عبرتناک سزا دلوانا
چاہتے تھے۔

بلکہ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس کے خلاف کوئی دوسرا موقف اختیار
کیا جائے۔

کیا کبھی ہم یہ تصور کر سکتے تھے؟ کہ کینہ پرور سازشی قابضوں کی
طرف سے امیر المومنین سید المسلمین کا قتل واقع ہو گا اور پورے
عالم اسلامی میں کوئی حرکت پیدا نہ ہو گی؟

امت میں فتنہ پیدا ہونے کے وقت اس طرح کے معاملات پیدا ہوتے
ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایک فریق دوسرے فریق کو سمجھے اور اس سے
حالات وظروف اور اسباب ومحرکات کا پتہ لگائے۔ مسائل کے الجھانے اور
اختلاف کے بڑھانے میں جذبات کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

یہ اللہ کا عذاب تھا۔ جو شہید خلیفہ کی حمایت سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے
بدلہ کے طور پر امت پہ نازل ہوا جیسا کہ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

"جب کوئی قوم اپنے خلیفہ کو قتل کر دیتی ہے تو ان کا معاملہ سلجھتا نہیں جب تک کہ ان کے چالیس ہزار آدمیوں کا خون نہ بہہ جائے۔

"اَوَ لَمَّا اصابتکم مصیبة قد اصبتم مثلیها قلتم انّٰی هذا قل هو من عند انفسکم ان اللّٰه علی کل شئ قدیر۔"

(بھلا یہ کیا بات ہے کہ جب احد کے دن کفار کے ہاتھ تم پر مصیبت واقع ہوئی" حالانکہ جنگ بدر میں اس سے دوچند مصیبت تمہارے ہاتھ سے ان پر پڑ چکی ہے" تو تم چلا اٹھے کہ ہائے! آفت ہم پر کہاں سے آ پڑی۔ کہدو! کہ یہ تمہاری شامت اعمال ہے کہ تم نے پیغمبر کے حکم کے خلاف کیا۔ بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے)

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علی کا موقف معاویہ کے جنگی اعلان کے بعد کیا تھا۔؟

اہل مدینہ یہ چاہتے تھے کہ معاویہ اور ان کی علیحدگی کے سلسلے میں حضرت علی کی رائے معلوم کریں۔ تاکہ اہل قبلہ کے قتال کے سلسلے میں ان کی رائے کا پتہ چل جائے کہ آپ اس کا اقدام کریں گے یا اس سے باز رہیں گے۔ انہیں یہ خبر لگی کہ حسن بن علی آئے ہیں اور باز رہنے اور بیٹھ رہنے کے متعلق کہہ رہے ہیں۔ اور لوگوں کو چھوڑ دینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے زیاد بن حنظلہ تمیمی کو چپکے سے اندر بھیجا۔ جن کا حضرت علی سے ارتباط تھا وہ اندر داخل ہوئے اور تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے۔ حضرت علی نے ان سے کہا۔

۔ زیاد! تم تیار ہو جاؤ۔

۔ کس چیز کے لئے؟

AsliAhleSunnet.com

۔ شام میں جنگ کرنے کے لئے ۔

۔ توقف اور نرمی زیادہ بہتر ہوگی ۔

انہوں نے ایک شعر بھی پڑھا ۔

ومن لایصانع فی امور کثیرۃ　　　یضرس بانیاب ویوطا بمنسم

(جو عام معاملات میں مدارات سے کام نہیں لیتا حوادثات کے دانتوں تلے پیس ڈالا جاتا ہے اور جانور کے پیروں تلے روند ڈالا جاتا ہے)

۔ حضرت علی نے بھی بطور مثال ایک شعر پڑھا ۔

متی تجمع القلب الذکی وصارما　　　وانفا حمیا تجتنبک المظالم

(اگر تمہارے اندر ذہین دل. تلوار. خودداری جمع ہوجائیں تو تم سے خود ظلم دور ہوجائے گا)

وہاں سے نکل کر زیاد لوگوں کے پاس آئے جو ان کے انتظار میں تھے ان لوگوں نے پوچھا. کیا خبر ہے ؟ جواب دیا تلوار اے لوگو ! تلوار ۔

حضرت علی نے محمد بن الحنفیہ کو بلا کر علم جنگ عطا کیا. عبداللہ بن عباس کو میمنہ کی سالاری سپرد کی ۔ عمران بن سلمہ اور عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو میسرہ کی سالاری دی ۔ ابو لیلیٰ بن عمر بن الجراح ابو عبیدۃ بن الجراح کے بھتیجے کو ہراول دستہ کا سالار بنایا ۔ اور قثم بن عباس کو مدینہ کی جانشینی بخشی اور عثمان کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو کوئی بھی عہدہ نہ دیا ۔

انہوں نے قیس بن سعد[1] کے پاس لکھا کہ لوگوں کو منتخب کر کے شام بھیجیں

---

[1] مصر میں حضرت علی کی طرف سے ولایت پر مامور تھے ۔

AsliAhleSunnet.com

اسی طرح کا حکم عثمان بن حنیف[1] اور ابو موسیٰ[2] کو بھی ارسال کیا۔ اور خود بھی تیاری اور سامان کی فراہمی میں مصروف ہو گئے۔ اہل مدینہ کے سامنے خطبہ دیا جس میں انہوں نے افتراق پسندوں سے جنگ کرنے پر لوگوں کو برانگیختہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔

"اللہ عزوجل نے کتاب ناطق عطا فرما کر اپنے ہادی و برحق رسول کو مبعوث فرمایا اور ایک واضح اور سیدھا دین عطا فرمایا۔ جس کو ہلاک ہونے والا ہی ترک کر سکتا ہے۔ اختراعات اور شبہات بلاشبہ باعث ہلاکت ہیں۔ ہاں مگر خدا جسے اپنے کرم سے بچائے۔ اللہ کے فیصلہ میں ہی تمہاری ہر طرح کی عصمت ہے۔ اس لئے تم اطاعت شعاری سے کام لو۔ انحراف نہ کرو نہ ہی اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھو۔ بخدا اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اسلامی سلطنت دوسرے کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اور پھر کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آسکتی۔ یہاں تک کہ پھر معاملہ اسی طرف لوٹ جائے۔ لوگو! ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہو جو جماعت میں پھوٹ ڈال رہے ہیں۔ شاید تمہاری ہی وجہ سے اہل آفاق کے بگاڑ کی اصلاح ہو جائے اور تم اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاؤ[3]"

---

[1] حضرت علی کی جانب سے بصرہ کے حاکم تھے۔

[2] ابو موسیٰ حضرت عثمان کی جانب سے کوفہ کے گورنر تھے۔ ابتداء میں حضرت علی نے ان کو ان کے عہدہ پر برقرار رکھا۔

[3] طبری ج ۳ ص ۴۶۵ السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ۔

AsliAhleSunnet.com

اس عرضداشت میں ہمیں حضرت علی کے ایمان کے پہلو بہ پہلو اہل مدینہ کے متعلق قتال کے سلسلے میں خوف کا پتہ چلتا ہے ان لوگوں نے حضرت علی کے پاس زیاد بن حنظلہ کو ان کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت علی کی رائے بالکل واضح تھی۔ اس کی معرفت کے سلسلے میں مشقت برداشت کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تھی " قتال " کی رائے۔ جو حضرت علی نے زیاد کے سامنے پیش کی تھی۔

امیرالمؤمنین کے نزدیک اس معاملہ میں کسی ٹال مٹول کی گنجائش نہ تھی۔ اسی لئے لشکر کی قیادت کے لئے عمدہ نمونہ کے معتمد جوانوں کا انتخاب کیا۔ حبر الامۃ عبداللہ بن عباس میمنہ کے قائد تھے۔ ام المؤمنین ام سلمہ کے صاحبزادے کو میسرہ کی قیادت ملی تھی۔ اور امین الامۃ کے بھتیجے کو ہراول دستہ کی سرداری دی تھی۔ خود اپنے فرزند محمد بن الحنفیہ کو علم جنگ عطا کیا تھا۔ مدینہ کا نگراں قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو منتخب کیا تھا۔ یہ صاف اور ستھری شخصیتیں تھیں۔ جن کا قریب و بعید سے کوئی بھی تعلق امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے نہ تھا۔ اسی وجہ سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ راوی یہ اشارہ کر رہا ہے کہ امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی بھی ایسے شخص کو ولایت سپرد نہ کی جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی کے نزدیک یہی اسلامی طریقہ تھا۔ وہ التوار اور آزاد چھوڑ دینے میں خطرہ محسوس کرتے تھے۔ قاتلین عثمان کے اقتدار اور غلبہ اور ان کی طرف سے پیدا کی جانے والی دہشت انگیزیوں

AsliAhleSunnet.com

کے باوجود امیر المومنین نے اپنی حکومت وخلافت کو حضرت عثمان کے خون میں شریک ہونے والے لوگوں سے ملوث ہونے نہ دیا۔ اور فی الفور ولایات اسلامیہ سے مدد طلب کی تاکہ اہل شام سے جس قدر بھی ممکن ہوسکے بڑے سے بڑے لشکر سے جنگ کریں۔ اور بلا خونریزی کے ان کو اطاعت پر مجبور کر دیں جس کے لئے امیر المومنین کو جنگ کے علاوہ کوئی دوسری شکل نظر نہ آتی تھی۔

حضرت علی کا قاصد جو شام گیا تھا۔ اور حضرت علی کے پاس شام سے آنے والا قاصد دونوں آپس میں اس جنگ عظیم کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں جو شعلے اگلنے والی تھی اور ان ساٹھ ہزار شیوخ کے متعلق تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ جو حضرت عثمان کی قمیص کے نیچے کھڑے رو رہے تھے۔ اور خلیفۂ شہید کے انتقام کے لئے اللہ سے عہد کر رہے تھے۔

"شام کی جنگ قوت مجتمع ہونے سے پہلے اور فتنہ کی آگ بھڑکنے سے پہلے ہو" یہی اسکیم حضرت علی کو مناسب معلوم ہو رہی تھی اس امید کے پیش نظر کہ شاید اس سے خونریزی بند ہو جائے اور باغی لوگ حق کے دائرے میں پھر لوٹ آئیں۔ اور حضرت معاویہ حق کی نصرت کی خاطر اور دین سے نکل جانے والے سفاکوں سے انتقام لینے کے لئے تمام قوتیں اکٹھا کر رہے تھے۔ اس طرح دونوں گروہ جنگ ہی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

AsliAhleSunnet.com

"عمرو بن العاصؓ میدان جنگ میں"

حضرت معاویہ کی جانب سے عمرو بن العاص کے جنگ میں دخول کے متعلق کثیر روایتوں میں سے ہم طبری کے ثقہ رواۃ کی روایت لے رہے ہیں جس کی سند اس طرح ہے۔

" السری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحة وأبي حارثه وأبي عثمان "

ان کا بیان ہے کہ جب حضرت عثمان کو ہر چہار جانب سے گھیر لیا گیا تو عمرو بن العاص مدینہ سے نکل پڑے۔ ان کا رخ شام کی جانب تھا اس وقت انہوں نے کہا۔ " سنجد اسن لو اے اہل مدینہ! جو شخص بھی یہاں ٹھہر کر اس شخص کو قتل ہوتا ہوا دیکھے گا اللہ اسے ذلت سے مارے گا اس لئے جس کو مدد کی طاقت نہ ہو اسے یہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔

یہی عبداللہ بن عباس کی بھی رائے تھی انہوں نے حضرت عثمان سے کہا تھا کہ " ان باغیوں سے قتال کرنا اللہ کے نزدیک فریضۂ حج ادا کرنے سے زیادہ باعث اجر ہوگا۔"

AsliAhleSunnet.com

حضرت عمرو بن العاص وہاں سے روانہ ہو گئے ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے عبداللہ اور محمد بھی تھے۔ اس کے بعد حسان بن ثابت بھی نکل پڑے اس طرح یہ سلسلہ جب تک اللہ نے چاہا جاری رہا۔

عمرو بن العاص عجلان (ایک مقام کا نام ہے) میں بیٹھے تھے، ساتھ میں دونوں صاحبزادے بھی تھے کہ ان کے پاس سے ایک سوار گذرا۔

ان لوگوں نے اس سے پوچھا! کہاں سے آرہے ہو؟

سوار : مدینہ سے۔

عمرو : آپ کا اسم گرامی؟

سوار : حصیرہ

عمرو : وہ شخص محصور ہو گیا۔ اچھا بتاؤ کیا حالات ہیں؟

سوار : میں نے انہیں محصوری کی حالت میں چھوڑا ہے۔

عمرو : قتل کر دیئے جائیں گے۔

پھر چند روز وہ لوگ وہیں ٹھہرے رہے۔ ایک سوار کا گذر ہوا۔ پوچھا! کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا: مدینہ سے۔ عمرو نے پوچھا! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ "قتال" عمرو نے کہا (حضرت عثمان) شہید کر دیئے گئے۔ اچھا بتاؤ کیا خبر ہے وہاں کی؟

اس نے جواب دیا: وہ تو قتل کر دئے گئے۔ میرے آنے تک یہی بات تھی۔

پھر چند دن وہاں ٹھہرے رہے۔ ایک سوار گذرا۔ ان لوگوں نے پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو؟

AsliAhleSunnet.com

جواب دیا: مدینہ سے آرہا ہوں۔

عمرو نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے۔؟

اس نے کہا۔ حرب۔

عمرو نے کہا: جنگ ہوگی۔ اچھا بتاؤ۔ وہاں کی کیا خبر ہے؟

اس نے جواب دیا: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور علی بن ابی طالب سے بیعت کر لی گئی۔ عمرو نے فرمایا: میں ابو عبداللہ ہوں میں ہر اس شخص کا مخالف رہوں گا۔ جس نے انہیں ادنیٰ زخم بھی پہونچایا ہوگا اللہ عثمان پر رحم فرمائے ان سے خوش ہو اور ان کی مغفرت فرمائے۔

سلامہ بن زنباع جذامی نے کہا۔

"اے قریش کے لوگو! بخدا وہ تمہارے اور عربیوں کے درمیان ایک دروازہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے جب دروازہ ٹوٹ جائے تو دوسرا دروازہ بنالو۔"

یہ خلیفۃ المسلمین کے خلاف اجتماع کی دعوت تھی۔

اب سوچنا یہ ہے کہ عمرو کا نظریہ اس سلسلے میں کیا تھا۔؟

انہیں خلافت کے انعقاد پر اطمینان تھا۔ لیکن اس شکل میں نہیں کہ باغی وہیں مدینہ میں موجود رہیں بلکہ معاملات کا صحیح رخ پر جانا ضروری ہے تاکہ خلافت شورائی باقی رہ جائے۔ یہی نقطۂ نظر حضرت معاویہ کا بھی تھا حضرت عمرو بن العاص کو یہ حقیقت معلوم نہ تھی کہ خلافت علی کو کیسے ملی؟ اس لئے عمرو بن العاص نے لڑائی کے یقین ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا۔

AsliAhleSunnet.com

"یہی تو ہم چاہتے ہیں اب اس دروازہ کو صرف وہ ستائی درست کرسکتی ہے جو حق کو جنگ کے کنوئیں سے کھینچ کر نکال لائے اور تمام لوگ عدل و انصاف میں مساوی ہو جائیں۔"

"یہ ضروری ہے کہ حق زور و جبر کے دائرۂ اختیار سے نکل جائے اور قوت کے پنجوں سے نجات پا جائے۔"

"یہ ضروری ہے کہ خلافت قائم ہو مگر باغیوں کا غلبہ اور مدینہ میں زبردستی داخل ہونے والوں کا سایہ تک وہاں نہ ہو۔"

خلیفۂ شہید کا غم ان کا دل کھائے جا رہا تھا۔ مگر یہ المناک حادثہ رونما کس طرح ہوا۔ کیا لوگ مدہوش تھے؟ انہوں نے کہا۔

یالهف نفسی علی مالک   وهل یصرف اللهف حفظ القدر

(ہائے میرے دل کا اشتیاق و حسرت مالک کی موت پر۔ لیکن کیا یہ اشتیاق تقدیر کی تحریر مٹا سکتا ہے؟)

أنزع من الحر أودی بهم   فأعذرهم أم بقومی سکر

(کیا تپش سے بچا لینا ہی ان کے لئے ہلاکت خیز ہے؟ ایسا ہے تو میں انہیں معذور سمجھوں۔ یا لوگ مدہوش و بدمست ہیں؟)

پھر وہاں سے پیدل ہی چل پڑے۔ عورتوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے جاتے تھے۔ اور زبان سے کہتے جاتے تھے۔ ہائے عثمان! "دین و حیا" کی موت کی خبر میں دے رہا ہوں۔" اسی حالت میں دمشق پہونچے۔

☆ — ☆ — ☆

AsliAhleSunnet.com

اسی درمیان جبکہ ہم حضرت معاویہ کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی تھوڑی گفتگو ہو جانی ضروری ہے یہ بات متحقق ہے کہ حضرت عمرو بن العاص ان اہم عناصر میں سے تھے جنہوں نے اس وقفہ میں امت کی قیادت کی تھی۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے بعد باتفاق ان کا تیسرا درجہ تھا جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب خوارج نے اپنی کوتاہ بینی کے مطابق اسلامی قیادت کا خاتمہ کرنا چاہا تو انہوں نے انہیں تینوں کو اچانک قتل کر دینے کا انتخاب کیا۔ وہ شخصیتیں حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کی تھیں۔

حضرت عمرو بن العاص کی شخصیت کے اوصاف مشہور و متعین ہیں ان کی نگاہیں دور بیں، حقیقت کی تہہ تک پہونچنے والی تھیں۔ مختلف و مبہم معاملات میں توقف سے کام لینے اور ان معاملات کی تحقیق و تفتیش کے بعد اپنے مقصد کے لئے کوشاں ہو جاتے۔ دوسروں سے پہلے آپ معاملات کی حقیقت معلوم کر لیتے۔ یہیں سے آپ کی زیرکی ظاہر ہو جاتی ہے اور آپ کا فطری کمال مسلم ہو جاتا ہے۔

فتنہ کی تند ہواؤں کو انہوں نے دیکھ لیا تھا اور آپ اس کی مہک سونگھ رہے تھے۔ اس لئے آپ نے صورت حال کی ایک لفظ میں تصویر کھینچ دی (بخدا اے مدینہ والو! جو یہاں اقامت پذیر ہوگا اور اس شخص کو قتل ہوتا دیکھے گا اللہ اسے ذلت سے مارے گا۔ اس لئے جس کو مدد کی تاب نہ ہو وہ یہاں سے بھاگ جائے۔)

AsliAhleSunnet.com

آپ نے اپنی تیز نگاہوں سے یہ دیکھ لیا تھا کہ ان سرکشوں سے مقابلہ کی کسی میں ہمت و طاقت نہیں ہے۔ مجبوراً خاموش ہو کر مدینہ میں مقیم رہنا بھی اس فتنہ میں ملوث ہونا اور اس کا ذمہ دار بننا ہے۔ یہاں سے گلو خلاصی اور راہ فرار اختیار کر لینا ممکن ہے کہ اس بارِ عظیم میں تخفیف کر دے کیونکہ یہاں گلو خلاصی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

آپ معاملات پر برابر غور و فکر کرتے رہتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز آئندہ ہونے والی تھی اس کا نقشہ اپنی بیدار مغزی کی بناء پر خود آپ نے ہی مرتب کیا تھا۔ "محصور ہونا۔ قتل ہونا۔ پھر لڑائی کا برپا ہونا" ان سفاک مجرمین کے خلاف ہر قسم کا غیظ و غضب منظر عام پر لادینے کے لئے حضرت عثمان کا قتل کافی تھا۔ ان لوگوں سے انتقام لینے کے لئے مدینہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ ٹھہرنا ضروری تھا۔ جنہوں نے حرم رسول کے خلاف جرأت کی تھی اور آپ کے خلیفہ کو علی رؤوس الاشہاد قتل کر دیا تھا۔

اس میں تعجب کی بات ہی کیا ہے؟ کہ حضرت عمرو بن العاص حضرت عثمان کے لئے اٹھ کھڑے ہوں؟ بلکہ تعجب تو جب ہوتا جبکہ آپ اس معاملہ کے لئے تیار نہ ہوتے۔ اگرچہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اس سلسلے میں شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ان کا دارومدار موضوع یا جھوٹی روایتوں پر ہے جن سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص کو صرف حکومت اور اقتدار کی فکر تھی۔

باریک تنظیم ہمیشہ ہی عوام الناس اور مدبرین کو مغلوب کر لیتی ہے خواہ

AsliAhleSunnet.com

اس میں کوئی بڑا سمجھدار عالم، بہادر ہی کیوں نہ ہو۔ مدینہ کا حال بھی اسی طرح کا تھا۔

جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہر فوجی انقلاب موجودہ حکومت کو ختم کر دیتا ہے جبکہ اس کے پاس بالخصوص دارالحکومت میں فوجی ولشکری بھی موجود ہوتے ہیں۔

مدینہ کے باغیوں کے خلاف کامیابی حاصل کرنا اور کسی ارادہ کو عملی جامہ پہنانا محال تھا۔ اس لئے مدینہ سے باہر نکل کر کوشش کرنا ضروری تھا۔ حضرت عمرو بن العاص کو خود تنہا یہ بات تسلیم نہیں تھی اور کچھ کر گذرنے سے صرف یہی عاجز نہیں تھے بلکہ اس ماحول میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو آپ سے ایمان قبول کرنے میں سابق اور بڑے بہادر تھے لیکن وہ بھی اس تحریک کے مقابلے میں کچھ کر گذرنے سے عاجز تھے۔ حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم مدینہ میں رہ کر کسی طرح کا کام کرنے سے قاصر تھے اسی لئے انہوں نے مکہ۔ بصرہ اور کوفہ کا انتخاب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مدینہ میں رہ کر حضرت عثمان کی حمایت میں کچھ کرنے سے مجبور تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ باغیوں کے خلاف کوئی کام صوبائی حکومتوں کی بیعت کے بعد ہی پورا ہو سکتا ہے۔ جو باغیوں کے تسلط سے رہائی کے لئے مدد کا کام کریں۔

پھر یہ کوئی نادر بات نہ تھی کہ حضرت عمرو بن العاص مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تاکہ انہیں خلیفہ شہید کے محاصرہ پر زبان بندی کی ذلت نہ اٹھانی پڑے۔ اور آپ کا حضرت معاویہ کے پاس چلا جانا بھی کوئی تعجب

AsliAhleSunnet.com

خبر نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کی اہل شام کے دلوں میں اس قدر مقبولیت ڈال دی تھی کہ خلیفہ مقتول کے انتقام کے لئے پورے لشکر کو حرکت میں لا سکتے تھے حضرت معاویہ کے عزم کی خبریں متواتر آپ کے پاس آ رہی تھیں۔ چنانچہ آپ وہاں جا کر حضرت معاویہ سے مل گئے ان کا مقصد بالکل ظاہر تھا۔ منزل بالکل متعین تھی۔ یہ بات ہمیں ان اشعار سے معلوم ہوتی ہے۔ جن کو انہوں نے پڑھا تھا جو ابھی گذر چکے ہیں۔

ان کا خیال ہے کہ حسرت سود مند نہیں اور یہ کہ غافل لوگ جیسے بدمست ہیں۔ ان کا خمار ختم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ بے رحم کو خود اٹھا سکیں۔

سازش کی وسعت سے عمرو بن العاص کی واقفیت کے پیش نظر ان کا شام چلا آنا ایک معقول و مناسب بات تھی اور اس لئے بھی کہ حضرت معاویہ جو نسبی اعتبار سے حضرت عثمان کے قریبی تھے۔ بنو امیہ کے لئے جائے پناہ تھے۔ اور شام ان لوگوں کا مرکز بن چکا تھا جو حضرت عثمان کے انتقام کے خواہشمند تھے۔ وہیں ان کا کرتا تھا۔ اور ان کی بیوی نائلہ کی انگلیاں تھیں۔ جن کو شام کے منبر سے اٹھایا جاتا تھا اور لوگوں کے دل کا دبا ہوا لاوا برانگیختہ کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اگر شام نہ جاتے تو آخر جاتے بھی کہاں؟

امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے باغی وہ لوگ تھے۔ جو کوفہ۔ بصرہ اور مصر سے آئے تھے۔ قریبی ریاستوں میں شام تنہا وہ ریاست تھی جو مکمل امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ

AsliAhleSunnet.com

عنہ کے ماتحت تھی ۔ وہاں حضرت معاویہ کا وجود، ان کا کنٹرول اور فتنہ کے خاتمہ کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ رہی تھیں اور وہ عظیم سیاسی کامیابی جسے حضرت معاویہ نے سولہ سال کے عرصہ میں حاصل کی تھی اس لائق تھی کہ امت کو معاویہ جیسا دانا قائد سے مربوط کردے ۔

ان سب باتوں کے باوجود حضرت عثمان کے قاتلین سے قتال کی تحریک کا کام کوئی آسان کام نہ تھا ہماری اس رائے کی تفسیر وہ بات کر رہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نائلہ کی انگلیاں. حضرت عثمان کا کرتا ایک طویل وقفہ تک منبر دمشق پر رکھنے کے لئے مجبور ہو گئے تھے. تاکہ لوگوں کا غصہ و غضب بھڑکائیں اور لوگوں کی نظر اس بات کی طرف مائل کریں کہ وہ عثمان کے خون کے ولی ہیں اور ان سے حد سے گذرنے والوں اور گمراہوں سے قتال کرنے پر ابھار سکیں ۔

البتہ طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کے بصرہ اور کوفہ چلے جانے کی بنیاد حضرت عمرو بن العاص کے یہاں موجود نہ تھی. زبیر کے ہم خیال کوفہ میں تھے۔ اور طلحہ کے متعلقین بصرہ میں اس لئے انہیں یہاں کچھ ایسے اعوان و انصار مل سکتے تھے جو مویدین کو قتال کے لئے حرکت دے سکیں یہ دونوں حضرات کسی رعایت کی بنا پر اپنے مرکز میں داخل نہیں ہوئے تھے. بلکہ صرف اسلام کی خاطر جہاد کرنے کی وجہ سے آئے تھے اور ایک وقت مقررہ تک اقامت پذیر ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اثر و رسوخ حاصل ہوگیا تھا. اگرچہ ہم اس بات کی نفی نہیں کرسکتے کہ فتنہ پروروں نے یہ حالات سرداران صحابہ کے لئے پیدا کر دیئے تھے تاکہ مسلمانوں کی جماعت کئی مختلف

AsliAhleSunnet.com

ٹولیوں اور فرقوں میں منقسم ہو جائے۔

رہی عمرو بن العاص کی بات تو وہ مصر کے والی تو ضرور تھے مگر اس وقت معزول ہو چکے تھے اور ان کے بعد متعدد لوگوں کے ہاتھوں میں زمام ولایت آ ئی تھی۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ مصر ہی کے باغی امیر المؤمنین حضرت عثمان کو قتل کرنے کے لئے آئے تھے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی قوت دافعہ ہوتی یا متعین اقتدار ہوتا جس کے ذریعہ ان کو کسی تصرف کی طاقت ہوتی تو وہ کر گذرتے اور واقعتاً انہوں نے اپنی ولایت کے زمانے میں بہت کچھ کر دکھایا۔

اب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ ان کے پاس کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں جاکر سہارا لیتے جیسا کہ طلحہ اور زبیر کے لئے کوفہ اور بصرہ میں جگہ بنی ہوئی تھی۔

اور دوسری وجہ جس کا تذکرہ اسی بات کی طرح آتا ہے وہ پائدار دوستی ہے جو معاویہ اور عمرو بن العاص کے درمیان قائم تھی۔

یہ دونوں مشرکین کے لشکر میں تقریباً بیس سال تک دعوت اسلامی کے خلاف ایک صف میں چلتے رہے۔

اور پھر ان کی دوسری ملاقات اسلامی علم کے نیچے شام میں ہوئی اور شام کے اردنی فلسطین اور دمشق ہر مقام پر ایک ساتھ رہے۔

اس طرح آپس میں تعارف اور ایک دوسرے کو سمجھنا اور تاثیر و تاثر کی بنیاد موجود تھی۔

اب ہمارے سامنے ایک آخری سوال باقی رہ جاتا ہے :۔ وہ یہ کہ کیا حضرت عمرو بن العاص کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ مدینہ چلے جائیں اور

AsliAhleSunnet.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کریں۔؟

(جس کا جواب یہ ہے کہ) یہ بات ممکن ضرور تھی لیکن جو بات ہم نے معاویہ کے سلسلے میں کہی ہے وہی بات عمرو کے سلسلے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔ حضرت عمرو بن العاص حضرت علی کی بیعت کے وقت موجود نہ تھے۔ انہوں نے اس بیعت پر انصار و مہاجرین کا اتفاق نہیں سمجھا ہوگا۔ وہ مدینہ کی دم گھٹنے والی فضا میں موجود نہ تھے۔ باغیوں کے مدینہ پر تیزور غلبہ اور خلیفۃ المسلمین کے قتل کے وقت موجود تھے۔ جبکہ کسی میں ان باغیوں کے سامنے کھڑے ہونے کی بھی تاب نہ تھی۔ سوائے چند رضا کار اولاد صحابہ کے مثلاً حضرت حسن، حسین، محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر وغیرہم۔

اس کے علاوہ انہیں حضرت عثمان کی تدفین اور بیت المال کے لوٹنے کی خبر بھی پہونچی تھی پھر ان کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ حضرت علی کی بیعت فطری اور صحیح حالات میں مکمل ہوئی ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور زبیر کے عذر کی معقولیت سمجھی جو ان لوگوں نے اپنی بیعت کے سلسلے میں پیش کیا تھا تو ان کے موقف کی تردید نہ کی۔ اس طرح سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر کا عذر بھی عدم بیعت کے سلسلے میں۔ حالانکہ یہ لوگ مدینہ میں موجود تھے۔ پھر اس طرح اس شخص کو کیوں نہ معذور سمجھیں گے جو بیعت کے وقت موجود ہی نہ تھا اور اسے جو خبریں ملی تھیں ان میں مبالغہ آرائی اور دہشت انگیزی شامل تھی اور یہ تذکرہ تھا کہ مدینہ پر باغیوں کا مکمل تسلط ہے۔

یہ سارے عوامل اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ عمرو بن العاص کے لئے

AsliAhleSunnet.com

صرف شام جانا اور عثمان کے خون کا مطالبہ کرنا صرف منطقی اور معقول بات نہ تھی بلکہ خلیفۂ مظلوم کے قاتلین سے انتقام کا تنہا راستہ شام ہی تھا۔

البتہ وہ زبان زد روایت :۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے اپنے دونوں بیٹوں محمد اور عبداللہ کو بلایا تھا اور مشورہ لیا تھا عبداللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے کہا: کہ تم نے میرے لئے آخرت پسند کی ہے۔ پھر محمد سے مشورہ لیا۔ تو انہوں نے معاویہ سے جا ملنے کا مشورہ دیا۔ تو انہوں نے ان سے کہا! کہ تم نے میرے لئے دنیا پسند کی ہے۔ پھر انہوں نے دنیا کو آخرت کے مقابل میں پسند کر لیا۔ یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔[1]

---

[1] . یہ روایت متناً بھی منکر اور متروک ہے کیونکہ عمرو بن العاص کی شخصیت وہ شخصیت ہے جن کے اسلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی مسرت ہوئی تھی۔ آپ نے ان کے متعلق فرمایا تھا ،، اور لوگوں نے تو اسلام قبول کیا ہے لیکن عمرو بن العاص ایمان لائے ہیں۔ ،، عمرو ایسے آدمی نہ تھے کہ کسی منصب کی خاطر امت اور دین کی مصلحت کے مقابل میں داؤ کرتے۔ یہ ایسی قبیح عادتیں ہیں جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالکل پاک و صاف تھے اور حضرت عمرو کی اسلامی سیرت اس کے بالکل منافی ہے۔

(ناشر)

AsliAhleSunnet.com

«صِفّین کا المیہ»

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت علی کی روانگی کی اطلاع ملی تو وہ بھی حضرت علی کی جانب روانہ ہو گئے۔ مقدمۃ الجیش کی سالاری سفیان بن عمرو ابوالاعور سلمی کو دی اور ساقہ (فوج کا پچھلا حصہ) کا سالار بسر بن ارطاۃ کو بنایا۔ یہ دونوں صفین کی طرف ساتھ ہی چل پڑے۔[1]

ماہ ذی الحجہ میں ہر دن جنگ ہوتی رہی اور بعض دنوں میں تو ایک دن میں دو دو مرتبہ جنگ ہوئی۔ ان سب میں ایسی جنگ ہوئی کہ جس کا ذکر

---

[1] یہ روایت ابن دیزیل نے جابر جعفی عن ابی جعفر الباقر و یزید عن الحسن بن علی کے طریق سے بیان کی ہے۔ جابر جعفی کے سلسلے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور بقیہ لوگوں نے ضعیف کہا ہے۔ اس روایت کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

بہت طویل ہوگا۔[1]

غرضیکہ جب یہ حرام مہینہ آیا تو لوگ اس امید پر الگ ہوگئے کہ شاید جنگ بند ہوجائے اور مصالحت ہوجائے۔ اور لوگوں کی خوں ریزی بند ہوجائے۔[2]

چنانچہ لوگوں نے باہم مراسلت شروع کردی[3]۔ اس دوران کئی مرتبہ چھیڑ چھاڑ اور چڑھائی ہوئی۔ علماء ان کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہوجاتے تو لڑائی نہ ہوتی۔ اس طرح تین مہینہ کے اندر پچاسی مرتبہ لوگوں سے چھیڑ

---

[1] ابن جریر طبری نے ان تمام جنگوں کی کیفیت نقل کی ہے لیکن سب کی سب ابو مخنف شیعی کے طریق سے ہیں۔ ان کے متعلق امام حافظ ذہبی کہتے ہیں: "ابو مخنف اخباری تالف لا یوثق بہ" کہ (ابو مخنف خبر نقل کرنے والے بیکار اور ضائع آدمی ہیں اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا) ابو حاتم وغیرہ نے متروک قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے اس کے سلسلے میں کہا ہے کہ یہ کٹر شیعی اور خبروں والا آدمی ہے۔

دوسری طرف السری عن شعیب عن سیف جو طبری کے رواۃ میں سب سے معتمد مانے جاتے ہیں انہوں نے ان لڑائیوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اسی لئے ہم اس تفصیل میں جانا پسند نہیں کرتے۔

[2] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۷ ص ۲۵۸

[3] ابن جریر نے مراسلات کی تفصیل نقل کی ہے مگر ہم اس وجہ سے اس کا ذکر نہیں کرتے کہ ان سب کا مدار صرف ابو مخنف شیعی پر ہے جس میں معاویہ رضؓ پر تنقید ہے۔

AsliAhleSunnet.com

چہارطہوئی یہ[۱]

راوی کہتا ہے کہ ابوالدرداء اور ابوامامہ حضرت معاویہ کے پاس گئے اور ان سے کہا :-

معاویہ ! کیوں اس شخص سے قتال کرتے ہو ؟ بخدا وہ تو آپ سے اور آپ کے باپ سے بھی اسلام قبول کرنے کے لحاظ سے مقدم ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے اور اس معاملہ کا وہ آپ سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

معاویہ نے جواب دیا : میں حضرت عثمان کے خون کی بناء پر جنگ کر رہا ہوں، اور اس لئے بھی کہ انہوں نے قاتلین کو پناہ دی ہے۔ جاکر ان سے کہو کہ اگر وہ قاتلین عثمان سے قصاص دلوادیں تو میں اہل شام میں سب سے پہلے بیعت کروں گا۔

- وہ دونوں حضرت علی کے پاس گئے اور پوری بات کہہ سنائی۔

- حضرت علی نے جواب دیا : یہ جنہیں تم دیکھ رہے ہو یہی وہ لوگ ہیں۔

- ایک کثیر تعداد میں لوگ نکلے اور ان سبھوں نے کہا :

- ہم سب عثمان کے قاتل ہیں جو چاہے ہمارے سامنے آئے۔

حضرت ابوالدرداء اور ابوامامہ دونوں وہاں سے واپس چلے گئے اور پھر کبھی کسی لڑائی میں شریک نہ ہوئے[۲]۔

۱۔ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۷ ص ۲۶۰

۲۔ یہ روایت ابن دیزیل نے بیان کی ہے۔ امام ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ

AshAhleSunnet.com

ان دونوں بزرگ صحابیوں کا نقطۂ نظر یقیناً درست تھا۔ انہیں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق ہونے پر شک نہ تھا لیکن ہزاروں کی تعداد میں ان لوگوں کا وجود جو عثمان کے قاتل ہونے کے دعوے پر مصر تھے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک جانب سے بھی جنگ میں شرکت سے مانع تھا۔

حضرت علی کا وفد حضرت معاویہ کے پاس گیا جس طرح معاویہ کی طرف سے حضرت علی کے پاس آیا تھا۔ علماء نے اصلاح کی ایک آخری کوشش شروع کی۔

یہ روایت کئی طرق سے بیان کی گئی ہے کہ ابو مسلم خولانی لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ معاویہ کے پاس آئے اور کہا:

آپ علی سے جنگ کرتے ہیں؟ کیا آپ ان کے مثل ہیں؟

انہوں نے جواب دیا۔ بخدا میں بخوبی جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے بہتر اور

بقیہ ص۲۹۶ کا

الحفاظ میں ان کے متعلق مندرجہ ذیل بات کہی ہے۔

ابن دیزیل الحافظ الرجال ابو اسحاق ابراھیم ابن الحسین الکسائی الھمدانی المتوفی ۲۸۱ ھ ۔ صالح بن احمد محدث ہمدان کہتے ہیں کہ میں نے علی بن قیس سے سنا کہ جو سند ابن دیزیل بیان کرتے ہیں اگر اس میں روٹی نہ کھائی جائے تو ان کے اسناد کی صحت کی وجہ سے اس کا ترک کرنا واجب ہوگا ان کا لقب " دابۃ عفان اور سفینۃ عفان ہے سفینہ ایک پرندہ ہے جو درختوں پر نہیں بیٹھتا۔ یہ روایت البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر ج ۷ ص۲۶۰ میں موجود ہے۔

AsliAhleSunnet.com

افضل ہیں اور امارت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ لیکن کیا تم یہ نہیں جانتے کہ عثمان ظلماً قتل کر دیئے گئے؟ اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں؟ میں ان کے خون کا بدلہ طلب کر رہا ہوں۔ یہ معاملہ میرا ہے۔

جاؤ ان سے کہو کہ قاتلین عثمان کو میرے حوالہ کر دیں اور میں ان کو ان کا حق (امارت) سپرد کئے دیتا ہوں۔

وہ لوگ حضرت علی کے پاس آئے اور اس سلسلے میں بات چیت کی لیکن انہوں نے کسی ایک آدمی کو بھی ان کے سپرد نہ کیا۔ اس لئے اہل شام نے معاویہ کے ساتھ قتال کا عزم مصمم کر لیا۔[1]

دونوں گروہ ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے مطمئن نہ ہوئے اگر بنیادی سلسلے میں یہ اختلاف ہوتا یا دنیا کا لالچ ہوتا تو دونوں اپنے اپنے اثر و رسوخ کے اعتبار سے دولت اسلامیہ کا اقتدار تقسیم کر لیتے اور اپنی راہ پر لگ جاتے، مگر یہاں معاملہ نہ تو حکومت کا تھا۔ نہ ہی تسلط کی خواہش تھی اور نہ غنیمت یا آمدنی کے اندر اختلاف کا قضیہ تھا بلکہ معاملہ اس سے زیادہ وسیع تھا۔ یہ ایک عقیدے کا معاملہ تھا جس کی سیادت ضروری ہے اور عقیدۂ اسلام کی سیادت کا پہلا شعار یہ ہے کہ بیک وقت دو خلیفہ نہ ہوں۔ اسلام کی اجتماعی منطق نے تفریق و انفصال کا پورے طور پر استیصال کر دیا ہے۔

---

[1] طبری ج ۴ ص ۶ :- یہ ابو مخنف کی روایت ہے جو اس نے عبدالرحمن بن جندب ازدی سے بیان کی ہے ہم نے ان دونوں روایتوں کو مسلمانوں کے اسلامی طریقۂ جنگ پر منطبق ہونے کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنگ کے متعلق پہلا بیان یہ تھا۔

لوگو! سن لو۔ امیر المؤمنین تم سے یہ کہتے ہیں کہ میں نے تم سے ہمیشہ یہ چاہا ہے کہ تم حق بات کی طرف مراجعت کرلو۔ اور میں نے تمہارے سامنے اس کے متعلق کتاب اللہ سے دلیلیں بھی پیش کیں مگر تم باز نہیں آئے۔ تم نے حق بات قبول نہیں کی۔ میں نے یہ بات تمہاری طرف برابر ڈال دی۔ سن لو! اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

رہیں اسلامی جنگی تعلیمات : تو وہ یہ ہیں۔

کسی قوم سے اس وقت تک قتال نہ کرو جب وہ تم سے قتال شروع نہ کردیں۔ اس لئے کہ تم بحمد اللہ حجت پر ہو گے اور تمہارا ان سے بغیر ان کی ابتداء کے قتال نہ کرنا تمہارے حق میں ایک دوسری دلیل بن جائے گا اب جب تم ان سے قتال کرو۔ اور انہیں شکست دو تو پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں کو قتل نہ کرو۔ کسی زخمی کو جان سے نہ مارو۔ کسی کی پردہ دری نہ کرو اور کسی مقتول کا مثلہ نہ کرو۔ کسی گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔ ان کے کسی مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ ہاں مگر جو تمہیں ان کے لشکر میں مل جائے۔ کسی عورت کو کوئی تکلیف نہ پہونچاؤ۔ اگرچہ وہ دشنام طرازی کرے اور تمہارے امراء وصلحاء کو گالی گلوچ دے۔ اس لئے کہ وہ ضعیف القویٰ اور ضعیف القلب ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ موقف کب تھا۔؟
حضرت علی کا یہ موقف صلح کے سلسلے میں آٹھ ماہ تک مسلسل کوشش

AsliAhleSunnet.com

کرنے کے بعد تھا جس کا کوئی فائدہ نہ مل سکا۔ جنگ کوئی دفاعی یا تعصب یا جذبات کی رو میں یا ناعاقبت اندیشی کے طور پر نہیں ہوئی بلکہ بصیرت و یقین اور اصرار پر اس وقت ہوئی جبکہ جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ یا پھر مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جاتا۔

ہم جنگ کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے[1] ہمارا مقصد صرف اس کے اسباب و مقاصد بیان کرنا ہے لیکن اس کے مراحل پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالتے چلیں۔

ا۔ پورے ذی الحجہ بھر دونوں لشکروں کی مختلف ٹولیوں کے مابین جزئی لڑائیاں ہوتی رہیں۔

یہ جنگیں پانی کے سلسلے میں اختلاف کی وجہ سے ہوئی تھیں۔ پانی کے سلسلے میں جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں ان میں سب سے صحیح روایت ابو الصلت حضرمی کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں:۔

ہماری فرودگاہ اہل عراق اور پانی کے درمیان تھی۔ ایک شہسوار ہمارے پاس آیا پھر رکا۔ ہم نے دیکھا تو وہ اشعث بن قیس تھا۔ اس نے کہا۔

اللہ سے ڈرو! معاویہ امت محمدیہ کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو۔

فرض کر لو کہ تم اہل عراق کو قتل کر ڈالو تو پھر غمزدہ لوگوں اور بال بچوں کا کون ذمہ دار ہوگا۔ یا یہی مان لو کہ ہم نے تم کو قتل کر ڈالا تو بھی یہی سوال پیدا ہوگا۔

---

[1] اس لئے کہ اس کی ساری تفصیل ابو مخنف سے مروی ہے جس کے سلسلے میں ہمیں علماء رجال کی رائے معلوم ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فان بغت احداهما علی الأخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللّٰہ۔"

(اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے۔ تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہانتک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے)

معاویہ نے کہا: کیا چاہتے ہو؟

اس نے جواب دیا: پانی کھول دو۔

معاویہ نے ابو الاعور سے کہا۔ ہمارے بھائیوں کو پانی کا راستہ دیدو۔[۱]

۲ — دوبارہ جنگ بندی اور مراسلت کا سلسلہ نئے سال کے ماہ محرم میں شروع ہوا۔

۳ — یکم صفر ۳۷ھ بدھ کو جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھا اور اپنی خوفناکی کے ساتھ یہ سلسلہ منگل تک جاری رہا مگر معاملہ برابر سرابر رہا۔ دونوں فریقوں میں سے کوئی غالب نہ ہوا۔

۴ — ۸ صفر بدھ کا دن سخت خوفناک تھا۔ دونوں فریقوں کی مکمل

---

۱ سیر اعلام النبلاء للذھبی ج ۲ ص ۲۷ اس روایت کی سند میں ابو مغیرہ خولانی اور صفوان بن عمرو ہیں جو ثقہ ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

تیاری کے بعد بھرپور مقابلہ ہوا اور عراق والوں کو شام والوں پر فتح حاصل ہو گئی۔

۵ ـــ جنگ پوری شدت کے ساتھ جاری رہی کیونکہ شام والوں نے الٹ کر پھر حملہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے میمنہ کو توڑ کر رکھ دیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین کے ساتھ قبیلۂ ربیعہ کے علاوہ صرف تین سو (۳۰۰) آدمی باقی رہ گئے تھے۔ البتہ قبیلۂ ربیعہ اب بھی ڈٹا ہوا تھا۔ جنگ کے اسی مرحلہ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

۶ ـــ جمعہ تک جنگ اپنی پوری شدت کے ساتھ جاری رہی کیونکہ امیر المؤمنین کا لشکر تازہ دم ہو کر جان کی بازی لگا چکا تھا اور اسے فتح بالکل قریب نظر آنے لگی تھی۔

۷ ـــ دونوں فریقوں میں سے کسی کے لئے بھی راہ فرار اختیار کرنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ ہر فریق کو اپنے حق ہونے پر پورا پورا بھروسا تھا۔ اور قتال کے جاری رکھنے کا مطلب تمام مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔ یہیں علماء کو مصحف اٹھانے اور کتاب اللہ کو ثالث بنانے کا خیال پیدا ہوا۔[۱]

ثالث بنانے کا واقعہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے حبیب بن ابی ثابت سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں۔

کہ میں ابو وائل سے ان لوگوں سے متعلق پوچھنے ان کی مسجد میں گیا۔ جن کو

---

[۱] یہ خلاصہ نہایت دقت نظری سے البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۷، ص ۲۶، ص ۲۷ اور طبری ج ۴ ص ۶، ص ۳۴ سے لیا گیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت علی نے نہروان میں قتل کر ڈالا تھا کہ وہ حضرت علی کی کس بات کو تسلیم کرتے اور کس بات سے اختلاف کر رہے تھے اور پھر حضرت علی نے ان سے قتال کو کیسے جائز قرار دے لیا؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

ہم صفین میں تھے۔ جب شام والے بری طرح قتل ہونے لگے تو انہوں نے ایک ٹیلے پر پناہ حاصل کی۔ اس وقت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ سے کہا۔

حضرت علی کے پاس ایک آدمی کو مصحف دے کر بھیجو اور کتاب اللہ کی طرف دعوت دو۔ وہ آپ کی بات کا انکار نہیں کریں گے۔ ایک آدمی نے ان کے پاس آکر کہا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان کتاب اللہ فیصلہ کرے گی۔

"الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یدعون الی کتاب اللہ لیحکم بینھم ثم یتولی فریق منھم وھم معرضون."

(بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب خدا یعنی تورات سے بہرہ دیا گیا اور وہ اس کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان تنازعات کا ان میں فیصلہ کر دے تو ایک فریق ان میں سے کج ادائی کے ساتھ منہ پھیر لیتا ہے۔)

حضرت علی نے جواب دیا! ہاں میں اس کا زیادہ حقدار ہوں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب فیصلہ کرے گی[1]

[1] امام احمد نے یہ حدیث لیلی بن عبید عن عبد العزیز بن سیاہ عن حبیب

AsliAhleSunnet.com

البتہ وہ روایت جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مصحف کی طرف دعوت دینا دھوکہ بازی تھی جس سے مسلمانوں کو دھوکا دینا مقصود تھا اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس سے خبردار کیا تھا تو وہ روایت بالکل جھوٹی ہے[1]۔

(بقیہ صفحہ ۳۰۳ کا)

بن ابی ثابت کے سلسلے سے ذکر کی ہے۔ ان کے سلسلے میں تقریب التہذیب میں مندرجہ ذیل بات کہی گئی ہے۔

یحییٰ بن عبید: ثقہ ہیں البتہ ثوری سے جو حدیث بیان کرتے ہیں اس میں ضعف ہے۔ عبدالعزیز بن سیاہ: صادق ہیں مگر شیعہ ہیں۔ حبیب بن ابی ثابت: ثقہ، بزرگ فقیہ ہیں۔ اکثر ارسال اور تدلیس سے کام لیتے ہیں۔

جب ہم کسی تاریخی روایت کے سلسلے میں اس قسم کی بات پر پہونچتے ہیں تو گویا ہم کو ایک بڑا خزانہ مل جاتا ہے کیونکہ تاریخ کے رواۃ دوسرے ہوتے ہیں اور حدیث کے رواۃ دیگر ہوتے ہیں۔ کاش ہماری سب روایتیں اسی معیار کی ہوتیں۔

[1] مذکورہ روایت بروایت ابومخنف بروایت ابوجناب کلبی بروایت عمارہ بن ربیعہ جرمی آئی ہے ان کے متعلق علامہ ذہبی نے ضعفاء میں فرمایا ہے۔

ابومخنف لوط بن یحییٰ: معیار سے ساقط اور ضعیف ہیں۔ ابوحاتم نے متروک قرار دیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے ضعیف کہا ہے۔

ابوجناب کلبی: ابوزرعہ نے کہا ہے: صادق ہیں مگر مدلس ہیں۔ امام نسائی ضعیف کہتے ہیں۔ یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں۔ کہ میں ان سے روایت بیان کرنا جائز ہی نہیں سمجھتا

AsliAhleSunnet.com

«رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جنگ کے متعلق بیان»

اگر ہمیں کوئی امین راوی ایسا نہ مل سکے جو جنگ کی تفصیلات اور اس کے رجحانات بیان کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے امین ہیں آپ ہم سے بیان کرتے ہیں اور آپ کا بیان تمام مخلوق کی روایت سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

حدیث نبوی میں جنگ کا تین پہلوؤں سے ذکر ہے۔

پہلا پہلو :۔ "جنگ کا ذکر اور اس کا وقت"

بخاری اور مسلم رحمہما اللہ علیہما کی روایت کے مطابق جو انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا :۔

قیامت کے قیام سے پہلے دو عظیم گروہ باہم جنگ کریں گے ان دونوں کے درمیان بڑی زبردست خوں ریزی ہو گی۔ ان دونوں کا دعوئی ایک ہو گا۔[۱]

---

[۱] بیہقی میں اس حدیث کے رواۃ یہ ہیں؛ یعقوب بن سفیان : ثقہ حافظ ہیں

AsliAhleSunnet.com

اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تعیین اس بڑی تعداد سے کی ہے جس کو مورخین نے عراقی اور شامی فوجوں کو ملا کر دو لاکھ سے زائد تک پہونچا دیا ہے۔

البتہ قتال عظیم تو یہ یقیناً ایک خوفناک قسم کی چیز تھی۔

امام بیہقی نے صفوان بن عمرو کا قول نقل کیا ہے۔

"شام والے ساٹھ ہزار تھے جن میں سے بیس ہزار قتل کر ڈالے گئے اور اہل عراق ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں تھے۔ جن میں سے چالیس ہزار قتل کئے گئے۔

ایک دعوت کی حامل دو عظیم جماعتوں کے مابین اس سے بڑا قتل کون ہو سکتا ہے؟

اس سلسلے میں ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کافی ہے آپ نے دونوں سے متعلق فرمایا تھا کہ "ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔"

یقیناً یہ لوگ ایک عقیدہ رکھتے تھے، ان کا دین ایک تھا۔ اور ان کا دعویٰ بھی ایک تھا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو حدیث سابق ہی پر محمول کیا ہے

بقیہ ص۲۹۰ کا

ابو الیمان الحکم بن نافع: ثقہ ثبت ہیں۔ صفوان بن عمرو: ثقہ ہیں۔

(تقریب التہذیب لابن حجر العسقلانی)

میں کہتا ہوں کہ:۔ یہ حدیث صحت کا اعلیٰ درجہ رکھتی ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ حدیث متفقہ طور پر روایت کی ہے (ناشر)

AsliAhleSunnet.com

جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے[1]

پھر اس جنگ میں خواہش کو داخل کرنے کی یا فریقین میں سے کسی پر باطل کے قصد اور اقتدار اور حکومت کی خواہش کا الزام لگانے کی کوشش ایک باطل تہمت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ؛ دونوں کا دعوٰی ایک ہو گا ؛

دوسرا پہلو :۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فریق برحق کی تعیین :۔

اور یہ اس روایت کے ذریعہ جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا :۔ قیام قیامت سے قبل دو عظیم گروہ باہم جنگ کریں گے ان کا دعوٰی ایک ہو گا۔ ان دونوں کے درمیان سے ایک جماعت خارج ہو گی۔ اس کو دونوں میں سے حق سے قریب تر جماعت قتل کرے گی۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

دوسری روایت جس کی سند اس طرح ہے : عن الثوری عن ابن جدعان عن ابی نضرۃ عن ابی سعید ؛ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

قیام قیامت سے قبل دو عظیم جماعتیں باہم قتال کریں گی۔ ان کی دعوت ایک ہو گی۔ اسی اثناء ایک جماعت ان میں سے نکلے گی۔ ان دونوں جماعتوں

---

[1] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۷ ص ۲۷۵

AsliAhleSunnet.com

میں جو جماعت سب سے زیادہ برحق ہوگی وہ اس کو قتل کرے گی[1]

اس حدیث کی اہمیت اس طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ یہ حدیث نہایت تاکیدی طور پر بیان کرتی ہے کہ وہ دونوں عظیم جماعتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث نے دونوں گروہوں کے باہم قتال، اور خوارج (الفئۃ المارقۃ) کے ظہور کے درمیان اتصال بتایا ہے اور یہ کہ جو جماعت ان سے قتال کرے گی وہ سب سے برحق ہوگی اور بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں سے قتال کیا جو اس جماعت سے عبارت ہیں جس نے حضرت علی اور معاویہ دونوں کے خلاف خروج کیا تھا اس طرح حضرت علی حق سے قریب تر ہوئے۔

کچھ ائمہ حدیث کے یہاں ایک ایسی روایت آئی ہے جو خارجی جماعت کو عظیم خوں ریزی سے مربوط نہیں قرار دیتی۔ وہ یہ ہے۔

"مسلمانوں کے افتراق کے وقت ایک جماعت بے دین ہو جائے گی جن کو حق سے قریب تر جماعت قتل کرے گی۔"

اور مسند طیالسی میں امام ابوداؤد طیالسی نے یہ روایت اس طرح بیان

---

[1] اس حدیث کے رواۃ کے متعلق حافظ ابن حجر کا بیان تقریب التہذیب میں اس طرح ہے:۔ سفیان ثوری: ثقہ حافظ، فقیہ، عابد امام حجۃ ہیں کبھی کبھی تدلیس بھی کرتے ہیں:

علی بن زید بن جدعان: ضعیف ہیں۔ ابو نضرہ، منذر بن مالک بن قطعہ: ثقہ ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

کی ہے۔ "میری امت کی دو جماعتوں میں ایک جماعت ایسی ہوگی جو بے دین ہو جائے گی اس کو دونوں جماعتوں میں سے حق سے قریب تر جماعت قتل کرے گی۔"

البتہ امام مسلم رحمۃ اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے:۔

"میری امت میں دو فرقے ہوں گے ان دونوں جماعتوں میں ایک جماعت بے دین ہو جائے گی جس کو دونوں گروہوں میں سے حق سے قریب تر گروہ قتل کرے گا۔"

دونوں گروہ برسر حق جنگ کر رہے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ حق تک پہونچے اور حضرت معاویہ نہیں پہونچ سکے البتہ دونوں کا مقصد اور مطمح نظر حق ہی تھا۔

اور شاید بے دین جماعت اکثر قاتلین عثمان پر مشتمل رہی ہوگی اس لئے اللہ کی مشیت یہ ہوئی کہ یہ حضرت علی ہی کے ہاتھوں مقتول ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت علی کی حکومت ان پر نہیں تھی۔ بلکہ اس کے برعکس انہی کی حکومت حضرت علی پر تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری شہادت اس سلسلے میں وہ ہے جو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث صحیحہ میں ملتی ہے۔ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ "اے عمار تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی[1]۔"

---

[1] اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی نسائی اور طیالسی نے بھی مختلف روایتوں میں ذکر کیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

یہ حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شامی ساتھیوں کے سلسلے میں بہت زیادہ واضح اور صریح ہے کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت علی کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے سلسلے میں دونوں فوجوں میں بہت زیادہ ہنگامہ اور شور شار ہوا تھا۔ لیکن یہاں دو باتوں کا پیش کر دینا ضروری ہے۔

پہلی بات :۔ جنگ کے دوران عمار رضی اللہ عنہ کی نفسیات۔

دوسری بات :۔ عمار بن یاسر کے قتل کے بعد معاویہ کے لشکر میں مسلمانوں کا احساس۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں قیس بن عباد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے عمار بن یاسر سے کہا۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کرنے کو آپ اپنی کوئی رائے سمجھتے ہیں تو رائے تو صحیح بھی ہوتی ہے اور غلط بھی ؟"

"یا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ حضرات سے کوئی وعدہ لیا تھا؟"

انہوں نے جواب دیا :۔ "کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے تنہا کوئی وعدہ نہیں لیا۔"

اس حدیث کو مسلم نے شعبہ سے بیان کیا ہے اور اس کا تتمہ بروایت عمار عن حذیفہ منافقین سے متعلق ہے۔

یہاں حضرت عمار رضی اللہ عنہ بہت تاکیدی طور پر ذکر کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کسی بھی ایسے وعدے کے پابند نہیں ہیں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں۔ بلکہ انہوں نے از خود اجتہادی

AsliAhleSunnet.com

طور پر یہ سمجھا تھا کہ حق علی کے ساتھ ہے۔ اور ان کو اپنے اس موقف پر اتنا زیادہ اعتماد تھا کہ وہ کہتے ہیں:۔

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے اس علم کے نیچے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین مرتبہ جنگ کی تھی اور یہ چوتھی بار شریک جنگ ہوا ہوں۔ بخدا اگر ہمیں مارتے کاٹتے مقام ہجر کے باغات تک پہونچ جائیں تب بھی مجھے یہی یقین رہے گا کہ ہمارے مصلحین بر حق ہیں اور وہ لوگ گمراہی پر ہیں۔"[1]

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کی بات ان اولین مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں تھی جو رسالت کے ابتدائی دور اور اس کے ابتدائی واقعات کے مشاہد تھے بلکہ متاخرین بھی اسے جانتے تھے لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے بعد بہت تھوڑی مدت تک اس دعوت کے ساتھ زندگی گذاری تھی اور فی سبیل اللہ جہاد کے لئے چلے گئے تھے پھر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ موجود نہ رہے ہوں اور اس حدیث کو جنگ سے پہلے کہیں سنا نہ ہو۔

عمار بن یاسر کے قتل پر شام کی اسلامی فوج کا رد عمل؟

حضرت عمرو بن العاص کو یہ حدیث معلوم تھی۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ کون ان کو قتل کرے گا۔ اس لئے کہ وہ اگرچہ حضرت علی کے لشکر میں تھے لیکن

---

[1] یہ روایت امام احمد اور طبرانی کی ہے۔ امام ہیثمی کہتے ہیں کہ امام احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں یہ روایت امام حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت شیخین کے شرائط کے مطابق ہے لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

پھر بھی حضرت علی ہی کے لشکر سے کوئی آدمی جھپٹ کر انہیں قتل کرسکتا تھا جیسا کہ زبیر بن العوام کا واقعہ پیش آیا۔ انہیں حضرت علی کے لشکر کے کسی آدمی نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ اہل جمل میں سے ہی ایک آدمی نے قتل کیا تھا۔

تو جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو حضرت عمار کے قتل کی خبر پہونچی تو ان کا گمان یقین سے بدل گیا۔ کیونکہ وہ حضرت علی کے لشکروں میں تھے اور شاید مصحف اٹھانے کی تجویز اور صلح کی خواہش اسی موقف کے تحت ان کے دل میں پیدا ہوئی تا کہ اس غلطی کا کفارہ ہو جائے۔

ہمارے سامنے ابن جریر کی ایک روایت ہے جو ابو مخنف تالف کے ہاتھوں سے محفوظ ہے۔ یہ روایت نہ تو اسے پہونچی اور نہ ہی اس روایت میں وہ شریک ہے۔ وہ ہمارے سامنے شامی مسلمان لشکر میں حضرت عمار کے قتل کے اثر کے سلسلے کی ایک زندہ تصویر پیش کرتی ہے۔ جس کا مکمل طور پر تذکرہ ہم عنقریب کریں گے۔ وہ روایت ابن جریر نے کچھ اس طرح نقل کی ہے۔ عن الاعمش عن ابی عبد الرحمٰن السلمی [1] وہ کہتے ہیں:۔ کہ

"ہم حضرت علی کے ساتھ صفین میں تھے ہم نے ان کا گھوڑا دو آدمیوں کے

---

[1] اس خبر کے راوی مندرجہ ذیل ہیں۔ احمد بن محمد: صدوق ہیں مگر ان کے اندر غفلت ہے۔ ولید بن صالح نخاس: ثقہ ہیں۔ عطاء بن مسلم اکثر غلطی کرتے ہیں۔ الاعمش: ثقہ حافظ متقی لیکن مدلس ہیں۔ ابو عبد الرحمٰن السلمی: ثقہ ثابت ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ رواۃ ثقہ ہیں۔ لیکن بعض نقل میں غلطی کرتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

سپرد کر دیا تھا جو اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ اور انہیں سوار ہونے سے روک رہے تھے۔ جب وہ دونوں غافل ہو جاتے تو وہ سوار ہو کر نکل جاتے اور بغیر اپنی تلوار خون آلودہ کئے واپس نہ آتے تھے۔ ایک دن وہ سوار ہو کر نکلے اور اس وقت واپس ہوئے جب ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے۔ آکر تلوار پھینک دی اور یہ کہا کہ اگر یہ کند نہ ہو گئی ہوتی تو میں واپس نہ آتا۔

اعمش کہتے ہیں کہ:۔ واللہ یہ تلوار زنی ایسی ہی تھی اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔

ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ:۔ لوگوں نے ایک چیز سن کر اپنی زبان سے ادا کیا ہے۔ وہ لوگ جھوٹے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

وہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمار کو دیکھا کہ جس وادی میں بھی وہ جاتے ہیں وہاں کے صحابۂ کرام ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں[1] میں نے دیکھا کہ وہ مرقال:۔ ہاشم بن عتبہ، جو حضرت علی کے علمبردار تھے، آئے اور کہا۔

ہاشم! یہ کیسی کمزوری اور بزدلی ہے؟ اس ضعیف میں کوئی اچھائی نہیں جو جنگ سے ڈرتا ہو۔

اچانک ایک آدمی دونوں صفوں کے درمیان نمودار ہوا اور کہا: بخدا یہ اپنے امام کی خلاف ورزی کرے گا۔ اپنے لشکر کو چھوڑ دیگا اور اپنی کوشش روک دیگا

ہاشم! سوار ہو جاؤ۔ ان کے کہنے پر ہاشم سوار ہو گئے۔

---

[1] اس لئے کہ ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث معلوم تھی کہ جب لوگ اختلاف کریں گے تو ابن سمیہ حق پہ ہو گا۔

AsliAhleSunnet.com

اور یہ کہتے ہوئے چل پڑے :۔

اعور یبغی اھلہ محلا قد عالج الحیاۃ حتی ملا

لا بد ان یفل او یفلا

بزدل جس کے متعلقین جگہ ڈھونڈھ رہے ہیں۔ زندگی کے لئے کوشش کرتے کرتے تھک گیا اب ضروری ہے کہ یا تو وہ خود ختم ہو جائے یا ختم کر دیا جائے۔

عمار کہتے تھے : ہاشم ! آگے بڑھو۔ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے اور موت شمشیر کی دھار میں ہے۔ آسمان کے دروازے کھل چکے ہیں۔ حوران عین نے آرائش کر لی ہے آج میں احباب میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملاقات کروں گا۔

چنانچہ وہ دونوں واپس نہیں ہوئے اور قتل کر دیئے گئے۔

ابو عبد الرحمٰن کہتے ہیں :۔ کہ اس گفتگو سے آپ کو یہ بات معلوم ہو جانی چاہیئے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو لوگ وہاں تھے۔ ان میں دونوں مشہور تھے۔

جب رات ہوئی تو میں نے کہا کہ میں ان کے اندر جا کر معلوم کروں کہ کیا ان کو بھی عمار کے قتل پر ایسا ہی غم ہوا ہے جیسے ہمیں ہوا ہے ــــــ بات یہ تھی کہ جب ہم جنگ کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو کر آتے تھے تو کبھی وہ ہم سے گفتگو کرنے کے لئے چلے آتے اور کبھی کبھی ہم ان سے گفتگو کرنے کے لئے چلے جاتے ــــــ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا حالانکہ وہ آرام کے لئے اپنے پیر پھیلا چکا تھا۔ میں ان کے پڑاؤ میں داخل ہوا تو مجھے چار آدمی ساتھ ساتھ چلتے پھرتے نظر آئے۔ وہ معاویہ، ابو الاعور سلمی، عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن عمرو تھے

AsliAhleSunnet.com

اور یہ ان چاروں میں افضل تھے۔

میں نے اپنے گھوڑے کو ان کے درمیان اس خیال سے ڈال دیا کہ کہیں دونوں میں سے کسی کی بات فوت نہ ہو جائے۔

عبداللہؓ نے اپنے باپ سے کہا: ابا جان! آپ نے آج اس شخص کو قتل کر دیا حالانکہ ان کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا فرمایا تھا۔

انہوں نے پوچھا: کیا کہا تھا؟

انہوں نے جواب دیا:۔ کیا آپ اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھے[1] جب ہم مسجد کی تعمیر کر رہے تھے لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے لیکن عمار دو دو پتھر اور دو دو اینٹ اٹھا کر لاتے تھے۔ ان پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے چہرے سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمانے لگے۔

"تمہارا بھلا ہو ابن سمیہ، لوگ ایک ایک پتھر ایک ایک اینٹ اٹھا

---

[1] روایت میں "تکن" کا لفظ یہاں صحیح نہیں۔ کیونکہ عمرو بن العاصؓ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے ہیں۔ اس لئے وہ یقینی طور پر مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کے بعد فوراً مسجد نبوی کی تعمیر میں موجود نہ تھے۔ اس لئے ابن کثیر نے "الم تکن" کی بجائے "الم یکن" لکھ کر تصحیح کی ہے تاکہ معنی صحیح ہو جائے۔ اس سلسلے میں غلطی ان رواۃ میں سے عطاء بن مسلم سے سرزد ہوئی ہے۔ جو اکثر غلطی کیا کرتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

کرلاتے ہیں اور تم ثواب کی خاطر دو دو پتھر۔ دو دو اینٹ اٹھا کر لاتے ہو خدا تمہارا بھلا کرے، اس کے باوجود باغی جماعت تمہیں قتل کر ڈالے گی۔

عمرو بن العاص نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور معاویہ تھوڑا سا ان کی طرف جھک گئے۔ انہوں نے کہا۔

معاویہ! سنتے ہو۔ عبداللہ کیا کہتا ہے؟

پوچھا:۔ وہ کیا کہتے ہیں؟ پھر عمرو نے پوری بات بتائی۔

معاویہ نے کہا: تم بے وقوف بڈھے ہو۔ تم برابر حدیث بیان کرتے جا رہے ہو۔ اور خود اپنے میل میں لت پت ہو۔ کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے؟ عمار کو اس نے قتل کیا ہے جو اس کو لے کر آیا تھا۔

لوگ اپنے اپنے خیموں سے نکلے ہیں ان سے چھپ گیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ،عمار کو اس نے قتل کیا ہے جو انہیں لے کر آیا تھا۔

اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ کس کا معاملہ تعجب انگیز ہے۔ ان کا یا ان لوگوں کا۔[۱] !!

---

۱ طبری ج ۴ ص ۲۸، ص ۲۹،

یہ روایت عبداللہ بن حارث سے آئی ہے وہ کہتے ہیں کہ:۔

میں صفین سے واپسی کے موقعہ پر معاویہ اور عمرو بن العاص کے درمیان چل رہا تھا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی نے کہا! ابا جان! کیا آپ نے وہ بات نہیں سنی تھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمائی تھی؟ ، ابن سمیہ! خدا تم پر رحم کرے تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی

AhlesSunnet.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اعتماد کہ وہ حق پر ہیں۔ بحث و مباحثہ قبول

(بقیہ صہ ۳۱۶ کا)

وہ کہتے ہیں! کہ یہ سننے کے بعد عمرو نے معاویہ سے کہا :۔ آپ سنتے ہیں یہ کیا کہتا ہے؟ معاویہ نے جواب دیا۔ آپ ہمیشہ ایک مصیبت ہمارے سر پر لاتے ہیں۔ کیا ہم نے انہیں قتل کیا ہے؟ انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جو ان کو لے کر آئے تھے۔

یہ روایت امام احمد نے صحیح سند سے بیان کی ہے۔

امام احمد نے حنظلہ بن خویلد عنزی کی حدیث بھی نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں:۔ کہ میں معاویہ کے پاس موجود تھا اتنے میں دو آدمی عمار کے سر کے سلسلے میں جھگڑتے ہوئے آئے۔ ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ عمار کو میں نے قتل کیا ہے۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے ان دونوں سے کہا :۔ کہ تم میں کوئی بھی اس سلسلے میں راضی ہو جائے کیوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (عمار! انہیں باغی جماعت قتل کرے گی) معاویہ نے کہا: پھر تمہارا حال ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا: کہ میرے باپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا: (کہ جب تک دم میں دم رہے اپنے باپ کی اطاعت کرنا ان کی نافرمانی نہ کرنا) اس لئے میں تمہارے ساتھ ہوں مگر میں قتال نہیں کرتا۔

ابن ابی شیبہ نے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسی طرح روایت بیان کی ہے اور امام نسائی نے بھی خصائص علی میں حسن سند سے روایت کی ہے لیکن اس حدیث میں معاویہ کا قول اور عبد اللہ کا سوال و جواب مذکور نہیں۔

AsliAhleSunnet.com

کرنے کی اجازت نہیں دیتا ان کے نفس کو سمجھنے اور اس طرح تاویل کرنے پر کوئی تعجب نہیں۔ اس لئے کہ معاویہ کے لئے یہ خیال کرنا ممکن نہیں تھا کہ عثمان کے قاتل حق پر ہیں۔

عمار کی تصویر ان کے ذہن میں کچھ بگڑی ہوئی تھی۔ بدنمائی جیسی بھی رہی ہو اس لئے کہ عمار نے اگرچہ عثمان کو قتل نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کے اکسانے والوں میں تھے۔ ان کے ذہن میں ذرہ برابر بھی اس بات کے سلسلے میں شک نہ تھا کہ فئۃ باغیہ وہ ہے جس نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اور یہ سب کے سب حضرت علی کے لشکر میں ہیں۔

حتی کہ لوگوں کا ان کے ہم خیال ہونے میں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اس لئے کہ عثمان کی شہادت اور وہ مکروہ صورت جس میں ان کی شہادت واقع ہوئی اس بات کے لئے کافی تھی کہ بغاوت کی بات کو حضرت علی کی فوج کی طرف پھیر دے۔ کیونکہ اس لشکر میں وہ لوگ موجود تھے جنہوں نے خلیفہ سے بغاوت کی تھی بلکہ انہیں قتل بھی کیا تھا۔

مگر ہماری رائے یہ ہے کہ ان سارے نصوص کی تاویل جو اس موضوع کے سلسلے میں وارد ہوئے ہیں بعید ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس جنگ کی صحت کے قائل ہو کر اپنی طبیعت سے آئے تھے۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

"سنجدا اگر وہ ہمیں مارتے کاٹتے ہجر کے نخلستان تک پہونچ جائیں پھر بھی مجھے یہ یقین رہے گا کہ ہمارے مصلحین[1] حق پر ہیں اور وہ لوگ ضلالت پر ہیں۔"

---

[1] حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے یہ عبارت نہایت غور و فکر کے بعد استعمال کی ہوگی

AsliAhleSunnet.com

تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ سے زیادہ اس حق کے مستحق تھے وہ اپنی خلافت کی دشواریوں کو لوگوں سے زیادہ سمجھتے تھے اور اس طریقہ کو بھی خوب جانتے تھے جس میں بیعت مکمل ہوئی تھی۔ لیکن ہم ان لوگوں سے جنہوں نے معاویہ کے بارے میں اپنی زبان بے لگام چھوڑ رکھی ہے (اگر وہ متقی، سچے، اور صلاح پسند ہیں) وہی بات کہیں گے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی جب انہوں نے خالد رضی کے سلسلے میں گفتگو کی تھی اور ان کی معزولی کی درخواست کی تھی۔

(انہوں نے اجتہاد کیا لیکن اجتہاد میں غلطی کی، خالد کے سلسلے میں کوئی بات کہنے سے اپنی زبان روک لو۔ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کر سکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف بے نیام کر دیا ہو)

اور اگر وہ خواہشات نفس کے بندے اور اہل ضلالت میں سے ہے تو اس کا محاسب اللہ رب العالمین ہے۔

اکثر صحابہ[1] اور تابعین نے عمار کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۰ کا)
"مجھے یقین رہے گا کہ ہمارے مصلحین حق پر ہیں"، وہ اس بات کو بڑے تاکیدی انداز میں بیان کرتے ہیں کہ لشکر میں مصلحین حق پر ہیں نہ یہ کہ لشکر کے کل افراد۔ اس لئے کہ ان میں موقع پرست قاتلین عثمان بھی تھے۔ اور اسی لشکر میں خوارج بھی موجود تھے۔

[1] ان صحابہ نے بھی اس قول کا مطلب سمجھا تھا جو اس فتنہ سے الگ تھلگ تھے جن کے سردار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ

AsliAhleSunnet.com

فرمان (وتقتلك الفئة الباغية) سے یہ سمجھا تھا کہ اس سے مراد معاویہ

(بقیہ ص ۳۱۹ کا)

اس بات پر شرمسار تھے کہ کیوں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ محمد بن ابراہیم تیمی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مدینہ حج کر کے آیا لوگ اس کے پاس سلام وملاقات کے لئے آئے۔ سعد رضی اللہ عنہ بھی آئے۔ سلام کرنے کے بعد کہا: اس نے ہمارے حق پر ہوتے اور غیروں کے باطل پر ہونے کے باوجود ہماری مدد نہ کی۔ وہ خاموش رہے۔ پھر کہا:۔ گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ فتنہ اور تاریکی پھیل گئی۔ میں نے اپنے اونٹ کو اخ اخ کہا۔ اور اسے بٹھایا۔ یہاں تک کہ وہ فتنہ اور تاریکی ختم ہوگئی۔ ایک آدمی نے کہا میں نے اللہ کی کتاب شروع سے لے کر آخر تک پڑھ ڈالی لیکن اس میں اخ اخ کا لفظ نہیں دیکھا تو انہوں نے کہا۔ اے سعد! میں نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تھا: (علی حق کے ساتھ ہوں گے۔ یا یہ کہ حق علی کے ساتھ ہوگا) انہوں نے پوچھا: کس نے یہ سنا ہے؟ جواب دیا کہ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ام سلمہ کے گھر فرمائی تھی۔ راوی کہتا ہے۔ کہ انہوں نے ایک آدمی کو ام سلمہ رضی کے پاس بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ: ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات میرے ہی گھر میں فرمائی تھی اس آدمی نے سعد سے کہا (آپ میرے نزدیک اس وقت سے زیادہ ملامت زدہ کبھی نہ تھے۔ پوچھا! کیوں؟ کہا اگر میں نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتی تو مرتے دم تک علی کا خادم بن کر رہتا)

یہ روایت بزار کی ہے۔ ہیثمی فرماتے ہیں کہ:۔ اس سند میں سعد بن شعیب ایک راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا بقیہ رواۃ صحیح کے ہیں (ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ جس شخص نے یہ بات کہی تھی وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان تھے) جیسا کہ

AsliAhleSunnet.com

رضی اللہ عنہ کا لشکر ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے اجتہاد کے باعث معذور تھے کیونکہ ان سب کا قصد و ارادہ حق کا تھا مگر وہ حق پا نہیں سکے اور حضرت علی کی جماعت

(بقیہ حث ۳۲ کا)

عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہوئے ان کا قول بیان کیا گیا ہے (مجھے سوائے اس غم کے اور کوئی غم نہیں کہ میں فئۃ باغیہ سے علی کے ساتھ رہ کر قتال نہیں کیا) طبرانی نے اسے مختلف سندوں سے نقل کیا ہے۔ امام ہیثمی اس کے متعلق کہتے ہیں: کہ ان سندوں میں سے ایک سند کے رجال صحیح کے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث جس کو مؤلف نے سعد بن ابی وقاص کی روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں نقل کیا ہے وہ ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اس کے راویوں میں سے ایک کا نام سعد بن شبیب ہے جو مجہول ہے اس لئے اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ (ناشر)

لہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ: "تقتل عمارا الفئۃ الباغیۃ" والی حدیث کو صحابۂ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے قتادہ بن نعمان اور ام سلمہ کی حدیث مسلم میں، ابوہریرہ کی ترمذی میں، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عثمان بن عفان، حذیفہ، ابوایوب، ابورافع، خزیمہ بن ثابت، معاویہ، عمرو بن العاص، ابوالیسر اور خود عمار کی احادیث طبرانی وغیرہ میں منقول ہیں۔ اور اس کے اکثر طرق صحیح یا حسن ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں کی روایتیں بھی ہیں جن کا شمار بہت طویل ہو گا۔ اس حدیث سے نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی معلوم ہوتی ہے اور حضرت علی اور عمار کی کھلی فضیلت کا پتہ چلتا ہے اور ان ناصبی لوگوں کے گمان کی تردید بھی ہوتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی اپنی جنگ میں صحیح راہ پر نہیں تھے۔

AsliAhleSunnet.com

حق پر تھی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا۔

یہ اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ حضرت عمرو بن العاص کا اجتہاد معاویہ کے اجتہاد کی طرح نہ تھا۔[۱] انہیں امید تھی کہ حضرت عمار معاویہ کے لشکر میں اپنی وفات یا کم از کم قتل سے قبل آ کر مل جائیں گے۔ اور جب عمار رضی اللہ عنہ قتل

۱؎ محمد بن عمرو بن حزم روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے تو عمرو بن حزم عمرو بن العاص کے پاس آئے اور کہا عمار قتل کر ڈالے گئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا (تقتلہ الفئة الباغیة) عمرو بن العاص انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے معاویہ کے پاس آئے معاویہ نے پوچھا۔ کیا ہے؟

کہا! عمار قتل کر دیئے گئے۔

معاویہ نے کہا۔ عمار قتل کر دیئے گئے تو کیا ہوا۔؟

عمرو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ ان کو باغی جماعت قتل کرے گی۔

معاویہ نے ان سے کہا۔ اپنے ہی میل میں ملوث ہو رہے ہو۔ کیا ہم نے انہیں قتل کیا ہے؟ انہیں علی اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے وہ انہیں ساتھ لے کر آئے اور ہمارے نیزوں کے اوپر ڈال دیا (بین رماحنا فرمایا۔ یا بین سیوفنا فرمایا)

یہ روایت امام احمد کی ہے اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ شیخین کے شرائط کے مطابق ہے مگر انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی امام ذہبی نے اپنی تلخیص میں ان کی موافقت کی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۲۲ پر)

AsliAhleSunnet.com

ہو گئے تو جنگ ختم کرنے کے لئے مصحف اٹھانے کی تجویز کو لے کر کوشش کرنے لگے تاکہ مسلمانوں کی خوں ریزی بند ہو جائے۔

(بقیہ ص ۳۲۲ کا)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ عمار کے قتل کے بعد عمرو کا اپنے حق پر اعتماد اس اعتماد سے کمزور تھا جو انہیں قتل سے پہلے تھا۔ اگرچہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر اعتراض نہیں کیا۔ اللہ ان سے راضی ہو اور ان کے اجتہاد پر اجر دے خواہ وہ درست نہ ہو۔

AsliAhleSunnet.com

حکم مقرر کرنے کا واقعہ

فیصل بنانے کی متعدد روایتیں ہیں۔ ہمارے سامنے ایسی ایک بھی روایت نہیں جس کے رواۃ کے ثقہ ہونے کی وجہ سے ہم اس پر اعتماد کر سکیں ابو مخنف کی روایت ہم نے ایک طرف رکھ دی ہے کیونکہ وہ روایتیں اختلاف اور تحکیم کی کچھ ایسی صورتوں کی حامل ہیں جو بہت قبیح ہیں۔ اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہی صورتیں لوگوں کے ذہن میں بیٹھی ہوئی ہیں۔

۱ — عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ اس بات پر اتفاق کے بعد کہ حضرت معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کو معزول کر دیا جائے۔ ان سے گفتگو کی پیش کش کی۔ ابو موسیٰ نے معاویہ اور علی دونوں کو معزول کر دیا۔ عمرو بن العاص آگے بڑھے اور علی کو معزول کر دیا مگر معاویہ کو برقرار رکھا۔

۲ — انہی معروف باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعائے قنوت پڑھی تھی جس میں حضرت معاویہ اور حضرت عمرو اور دیگر اہل شام پر لعنت کی تھی۔ اسی طرح حضرت معاویہ کو جب یہ خبر پہونچی تو انہوں

AsliAhleSunnet.com

نے بھی حضرت علی، ابن عباس، اشتر اور حسن و حسین پر دعائے قنوت میں لعنت بھیجی۔

پہلی خبر رواۃ کی لغزش اور ضعف کی وجہ سے درجۂ اعتبار سے ساقط ہے[1]

یہی حال دوسری روایت کا بھی ہے[2]

۳ ـــ ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ ابو موسیٰ نے عمرو کو کتے سے تشبیہ دی اور عمرو نے ابو موسیٰ کو گدھے سے تشبیہ دی۔ اسی طرح ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ابو موسیٰ نے عمرو کا نام فاسق رکھا[3]

(۱، ۲، ۳ ـ): ـ طبری کے بیان کے مطابق اس خبر کے راوی یہ ہیں (قال ابو مخنف حدثنی ابو جناب الکلبی ان عمروا و ابا موسیٰ)

ابو مخنف پر علماء رجال میں سے کسی نے اس کو ثقہ نہیں بنایا ہے اور ابو جناب کلبی کے سلسلے میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔ (کہ ان کی کثرت تدلیس کی وجہ سے لوگوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے) یہاں ان کی تدلیس اس طرح ظاہر ہے کہ انہوں نے اس شخص کا مطلقاً تذکرہ ہی نہیں کیا۔ جس سے وہ روایت کرتے ہیں اس لئے اس روایت میں ایک راوی ساقط ہے۔ اور یہ بات جو روایتوں میں ذکر کی گئی ہے کہ شام والوں نے دونوں حکم کے خطبہ کے بعد حضرت معاویہ سے سلام کیا۔ یہ روایت بھی صحیح نہیں۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کو درجۂ اعتبار سے ساقط اور جمعہ کی روایتوں کے ذریعہ لوگ بدنما کر دیتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

صحت سے قریب تر روایت وہ ہے جو خود بولے نہ کہ ہم اس میں دخل اندازی کریں۔

طبری نے اپنی تاریخ میں یہ سند بیان کی ہے۔

حدثنی عبد اللہ بن احمد قال حدثنی ابی قال حدثنی سلیمان بن یونس بن یزید عن الزہری قال :۔[1]

[1] ابن جریر طبری نے یہ سند مذکورہ طور پر ذکر کی ہے۔ پھر دوبارہ انہوں نے اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے "ذلک ما حدثنا عبد اللہ عن یونس عن الزہری"

ان دونوں سندوں کی طرف یکساں اشارہ ہونے کے باوجود ہم اس کے تباین پر غور کریں تو دونوں سندوں میں سے کوئی ایک سند ضرور غلط معلوم ہوگی۔ راجح بات یہ ہے کہ سند کی حیثیت سے پہلی روایت میں غلطی ہے جیسا کہ ذیل کی بات سے معلوم ہوگا۔

۱۔ پہلی سند میں عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اور دوسری میں عبد اللہ یونس سے روایت کرتے ہیں تو اس طرح احمد دوسری روایت میں نہیں ہیں۔

۲۔ پہلی روایت میں کہا ہے :۔ حدثنا سلیمان بن یونس بن یزید عن الزہری۔ اور سلیمان نے زہری سے روایت نہیں کیا ہے بلکہ زہری سے روایت کرنے والے ان کے باپ یونس بن یزید ہیں۔

دونوں سندیں اس وقت صحیح ہو سکتی ہیں جب اس شکل میں ہوں :۔

حدثنی عبد اللہ بن احمد قال : حدثنی سلیمان بن یونس

AsliAhleSunnet.com

صعصعہ بن صوحان نے صفین کے دن کہا جس وقت انہوں نے لوگوں کو مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا :۔

سنو ! اور عقل میں یہ بات رکھ لو ۔ بخدا تم جانتے ہو کہ اگر حضرت علی کامیاب ہوئے تو وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرح ہوں گے ۔ لیکن اگر معاویہ کو غلبہ نصیب ہوا تو کسی کو حق بات کہنے کا موقعہ نہ دیں گے ۔

زہری کہتے ہیں : کہ صبح کو شام والوں نے اپنے مصاحف پھیلا دیئے ۔ اور ان کی طرف لوگوں کو دعوت دی ۔ اھل عراق پر ہیبت طاری ہو گئی اس وقت انہوں نے دو حکم بنانے کا فیصلہ کیا ۔ اہل عراق نے ابوموسیٰ اشعری کو منتخب کیا اور شام والوں نے عمرو بن العاص کو پسند کیا ۔

جب دونوں حکم بنا دیئے گئے تو اہل صفین متفرق ہو گئے ۔ ان دونوں نے یہ شرط رکھی کہ جس کو قرآن بلند کرے بلند رکھا جائے ۔ اور جسے قرآن پست رکھے

(بقیہ صـ ٣٢٦ کا)

قال حدثنی ابی یونس بن یزید عن الزھری ۔

اس طرح سلیمان کے بعد ابی کے کلمہ کے موخر کرنے کی وجہ سے اشکال ختم ہو جاتا ہے ۔ اس سے پہلے رکھنے پر ختم نہیں ہوتا ۔ اور اس سند کے رجال ابن حجر کے کہنے کے مطابق اس طرح ہیں ۔ عبد اللہ بن احمد : صدوق ہیں قرأۃ میں متقدم ہیں ۔ سلیمان بن یونس ضعیف ہیں ۔ یونس بن یزید ۔ ثقہ ہیں لیکن زہری سے روایت کرنے میں تھوڑا سا وہم ہے ۔ زھری فقیہ حافظ ہیں ۔ ان کی جلالت اور اتقان پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے ۔

AsliAhleSunnet.com

اسے لپیٹ رکھا جائے۔ اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی کو اختیار کریں وہ دونوں دومۃ الجندل پر اکٹھا ہوں اگر وہاں نہ جمع ہو سکیں تو آئندہ سال "اذرح" میں اکٹھا ہوں۔

حضرت علیؓ واپس لوٹے تو حروریہ فرقہ نے اختلاف کیا اور بغاوت کردی یہ ان کی پہلی مخالفت تھی۔ ان سے جنگ کا اعلان کردیا۔ اور اس بات کو رد کردیا کہ اللہ عزوجل کے حکم میں انسان کو حَکَم بنایا جائے ان لوگوں نے کہا کہ فیصلہ صرف اللہ سبحانہ کا چلے گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے قتال کیا۔

جب دونوں حکم "اذرح" میں جمع ہوئے تو دیگر لوگوں کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ بھی ان کے پاس پہونچے۔ دونوں حکم نے اپنے بہت سے لوگوں کے پہونچنے کے بعد عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور عبداللہ بن زبیر کے پاس قاصد بھیجا۔

معاویہ شام والوں کے ساتھ پہونچے۔

لیکن علی اور عراق والوں نے آنے سے انکار کردیا۔

مغیرہ بن شعبہ نے قریش کے ذی رائے لوگوں سے کہا۔

کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو یہ بتا سکے کہ دونوں حکم متفق ہوں گے یا اختلاف کریں گے۔

لوگوں نے کہا:۔ ہم کسی کو ایسا جاننے والا نہیں سمجھتے۔

انہوں نے کہا: بخدا میں تو جانتا ہوں کہ اگر میں ان دونوں سے تنہائی میں ملوں اور بات چیت کروں تو جان لوں گا۔

چنانچہ وہ عمرو بن العاص کے پاس آئے اور انہی سے سلسلۂ کلام کی ابتدا کرتے ہوئے کہا۔

AsliAhleSunnet.com

اے ابو عبداللہ! میں چند سوالوں کے جواب چاہتا ہوں، آپ علٰحدگی اختیار کرنے والوں کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں۔ ہمیں تو اس معاملہ میں شک ہو گیا ہے۔ جو اس جنگ سے ظاہر ہوا ہے آپ نے ہم کو دیکھا ہے کہ ہم نے توقف کیا اور پوری امت کے جمع ہونے تک غور و فکر کرتے رہے۔

انہوں نے جواب دیا: میں تم لوگوں کو نیک لوگوں کے پیچھے اور فاجر لوگوں کے آگے الگ رہنے والی جماعت سمجھتا ہوں۔

مغیرہ لوٹ آئے اور اس کے علاوہ کچھ نہ پوچھا۔

ابو موسیٰ کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی بات کہی جو عمرو سے کہی تھی۔

ابو موسیٰ نے جواب دیا:۔ میں تم کو بقیہ لوگوں سے زیادہ پختہ رائے سمجھتا ہوں، مغیرہ وہاں سے بھی لوٹ آئے اور اس کے علاوہ کوئی سوال نہ کیا۔

قریش کے جن ذی رائے لوگوں سے گفتگو ہوئی تھی ان سے ملاقات کیا اور کہا: یہ دونوں کسی ایک معاملہ پر متفق نہیں ہو سکتے۔

جب دونوں حکم اکٹھا ہوئے اور دونوں نے گفتگو شروع کی تو عمرو بن العاص نے کہا:

اے ابو موسیٰ! میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے جس حق کا فیصلہ کریں وہ یہ ہے کہ وفاداروں کے ساتھ وفاداری اور بے وفاؤں کے ساتھ بے وفائی ہو۔

ابو موسیٰ نے کہا: وہ کیا؟

انہوں نے کہا:۔ آپ دیکھئے کہ معاویہ اور شام والوں نے وفاداری کی اور اپنے وعدہ پر پہونچے جس کا ہم نے ان سے وعدہ لیا تھا۔

کہا: ہاں۔

AsliAhleSunnet.com

عمرو نے کہا :۔ اسے لکھ لیجئے۔ چنانچہ ابو موسیٰ نے اسے لکھ لیا۔

عمرو نے کہا : کیا آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں متفق ہیں کہ ہم کسی ایسے آدمی کو نامزد کر دیں جو اس امت کے معاملہ کا مالک ہو؟ تو اس کا نام لیجئے۔ اگر مجھے آپ کی تابعداری ممکن ہوئی تو میں آپ کی تابعداری کروں گا۔ وگرنہ آپ پر حق ہوگا کہ آپ میری تابعداری کریں۔

ابو موسیٰ نے کہا : میں عبداللہ بن عمر کو نامزد کرتا ہوں۔ (عبداللہ بن عمر ان لوگوں میں سے تھے جو اس معاملہ سے الگ رہے تھے۔)

عمرو نے کہا : میں معاویہ بن ابی سفیان کو نامزد کرتا ہوں۔

ان دونوں کی مجلس گالی گلوچ تک پہنچ گئی پھر دونوں نکل کر لوگوں کے پاس چلے گئے۔

ابو موسیٰ نے کہا۔

میں عمرو کی مثال اللہ عزوجل کے اس فرمان کے مطابق سمجھتا ہوں۔

(واتل علیھم نبأ الذی اٰتیناہ اٰیاتنا فانسلخ منھا)

(اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں اور ہفت پارچۂ علم شرائع سے مزین کیا تو اس نے ان کو اتار دیا۔)

ابو موسیٰ خاموش ہوئے تو عمرو نے کہنا شروع کیا :۔

میں ابو موسیٰ کی مثال ایسی ہی سمجھتا ہوں جیسا اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

"مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً"

(جن لوگوں کے سر پر توراۃ لدوائی گئی پھر انہوں نے اس کے بار تعمیل

AsliAhleSunnet.com

کو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں)

ہر ایک نے جو مثال اپنے ساتھی کی دی تھی لکھ کر تمام شہروں میں بھیج دی۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ :۔

حضرت معاویہ شام کو لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اللہ کی بقدر طاقت حمد و ثنا کے بعد کہا :۔ اگر کوئی بات چیت کرنا چاہتا ہو تو اپنا سر اٹھائے۔

عبداللہ بن عمر نے کہا : میں نے اپنا ہاتھ کھول کر یہ کہنا چاہا۔ کہ :۔ اس معاملہ میں وہ لوگ بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے آپ کے باپ سے اسلام پر لڑائی کی تھی۔

لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میرے اس کلمہ سے مسلمانوں میں تفرقہ بازی نہ ہو جائے اور خوں ریزی نہ ہونے لگے۔ یا کسی غیر صحیح بات پر میں لوگوں کو اکسا نہ دوں۔ اس لئے اللہ کا جنت اور اس کی نعمتوں کا وعدہ ہی میرے نزدیک زیادہ اچھا معلوم ہوا۔

جب وہ قیام گاہ پر واپس آئے تو میرے پاس حبیب بن مسلمہ آئے اور کہا :۔ جب وہ شخص بول رہا تھا تو آپ کو بولنے سے کیا چیز مانع رہی۔

میں نے کہا : میں نے سوچا تھا۔ پھر مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں میں ایسی بات نہ کہہ دوں جس سے جماعت میں افتراق پیدا ہو جائے یا خوں ریزی ہونے لگے یا میں کسی غلط رائے پر لوگوں کو ابھار دوں۔ حبیب نے کہا کہ : آپ تو محفوظ رہے۔ [1] [2]

---

[1] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان کا فتنہ کے خطرہ سے گفتگو سے باز رہنا امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

[2] طبری ج ۵ ص ۵۷ ط دار المعارف مصر

AsliAhleSunnet.com

اس روایت میں ایک مجبول نظر آتا ہے جو مطلوبہ اسلامی معیار سے میل نہیں کھاتا اور اسلامی طریقہ سے کس قدر ہٹا ہوا ہے۔ یعنی راوی کا یہ قول :۔

— وہ اس مجلس میں رہے یہاں تک کہ گالم گلوچ کر بیٹھے۔

— اور وہ مثل بھی جسے ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مخاطب کے لئے بیان کیا۔

ہمیں یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ کس بات پر ان دونوں کا اختلاف ہوا تھا جس سے گالی گلوچ تک نوبت پہونچ گئی۔ گفتگو کی ابتدا تو لچکدار حالات اور خوش دلی، صلح جوئی اور اصلاح ذات البین کے تحت شروع ہوئی تھی۔ روایت کے اندر اس بات کا خلا ہے کہ کس بات پر دونوں کا اختلاف ہوا جس سے دونوں کے اندر گالم گلوچ کی نوبت پہونچی۔ میرے خیال میں سب وشتم جو دونوں کے اندر پیدا ہوئی۔ اس کا سبب وہ مثال تھی جو اللہ کی کتاب سے دونوں نے بیان کی تھی۔

انسانی فطرت انتہائی برہمی اور شدید غصہ کے وقت یہ صورت اختیار کر لیتی ہے۔ چنانچہ ابو موسیٰ نے یہ سمجھا کہ عمرو نے بے وفائی کی ہے اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو کر امت کے فیصلہ کے لئے چند متعینہ باتوں پر اصرار کر رہے ہیں۔ اور عمرو یہ سمجھتے تھے۔ کہ ابو موسیٰ نے اپنی وہ ذمہ داری محسوس نہ کی جو قرآن اٹھانے اور اسے حکم تسلیم کرنے کے بعد ان پر عائد ہوئی۔

کشیدہ فضا ہر آدمی کو اس بات کی طرف لے آئی تھی کہ وہ اپنے ساتھی کے بارے میں اس طرح کی رائے قائم کرے۔ ہمارے ذہن میں یہ واضح ہو جانا بہتر

AsliAhleSunnet.com

ہے۔ کہ عبارت کا پس منظر اس سے اصل مقصود کی جانب اشارہ کر دیتا ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ ابو موسیٰ قاری قرآن ہیں اور پختہ طور پر سمجھتے بھی ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ گمان تھا کہ عمرو اسلامی ذمہ داری سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ اتحاد کی دعوت دینے والے کی بات کو مان نہیں رہے ہیں۔

یہ بیان اس صورت میں ہوگا جب کسی بھی جرح سے محفوظ ہو۔

لیکن اس روایت کو صواب سے قریب تر سمجھتے ہوئے بھی اسے پوری طرح صحیح نہیں مانتے۔ اس لئے کہ اس میں ایک راوی ضعیف ہے۔ اور اس کے باپ کے زہری سے روایت کرنے میں بھی کسی قدر ضعف ہے۔

مجموعی روایتوں سے صرف اس قدر اطمینان ہو سکتا ہے کہ عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری نے کسی ایک شخص پر پہونچ کر اتفاق کر لینا چاہا تھا مگر یہ بات نہیں ہو سکی۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں روایات پر نظر رکھتے ہوئے اپنے اطمینان کو مختصر طور پر یوں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ :۔

(جب دونوں حکم اکٹھا ہوئے تو دونوں نے باہم مسلمانوں کی مصلحت پر جستجو کے لئے رضامندی ظاہر کی۔ معاملات کا اندازہ لگایا۔ پھر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ علی اور معاویہ کو معزول کر دیا جائے اور اس معاملہ کو مجلس شوریٰ میں پیش کر دیا جائے۔ تاکہ ان دونوں میں سے زیادہ بہتر شخص کا انتخاب کر لیا جائے۔ ابو موسیٰ نے عبد اللہ بن عمر بن الخطاب کو خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا عمرو نے کہا کہ میرے بیٹے عبد اللہ کو خلیفہ بنا دیجئے۔ کیونکہ وہ علم و عمل اور زہد

AsliAhleSunnet.com

میں انہی کی طرح ہیں۔

ابو موسیٰ نے کہا:۔ آپ نے اپنے ساتھ اپنے بیٹے کو بھی فتنہ میں ڈبو دیا لیکن اس کے باوجود وہ ایک سچے آدمی ہیں[1]

یہ وہ شکل ہے جسے ابن کثیر نے فیصلہ کے متعلق پیش کیا ہے۔ لیکن پھر انہوں نے بعض طبری کی روایات بھی بیان کیں جن کے مضمون پر ان کو اطمینان تھا۔ مگر سند پر نہیں۔ ان روایات کے اخیر میں ابن کثیر نے یہ کہا ہے کہ:

(کہا جاتا ہے کہ ابو موسیٰ نے بعض سخت قسم کی باتیں کہیں اور عمرو بن العاص نے اس کا جواب اسی طرح دیا۔)

ہم یہاں وہ روایت ذکر کرتے ہیں جسے حافظ دار قطنی نے بروایت حضین بن المنذر ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

(جب عمرو نے معاویہ کو معزول کر دیا تو وہ (حضین بن المنذر) آئے اور انہوں نے اپنا خیمہ معاویہ کے خیمہ سے قریب لگا لیا۔ معاویہ کو اس کی خبر پہونچی تو انہوں نے ان کے پاس کہلا بھیجا۔

مجھے عمرو کے سلسلے میں ایسی ویسی بات پہونچی ہے۔ جا کر دیکھو یہ کیسی باتیں پہونچ رہی ہیں۔ میں نے ان کے پاس آکر کہا:۔

مجھے اس معاملہ سے متعلق بتائیے جو آپ کے اور ابو موسیٰ کے سپرد کیا گیا تھا۔ آپ لوگوں نے اس سلسلے میں کیا کیا؟

انہوں نے جواب دیا کہ: لوگوں کو جو کچھ اس سلسلے میں کہنا تھا کہہ چکے بخدا

[1] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۷، ص ۲۸۳

AsliAhleSunnet.com

معاملہ ایسا نہ تھا جیسا لوگوں نے بیان کیا ہے۔ لیکن میں نے ابو موسیٰ سے پوچھا آپ کا اس معاملہ میں کیا خیال ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو ان لوگوں میں سے ہیں جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے۔ میں نے کہا: کہ مجھے اور معاویہ کو کس درجہ میں آپ رکھیں گے؟

انہوں نے جواب دیا: کہ اگر آپ لوگوں سے مدد طلب کی جائے تو آپ سے مدد مل سکتی ہے لیکن اگر آپ کی مدد سے بیزاری کا اظہار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ تو اکثر آپ لوگوں سے بے پرواہ رہا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ: یہی وہ بات تھی جس کی وجہ سے معاویہ اپنے دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ میں نے ان کو بتلایا کہ بات حقیقت میں ویسی ہی ہے جیسی ان کو موصول ہوئی ہے[۱]؟

صحت سے قریب تر روایات سے جو متعدد واقعات کے سلسلے میں متفق ہیں۔ ہمیں درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ دونوں حکم نے مقررہ وقت پر دومۃ الجندل میں ملاقات کی۔

۲۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی کوشش یہ تھی کہ عمرو کو عبداللہ بن عمر بن الخطاب کی خلافت پر راضی کر لیں مگر انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔

۳۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کوشش یہ تھی کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو معاویہ کی خلافت پر راضی کر لیں۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر عبداللہ بن

---

[۱] العواصم من القواصم ص ۱۲۹۔ ط جدیدہ بمراجعۃ مہدی استانبولی۔

AsliAhleSunnet.com

عمرو بن العاص (اپنے فرزند) کی حکومت پر راضی کرنا چاہا مگر انہوں نے اس کا بھی انکار کر دیا۔

۴ — دونوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ علی اور معاویہ کو معزول کر دیں اور معاملہ مسلمانوں کی مجلس شوریٰ میں پیش کر دیں۔ یا یہ کہ معاملہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں دے دیں۔ جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی رہے ہوں۔

یہ چند ثابت شدہ امور ہیں تحکیم کے سلسلے کے۔ لیکن کسی متعین خلیفہ کے اوپر ان کے عدم اتفاق کی وجہ سے یہ معاملہ بہت پھیل گیا۔ اس لئے نتیجہ منفی نکلا۔ اور بقیہ امور بلا اتفاق کے اپنی جگہ پر باقی رہ گئے۔

اس کے سوا جتنی روایتیں ہیں سب ضعیف اور مکذوب ہیں جس میں ضعف سند اور متن دونوں حیثیتوں سے ہے۔ جس پر نہ تو کوئی حقیقت قائم ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی کسی مفہوم کی بنا پڑ سکتی ہے۔

اسی سال یعنی ۳۷ھ میں دونوں حکم ابو موسیٰ اشعری علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے اور عمرو بن العاص معاویہ کی جانب سے رمضان کے مہینہ میں دومۃ الجندل میں جمع ہوئے۔ "اذرح" بھی کہا گیا ہے۔ جو دومۃ الجندل سے قریب ہی واقع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا خود نہیں آئے۔ معاویہ خود ہی آئے تھے۔ لیکن دونوں حکم کا کسی بات پر اتفاق نہ ہو سکا اور لوگ جدا ہو گئے۔

شام والوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے ذی قعدہ ۳۷ھ میں بیعت کی۔ یہ معاملہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک نئے موقف کا تقاضہ کر رہا تھا۔

AsliAhleSunnet.com

وہ یہ کہ شام والوں کی بیعت کے بعد وہ بقیہ علاقہ کے لوگوں سے بھی خلافت پر بیعت لینے کی کوشش شروع کردیں۔

AsliAhleSunnet.com

۳۸ سنہ ہجری

تاریخ طبری میں وارد ہے کہ:-

(جب قیس بن سعد[1] سے محمد بن ابی بکر کے متعلق بیان کیا گیا

[1] قیس بن سعد بن عبادہ کبار انصار اور ان کے سرداروں میں سے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ان کے باپ سے علم چھین کر ان کے سپرد کیا تھا۔ یہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے اختلاف کو دور کیا تھا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کے لئے بیعت کر لی تھی۔ جبکہ خود سعد بن عبادہ نے بیعت نہیں کی تھی۔ علی بن ابی طالب کے بڑے مشیروں اور ربڑے قائدوں میں سے تھے۔ ان کو حضرت علی نے مصر کی ولایت سپرد کی تھی۔ پھر دونوں کے درمیان چغل خوروں نے لگائی بجھائی کی جس کی وجہ سے انہوں نے ان کو مصر کی ولایت سے معزول کر دیا۔ اور محمد بن ابوبکر کو ان کی جگہ والی مقرر کیا۔ اس چیز سے قیس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ لوٹ کر اپنی ساری طاقت امیرالمومنین علی کے تصرف میں دے دی۔ حتی کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔

AsliAhleSunnet.com

کہ وہ امیر بن کر آئے ہیں۔ تو انہوں نے ان سے تنہائی میں ملاقات کی۔ اور سرگوشی کے انداز میں کہا:۔

آپ ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں جس کے پاس کوئی رائے ہی نہیں آپ کا مجھے معزول کر دینا نصیحت کرنے سے روک نہیں سکتا۔ میں آپ کا یہ معاملہ بخوبی جانتا ہوں۔

میں اس سلسلے میں معاویہ، عمرو اور اہل "خربتا"[۱] کے ساتھ فریب کرتا تھا۔ تم بھی ان کے ساتھ چالبازی کرو۔ اس لئے کہ اگر کسی غیر کے ساتھ تم نے اس طرح فریب کاری کی تو ہلاک ہو جاؤ گے۔)

قیس ابن سعد نے محمد بن ابی بکر سے وہ چالبازی بیان کی جو ان کے ساتھ وہ کیا کرتے تھے۔ محمد بن ابی بکر نے انہیں فریب کار سمجھ کر ہر چیز میں ان کے خلاف کیا۔ جب محمد بن ابی بکر آئے اور یہ بات معاویہ اور عمرو کو معلوم ہوئی تو اہل شام ہوئے کر مصر گئے۔ اور مصر کو فتح کر لیا۔ اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت معاویہ ہی کے ماتحت رہا۔

قیس بن سعد مدینہ آئے تو مروان بن حکم اور اسود بن البختری نے ان کو بہت خوف دلایا جب انہیں یہ خوف پیدا ہوا کہ انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ تو اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

---

[۱] "خربتا" مصر میں ایک جگہ کا نام ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد یہاں کے باشندے انہی کے حامی رہے اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت نہیں کی۔

AsliAhleSunnet.com

پاس لوٹ آئے۔

معاویہ نے مروان اور اسود کے پاس بڑا غصہ سے بھرا ہوا خط لکھا۔ تم دونوں نے قیس بن سعد اور اس کی رائے و فریب اور چال کے ذریعہ حضرت علی کی مدد کی ہے۔ بخدا! اگر تم نے ایک لاکھ جانبازوں کے ذریعہ ان کی مدد کی ہوتی تو مجھے اتنا غصہ نہ آتا جتنا قیس بن سعد کے علی کے پاس نکالنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

جب محمد بن ابوبکر کے قتل کی خبر لوگوں تک پہونچی اور اس واقعہ کی کھود کرید ہوئی تو معلوم ہوا کہ قیس بن سعد بڑی بڑی چال کے مقابل آجایا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے انہیں قیس بن سعد کی معزولی کا مشورہ دیا تھا وہ ان کے خیر خواہ نہیں تھے۔[1]

اور شاید محمد بن ابی بکر کے قتل کے سلسلے میں سب سے صحیح روایت[2] وہ

---

[1] طبری ج ۵ ص ۷ عن عبد اللہ عن یونس عن الزہری۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق ہم نے پچھلی روایت میں گفتگو کی تھی۔ عبد اللہ بن احمد: صدوق ہیں متقدم فی القراۃ ہیں۔ یونس بن یزید ثقہ ہیں مگر ان کے زہری سے روایت کرنے میں کچھ وہم ہے۔ زہری: فقیہ حافظ ہیں۔ ان کی جلالت شان اور حفظ پر لوگوں کا اتفاق ہے۔

[2] اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔ غندر عن شعبۃ عن عمرو بن دینار یہ سب رواۃ ثقہ ہیں اور صحیح کے رجال ہیں۔ جو امام بخاری اور امام مسلم کے یہاں موجود ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

ہے جس کی عمرو بن دینار نے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ :- عمرو بن العاص محمد بن ابوبکر کو قید کر کے لائے۔ اور کہا۔ کیا آپ کے پاس کوئی عہد و پیمان ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ چنانچہ ان کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دیئے گئے۔

اسی سلسلے میں ایک دوسری روایت ملتی ہے جس کے اندر وہ ساری تفاصیل مذکور ہیں جو لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہیں۔ یعنی محمد بن ابوبکر کا قتل، ان کا گدھے کے پیٹ میں ڈال کر جلایا جانا، علی کی جانب سے معاویہ اور عمرو کے حق میں قبیح قسم کی باتیں، اشتر نخعی کو معاویہ کی جانب سے زہر دینے کی حرکت یہ ساری لغو اور باطل قسم کی باتیں اس روایت میں موجود ہیں۔ جس کی سند مندرجہ ذیل طور پر ہے۔

(محمد بن ابی بکر کے سلسلے میں مصر جانے اور ان کی وہاں کی امارت کے سلسلے میں جو بات ابو مخنف نے کہی ہے اس کا تذکرہ اس سے قبل ہو چکا ہے اور اب ہم اس خبر کا بقیہ حصہ بیان کرتے ہیں جس کو اس نے یزید بن ظبیان ہمدان سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ....)

گویا دونوں راوی ابو مخنف اور یزید بن ظبیان ہیں۔

اور ابو مخنف ضعیف وضائع ہیں۔

اور یزید بن ظبیان کا رواۃ میں شمار ہی نہیں۔

پھر ہم کیسے ایسے آدمی کے بیانات قبول کر سکتے ہیں اور اس پر احکام کی بنا کر سکتے ہیں جبکہ وہ سچائی کے سلسلے میں مطعون ہے اس کی حقیقت مجہول اور اس کی معرفت لامعلوم ہے؟؟!!

اور وہ روایت جس پر ہم نے اعتماد کیا ہے۔ منہج اسلامی سے ہم آہنگ

AsliAhleSunnet.com

ہے۔ اس پر قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا مقام بلند ہو جاتا ہے اور صحابہ کرام میں سے کسی بھی صحابی رسول کی حق تلفی نہیں ہوتی۔

لیکن یہ واقعہ حوادث کے متعلق ایک نئی راہ اپنانے کا اشارہ کرتا ہے جبکہ تحکیم کا معاملہ منفی نتائج پر منتج ہو چکا تھا۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو یہ طاقت مل گئی تھی کہ وہ مصر کو اپنی سلطنت کے حصہ میں شامل کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پلڑا انہی کی جانب جھکنا شروع ہو گیا تھا۔ اور فریقین کی نقل و حرکت کے مزاج کے سلسلے میں ایک نئی علامت نمایاں تھا۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ان خوارج کی جانب سے ایک نیا محاذ کھل گیا تھا جو ان کی فوج سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ انہیں ان کی جنگ کا پورا یقین تھا۔ نیز ان کے باطل پر ہونے کا بھی پورا پورا یقین تھا۔ حالانکہ ان کا دعویٰ حق کا تھا۔ اور ان کی ظاہری جنگ حق کے لئے تھی [1]

---

[1] امام بخاری نے مندرجہ ذیل سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں۔ حدثنا ابو الیمان حدثنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن ان ابا سعید الخدری قال: ابو سعید خدری نے فرمایا کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ کچھ مال تقسیم کر رہے تھے۔ کہ ذو الخویصرہ آپ کے پاس آیا (یہ بنو تمیم کا ایک آدمی تھا) اس نے کہا اے اللہ کے رسول انصاف سے کام لیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہارا برا ہو، اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون انصاف کرے گا اگر ایسا ہو گا تو گھاٹا ہی گھاٹا خسارہ ہی خسارہ ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے اللہ کے رسول آپ حکم دیں تو میں اس کی گردن مار دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں اسے چھوڑ دو۔ اس لئے کہ اس کے

بقیہ صفحہ ۳۴۳ پر

AsliAhleSunnet.com

معاویہ نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ معاملات میں

ہوشیاری سے کام لینا ضروری ہے۔ تاکہ مسلمانوں کا افتراق رک جائے اور علی

(بقیہ صفحہ ۳۳۴ کا)

کچھ ایسے ساتھی ہوں گے۔ جو اپنی نماز کے آگے تمہاری نماز حقیر سمجھیں گے اپنے روزے کے مقابل تمہارا روزہ حقیر جانیں گے۔ یہ قرآن پڑھیں گے۔ مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا یہ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے کہ اس کے پھل کی طرف دیکھیں تو کچھ بھی نظر نہ آئے پھر اس کے پٹھے کو دیکھا جائے تو کچھ بھی نہ ملے پھر تیر کی لکڑی کو دیکھیں تو اس میں بھی کچھ نہ ملے۔ پھر پر کو دیکھا جائے تو وہاں بھی کچھ موجود نہ ہو۔ لید اور خون پہلے ہی ختم ہو چکا ہو ان کی نشانی وہ کالا شخص ہے جس کا ایک بازو عورت کے سینے کی طرح ہو گا یا یہ کہ بضعہ کی طرح ہل رہا ہو گا۔ یہ لوگ لوگوں کے اختلاف کے وقت بغاوت کریں گے۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ :۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان سے جنگ کی تھی۔ میں ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اس آدمی کے تلاش کرنے کا حکم دیا اس کو لایا گیا۔ تو میں نے اس کو انہی صفات پر دیکھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔

اسی طرح مسلم نے بھی ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۲۱۹)

AsliAhleSunnet.com

رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہونے والے لوگوں کے اتحاد کو توڑنے کے لئے کوشش شروع کر دی۔ اس کی ابتدا بصرہ سے ہوئی جہاں ان کے فرستادہ ابن الحضرمی کے گرد اہل بصرہ کی ایک بڑی تعداد جمع ہو گئی تھی۔ اور بصرہ پر امیر المومنین کا والی روپوش ہو گیا تھا۔ لیکن حضرت علی نے جلدی کی۔ اور صورت حال کو سنبھال لیا۔ امیر معاویہ کی دوسری کوشش یہ تھی کہ انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ عین التمر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیر امارت ایک ولایت تھی بھیجا۔ لیکن یہ کوشش سودمند ہونے کی بجائے رائگاں چلی گئی۔

AsliAhleSunnet.com

معاویہ کی توسیعی کوششیں

انتیسواں سال امیر شام کے مفاد کے لئے زیادہ مثبت تھا اس لئے کہ چھ ہزار کا لشکر سفیان بن عوف کی سرکردگی میں تیار کر کے عراق میں "ہیت" اور وہاں سے ہوتا ہوا مدائن میں "انبار" کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے بھیجا انبار میں تصادم ہوا جس میں مسلمانوں کے تیس آدمی قتل کئے گئے۔ اسی طرح تیمار، واقصہ اور دجلہ کے چند حملے کامیاب رہے۔

البتہ چالیسویں سال کے واقعات دور والے صوبوں میں دونوں فریقوں میں برابر سرابر رہے

معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار جانبازوں کے ساتھ اپنے وطن حجاز بھیجا۔ ادھر اسلامی فوج شام و فارس کی سرحدوں میں قیام پذیر تھی اندرونی طور پر اسلامی شہروں میں کوئی مستقل طاقت نہ تھی اس لئے ابو ایوب انصاری لڑنے والی فوج کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ بسر مدینہ میں داخل ہوئے ان سے کسی نے جنگ نہ کی۔ حجاز کے شہروں میں مدینہ شام سے زیادہ قریب تھا

AsliAhleSunnet.com

دونوں کی باہمی مسافت عراق میں کوفہ اور شام کی مسافت سے بہت کم تھی۔

بسر مدینہ کے منبر پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا۔

اے دینار، اے نجار، اے زریق، میرے شیخ، میرے شیخ کہاں ہیں

ابھی تو وہ کل یہیں تھے۔ آج کہاں ہیں؟ ان کی مراد عثمانؓ سے تھی۔

یہ پہلا موقعہ ہے جب مدینہ باغیوں کی پرچھائیں سے آزاد ہے۔ جنہوں نے خلیفہ مظلوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ اور یہ پہلی بار بہ بانگ بلند حضرت عثمان کے انتقام کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

دوسری طرف بسر کی آواز یہ پتہ دے رہی ہے کہ عثمان کے قتل میں اہل مدینہ بھی متہم ہیں یا یہ کہ کم از کم یہی شکل اس جنگی لشکر کے ذہن میں بیٹھی ہوئی تھی وہ مدینہ کے قبائل بنو نجار، بنو دینار، بنو زریق کو پکارتے ہیں۔ اور شیخ الامت عثمان بن عفان سے دستبرداری کو معیوب قرار دے رہے ہیں۔

وہ یہ چاہتے تھے۔ کہ کاش وہ اہل مدینہ میں سے ان لوگوں سے جنہوں نے ان کے خیال میں حضرت عثمان کے قتل پر ساتھ دیا تھا انتقام لے پاتے تو اچھا ہوتا۔

بُسر ایک جنگجو قائد تھے۔ اگر معاویہ نے انہیں روکا نہ ہوتا تو مدینہ میں یہ فساد برپا کر دیتے۔

اسی بات کی تصریح کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔ اے اہل مدینہ! بخدا! اگر معاویہ نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں جتنے بالغ آدمی ہیں سب کو قتل کر ڈالتا۔

بسر کا برا ہو۔ کیا انہوں نے قرآن مجید میں ان لوگوں کے متعلق نہیں

AsliAhleSunnet.com

پڑھا تھا۔

(الذین تبوو الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا و یوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ)

(اور ان لوگوں کے لئے بھی جو مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر یعنی مدینے میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے اور جو لوگ ہجرت کرکے ان کے پاس آتے ہیں۔ ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کوئی خواہش اور خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو)

اور مہاجرین و انصار کے سابقین اولین کے متعلق نہیں پڑھا تھا۔

کیا انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں سنی تھی۔

(اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار)

(اے اللہ انصار کے بیٹوں اور پوتوں پر رحم فرما۔)

(واللہ لو سلک الناس شعبا وسلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار واللہ لولا الھجرۃ لکنت امرءًا من الانصار!!)

(بخدا اگر لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار کسی دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا بخدا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کی جماعت کا ایک فرد ہوتا)

AsliAhleSunnet.com

دلی غم و افسوس ہے مدینہ پر۔
کل اسی میں باغی داخل ہوئے اور خلیفۃ المسلمین کو خون میں تڑپتا
چھوڑ دیا۔
آج اسی مدینہ میں بسر کی گرج، چمک سنائی دے رہی ہے۔ اگر ان کی لگام معاویہ کے ہاتھ میں نہ ہوتی تو کسی بھی ذی شعور آدمی کو باقی نہ چھوڑتے۔

مدینہ پر پہلے قبضہ کے وقت حضرت معاویہ حضرت عثمان کو بچا نہ سکے تھے کیوں کہ شامی لشکر کے پہونچنے سے پہلے باغیوں نے ان کو شہید کر دیا تھا لیکن آج دوسرے قبضہ کے موقعہ پر مدینہ کو خوں ریزی و بدعہدی سے بچانا ان کے بس میں تھا۔ اسی لئے بسر بن ارطاۃ کو بڑی نصیحت کی کہ دیکھو کسی کا خون نہ ہونے پائے۔

چنانچہ مدینہ میں معاویہ کی بیعت دہشت و خوف کے زور کی وجہ سے پوری ہوگئی۔ حالانکہ زبردستی کی بیعت بیعت مانی نہیں جاتی۔ اس خیال کی تائید بسر کا وہ قول کرتا ہے۔ جب انہوں نے صحابی جلیل جابر بن عبداللہؓ کو طلب کیا جو کہیں چھپ گئے تھے۔ بنو سلمہ کے پاس انہوں نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم جابر بن عبداللہؓ کو نہیں لے آؤ گے۔ نہ تمہاری بیعت قبول کی جائے گی اور نہ ہی تمہیں امان ملے گی۔

حضرت جابر ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا
آپ کا کیا خیال ہے؟ مجھے یہ خوف ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا
اور یہ بیعت بھی گمراہی کی بیعت ہے۔

انہوں نے فرمایا:۔ میرا خیال ہے کہ تم بیعت کر لو۔ اس لئے کہ میں نے اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمہ کو بھی بیعت کر لینے کے لئے کہا ہے۔ اسی طرح میں نے اپنے داماد

AsliAhleSunnet.com

عبداللہ بن زمعہ کو بھی کہا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی آئے اور انہوں نے بیعت کر لی۔[1]

بسر مدینہ سے مکہ آئے جہاں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ان کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں قتل نہ کر دیں۔ لیکن بسر نے یہ کہتے ہوئے ان کے دل کا خوف دور کر دیا۔

میں کسی صحابی رسول کے ساتھ اس قسم کا کام نہیں کر سکتا۔ اور پھر ان کو چھوڑ دیا۔

حضرت ابو موسیٰ کو اس فیصلہ کے بعد بہت شہرت حاصل ہو گئی تھی اور لوگوں میں یہ بات عام طور پر مشہور ہو گئی تھی کہ ابو موسیٰ صحابی رسول ہیں اس لئے ابن ارطاۃ کے نزدیک شہرت و معرفت کے اس معیار پر کوئی دوسرا نہیں تھا۔

بُسر کا لشکر حجاز سے پیش قدمی کرتا ہوا یمن پہونچا۔ جہاں سے عبیداللہ بن عباس فوراً کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس آخری اور عظیم تبدیلی کی اطلاع دینے کے لئے بھاگے۔ جس کی وجہ سے مکہ اور یمن ان کے ہاتھوں سے نکل کر معاویہ کے ہاتھ میں چلا گیا تھا۔

اور یہ پیش بندی ایک اچھی اور کامیاب پیش بندی تھی۔ حضرت علی نے اس اطلاع کے بعد دو فوج تیار کی۔

پہلی فوج جاریہ بن قدامہ کی سرکردگی میں دو ہزار کی۔

اور دوسری دو ہزار کی فوج وہب بن مسعود کی سرداری میں۔

[1] طبری ج ۵ صفحہ ۱۳۹ عن زیاد بن عبداللہ البکائی عن عوانۃ۔

AsliAhleSunnet.com

اب بڑے بڑے تجارہ بین کے قتل کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ تاکہ ملک جس کے ہاتھ میں جائے پر امن رہے۔ اس لئے یمن میں دونوں جانب سے ایک بڑی تعداد قتل ہوئی۔

حضرت علی کے لشکر کے پہونچنے کے ساتھ ہی بسر کو یہ احساس ہوا تھا کہ ان کو مقابلہ کی تاب نہیں۔ اس لئے بقیہ لشکر اپنے ساتھ لے کر شام واپس چلے گئے اور یمن دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر حکومت آگیا۔ اسی طرح مکہ پر خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر دوبارہ قبضہ ہو گیا۔

امیر المومنین کی فوج کا ریلا مدینہ کی طرف بڑھا۔ اور اسے بھی معاویہ کے قبضہ سے واپس چھڑا لیا۔

کوئی بھی تجربہ ایسا نہیں بچا تھا کہ فریقین میں سے ایک دوسرے پر غلبہ کے لئے جو طریقہ اختیار کرتا اسے بلا فائدہ دوسرا فریق بھی اختیار کرتا۔ ملک ایک طرف سے فتح ہوتا تھا اور جلد ہی دوسرے کی ماتحتی میں چلا جاتا تھا۔ قوت نے اس مشکل کے حل کرنے میں اور پورے مسلمانوں کے کلمہ کو متحد کرنے میں اپنی کمزوری ثابت کر دی تھی۔ حالانکہ عام افتراق کے موقعہ پر یہی حل مطلوب ہے اور طاقت ضروری ہے۔

لیکن دونوں قوتیں برابر تھیں اور ہر فریق دوسرے پر غلبہ پانے سے مایوس تھا۔

اس لئے اب از سر نو گفتگو کا آغاز ہوا۔

ہمارے سامنے صرف وہ صورت ہے جو ہم تک پہونچی ہے۔

(جب دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی دوسرے کی اطاعت کے لئے

AsliAhleSunnet.com

تیار نہ ہوا تو حضرت معاویہ نے حضرت علی کو لکھا۔

اگر آپ چاہیں تو آپ عراق پر حاکم رہیں۔ اور میں شام پر۔ اور اس طرح لوگوں کی گردنوں پر تلواروں کا چلنا بند ہو جائے اور مسلمانوں کی خون ریزی نہ ہو۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات مان لی اور دونوں اس بات پر رضامند ہو گئے[1]

اب معاویہ شام میں اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ وہ شام اور اس کے اطراف کا ٹیکس وصول کرتے اور علی عراق میں رہ کر عراق کا ٹیکس وصول کرتے اور اپنے لشکروں میں تقسیم کر دیتے)

ہم یہاں یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیوں نہ شروع سے ہی ایسا ہوا؟
جس کا جواب واضح ہے:۔ کہ بیک وقت دو خلیفہ کا ہونا ابتدائی امر حرام تھا یہ ضروری تھا کہ جنگ اس وقت تک ہو جب تک کہ کوئی ایک فریق دوسرے کا تابعدار نہ ہو جائے۔ اور لوگ متفق نہ ہو جائیں۔

اور اب جنگ ہو چکی تھی۔ دسیوں ہزار آدمی مقتول ہو چکے تھے۔ لیکن پھر بھی کوئی فریق ذرہ برابر بھی اپنے موقف سے ہٹا نہیں تھا اس لئے کہ ہر فریق کو اپنے حق پر پورا بھروسہ تھا۔

تو کیا یہ قتال امت کے فنا ہونے تک جاری رہتا۔؟
ایک وقتی صلح ضروری تھی۔ تاکہ موقف کھل کر سامنے آجائے اور ان

---

[1] طبری ج ۵ ص ۱۴۰ زیاد بن عبداللہ عن ابن اسحاق۔

AsliAhleSunnet.com

دونوں میں کسی کا پلڑا دوسرے پر خود بخود بھاری ہو جائے۔

اسی نظریہ کے تحت دونوں کی گفت وشنید کا وقوع ہوا۔

ہر فریق نے دوسرے کی جانب رجوع سے انکار کر دیا اس لئے ہر فریق کو اپنے حق پر اعتماد تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس سے قبل بھی کہا ہے کہ حق کی خاطر باطل کے سامنے کبھی جھکا نہیں جا سکتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکیدی طور پر فرمایا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گروہ برحق ہو گا۔

AsliAhleSunnet.com

«امیرالمؤمنین معاویہؓ»

جب صبح کی نماز پڑھنے کے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ نکلے تو برک بن عبداللہ نے ان پر اپنی تلوار سے حملہ کر دیا۔ لیکن تلوار ان کی پشت پر پڑی اور اسے پکڑلیا گیا اس نے معاویہ سے کہا :۔

میں ایک بات بتاؤں جسے جان کر آپ کو خوشی ہوگی۔ اگر میں وہ بات آپ کو بتادوں تو کیا اس میں میرا فائدہ ہوگا ؟

انہوں نے کہا : ہاں !

اس نے کہا :۔ میرے ایک بھائی نے رات کو حضرت علی کو قتل کر ڈالا ہے۔

انہوں نے کہا :۔ شاید اس کو موقعہ نہ مل سکا ہو۔

اس نے جواب دیا : کیوں نہیں ہو سکتا۔ علی جب باہر نکلتے ہیں تو ان کے ساتھ کوئی پہرہ دار نہیں ہوا کرتا۔

اس گفتگو کے بعد معاویہ کے حکم سے وہ قتل کر دیا گیا۔[1]

[1] طبری ج ۵ ص ۱۴۹

AsliAhleSunnet.com

اب انہیں یہ احساس ہوا کہ شاید وہ خطرہ کے قریب ہو چکے ہیں اس لئے اپنے طبیب ساعدی کو بلایا۔ طبیب نے ان کو بغور دیکھنے کے بعد کہا۔

دو باتوں میں ایک بات آپ پسند کرلیں۔ یا تو لوہا گرم کرکے تلوار کی ضرب کی جگہ کو داغ دوں۔ اور یا تو آپ کو میں ایک شربت پلادوں جس سے آپ شفایاب ہوجائیں گے مگر اب بچے کی پیدائش نہ ہوسکے گی۔ اس لئے کہ تلوار زہرآلود تھی۔

معاویہ نے اپنی بقیہ زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے طبیب سے کہا۔

آگ کے برداشت کرنے کی تو مجھے طاقت نہیں۔ رہا بچوں کی پیدائش کا خاتمہ تو یزید اور عبداللہ میں ایسی خصلتیں موجود ہیں جس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک مل سکے گی۔ چنانچہ طبیب نے وہ شربت انہیں پلادیا جس سے وہ شفایاب ہوگئے۔ مگر اس کے بعد ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اسی وقت معاویہ نے حویلیوں کے بنانے کا اور رات کو چوکیداری کرنے اور سجدے کے وقت سر کے پاس پولیس کے کھڑے رہنے کا حکم دیا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے

---

[1] ابن کثیر نے جریر بن عبدالحمید سے جو ثقہ ہیں روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ وہ مغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ رونے لگے۔ ان کی بیوی نے ان سے کہا کیا تم روتے ہو؟ حالانکہ تم نے ان سے جنگ کی ہے۔ انہوں نے جواباً کہا: تمہارا برا ہو۔ تم کو نہیں معلوم کہ لوگوں نے علم وفضل اور فقہ کو اپنے ہاتھوں سے کھو دیا ہے!۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی خبریں ان کو پہونچتی رہیں یہ تشدد اور جنگ کے ایک نئے مرحلہ کا اعلان تھا۔ کیوں کہ یہ معاملہ کسی ایک شخص کے قتل کا معاملہ نہ تھا۔ بلکہ اصول کی برتری کا معاملہ تھا۔ ڈر تھا کہ عثمان کے قاتل حسن کے زیر سایہ اسی طرح موجود رہیں گے جس طرح ان کے باپ کے زیر سایہ تھے۔

ان کی شرکت اگرچہ ٹوٹ چکی تھی۔ لیکن پھر بھی ان کے بعض سردار علی کی فوج میں نمایاں تھے۔ اس لئے مسلمانوں میں عام طور پر کوچ کا اعلان کر دیا۔ اور ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے فوج جمع کرنی شروع کر دی۔ اب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے لڑائی کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی فوج کو ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے تیاری کا حکم دے دیا۔ اس طرح افق پر ایک خوفناک ٹکراؤ کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جنگ صفین پھر قریب آچکی ہے۔

معاویہ ایک عظیم کشمکش اور غم میں گرفتار ہو گئے۔

انتقامات سر اٹھا رہے تھے۔ فوجیں پیش قدمی کر رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھوں تباہ ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اسی طرح کے سوالات معاویہ کے ذہن میں آرہے تھے۔

انہوں نے امیر المؤمنین علی کے ساتھ ایک فیصلہ کن قدم اٹھا کر خون کے سیلاب کو روک دیا تھا۔ اور شام اور اطراف واکناف کو قبول کر کے اس امت کے لوگوں کی گردنوں سے تلوار اٹھا دی تھی۔ اب ان کے سامنے عراق اور اس کے آس پاس کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ ان کو موافق وقت کا انتظار تھا۔ جس میں ان دقتی حالات کا خاتمہ ہو جائے۔ کیوں کہ مسلمانوں کا اتحاد پارہ

AsliAhleSunnet.com

پارہ ہو رہا تھا۔ اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد بھرا ہوا تھا۔ ان کی نگاہیں جنگ کے خوف اور اس کے انجام سے پتھرائی ہوئی تھیں۔

اور وہ موافق وقت قریب آچکا تھا۔

شاید اس نئی شخصیت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کوئی دوسرا موقف ہو۔

اس لئے گفتگو سے ابتدا ضروری تھی۔

حضرت معاویہ کا گمان صحیح بھی تھا۔ کیوں کہ تکلیف کے بعد آسانی ہوتی ہے

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ تیاری بھی ضروری تھی۔

یہی معاویہ عمرو بن العاص سے تنہائی میں بات چیت کرتے ہیں۔ اور اپنے خوف اور غم کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسا کہ حسن بصری نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بخدا حسن بن علی نے پہاڑوں جیسے لشکر جرار سے معاویہ کا استقبال کیا تو عمرو بن العاص نے کہا۔

میں ایسی فوج دیکھ رہا ہوں جو سرداروں کے قتل کے بغیر پیٹھ نہیں پھیر سکتی۔

معاویہ نے (جو بخدا دونوں میں بہتر تھے) کہا۔

اے عمرو! اگر وہ لوگ اور یہ لوگ قتل کر ڈالے گئے تو کون میری طرف سے لوگوں کے معاملات دیکھے گا کون ان کی عورتوں اور بچوں کی دیکھ ریکھ کرے گا کون ان کی جائداد کا محافظ ہو گا

چنانچہ انہوں نے ان کے (حضرت حسین کے) پاس بنو عبد شمس کے دو قریشی آدمیوں عبد الرحمن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز کو بھیجا اور کہا۔

AsliAhleSunnet.com

— اس شخص کے پاس جاؤ اور یہ بات پیش کر کے گفتگو کرو اور یہ مطالبہ ان کے سامنے رکھو۔

— وہ دونوں حضرت حسن کے پاس آئے ان سے بات چیت کی اور یہی درخواست کی۔

حسن بن علی نے ان دونوں سے کہا۔

بنو عبدالمطلب نے یہ مال حاصل کیا ہے۔ یہ امت اپنے خون میں لت پت ہو چکی ہے۔

ان دونوں نے عرض کیا۔ آپ سے وہ (معاویہ) ایسا ایسا کہتے ہیں اور آپ سے گذارش کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں۔

انہوں نے پوچھا: کون اس کی ذمہ داری لیتا ہے؟

ان دونوں نے کہا! ہم ذمہ داری لیتے ہیں۔

اس کے بعد جتنی بھی باتیں حضرت حسن نے پوچھی سب کے لئے انہوں نے یہی کہا کہ ہم ذمہ داری لیتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے مصالحت کر لی۔[ا]

[ا] حسن بصری کہتے ہیں کہ:-

میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:-

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے۔ کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف۔ اور فرماتے!

(بقیہ صفحہ ۳۵۸ پر)

AsliAhleSunnet.com

اس طرح وہ فتنۂ کبریٰ جس نے مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا تھا حسن رضی اللہ عنہ کی شرافت اور عالی ظرفی اور خلوص وللّٰہیت اور حضرت معاویہ

(بقیہ صفحہ ۳۴۵ کا)

(میرا یہ بچہ سردار ہوگا۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

خطابی کہتے ہیں:۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن کے متعلق یہ قول اسی واقعہ پر صادق ہوتا ہے جس میں ان کے ذریعہ اہل شام میں صلح ہوئی اور فتنہ کے خوف سے اور خوں ریزی کی کراہت کی وجہ سے آپ نے اس امر سے علیحدگی اختیار کرلی اس لئے اس سال کا سال اجتماع (عام الجماعۃ) نام رکھا گیا۔

اس خبر میں اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی اس فتنہ میں کسی قول اور کسی فعل کے ذریعہ حصہ لینے کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج نہیں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو مسلمان قرار دیا تھا۔

اور یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے ایک صحیح راستے پر اور دوسرا غلطی پر تھا۔

ابن کثیر نے فرمایا ہے:۔ کہ صادق ومصدوق نے دونوں فریقوں نے اسلام پر ہونے کی شہادت دی ہے تو اگر کسی نے بھی ان دونوں کو یا ان میں سے کسی کو بھی کفر کی طرف منسوب کیا تو اس نے غلطی کی اور نص نبوی محمدی کی مخالفت کی جن کی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں ہوتی۔ بلکہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۵۹ پر)

AsliAhleSunnet.com

کی حکمت اور دور بینی کی وجہ سے رک گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عظمت اور ان کی عالی ظرفی کی وجہ سے وہ سیادت کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اس لیاقت کی وجہ سے تھی جس کی شہادت سید الخلق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی۔

اس طرح لوگ معاویہ کی اطاعت میں داخل ہو گئے۔ حضرت معاویہ نے کوفہ پہونچ کر لوگوں سے بیعت لی۔

ابن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:۔

اسی سال ایلیاء میں معاویہ کی خلافت کے لئے بیعت لی گئی۔ حدیث کی سند اس طرح ہے۔ حدثنا عثمان عبد الرحمٰن قال اخبرنا اسماعیل بن

البقیہ ص ۳۵۸ کا

عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔

لوگ یہ کہتے ہیں: کہ آپ کو خلافت کی خواہش ہے تو انہوں نے جواب دیا۔ لوگوں کی کھوپڑیاں میرے ہاتھ میں تھیں وہ ہر اس شخص سے جنگ مول لے لیتے جس سے میں جنگ کرتا اور جس سے میں صلح کرتا۔ وہ بھی صلح کر لیتے۔ میں نے اللہ کی رضا کی تلاش اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خون ریزی روکنے کے لئے اس کو ترک کر دیا تھا۔ پھر کیا دوبارہ میں اسے اہل حجاز کی طرف سے اٹھاؤنگا؟

یہ روایت ابن سعد اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بیان کی ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔ مگر ان دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے امام ذہبی نے اپنی تلخیص میں انہی کی موافقت کی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

راشد (انہیں اس سے قبل شام میں امیر کہا جاتا تھا) وحدثنا عن ابی مسھر عن سعید بن عبد العزیز[1] یہ کہتے ہیں. کہ عراق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا جاتا تھا اور معاویہ کو شام میں امیر کہا جاتا تھا لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا جانے لگا۔

چونکہ لوگوں کے سامنے اس صلح کے مزاج کا بھی واضح ہو جانا ضروری تھا اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ مسلمانوں میں کھڑے ہو کر تقریر فرمائیں۔ اس لئے ان سے کہا۔

-آپ لوگوں کے سامنے تقریر کیجئے۔ اور جو حیثیت آپ کو حاصل تھی اس کا بھی ذکر کیجئے۔ چنانچہ حضرت حسن نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔[2]

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اولین کو ہمارے ذریعہ ہدایت دی اور ہمارے ذریعہ بعد میں آنے والے لوگوں کا خون بہنے سے روک دیا۔

لوگو! سن لو سب سے چالاک وہ شخص ہے جو متقی ہو اور سب سے بڑی عاجزی اور مجبوری بدکاری ہے۔

لوگو! یہ معاملہ جس میں میں نے اور معاویہ نے اختلاف کیا تھا۔ اس وجہ سے تھا کہ یا تو وہ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں اور یا میں ان سے زیادہ حق رکھتا

---

[1] ابو مسھر: مقبول ہیں۔ سعید بن عبد العزیز: ثقہ امام ہیں آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ امام احمد نے ان کو اوزاعی کے مثل قرار دیا ہے۔

[2] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۳۷۴

AsliAhleSunnet.com

ہوں۔ لیکن ہم نے اسے اللہ کی خاطر، امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح و خیر کے لئے اور ان کی خوں ریزی بند کرنے کے لئے ترک کر دیا ہے۔

راوی کہتے ہیں: کہ پھر انہوں نے معاویہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:۔

"وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الیٰ حین"

اگرچہ میں یہ جانتا ہوں کہ تمہارے لئے باعث آزمائش اور ایک وقت متعینہ تک کے لئے فائدہ کا سامان ہے۔

پھر وہ منبر سے اتر پڑے۔ حضرت عمرو نے معاویہ سے کہا: میں یہی چاہتا تھا[1]

تو یہ تھی حضرت حسن کی شخصیت، ایک ایسے مسلمان کی شخصیت جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائی تھی۔ کہ مسلمانوں کی خوں ریزی ختم کرنے کے لئے اور امت کی خیر خواہی کی خاطر دست بردار ہو گئے۔ عاجزی اور ضعف کی وجہ سے وہ دست بردار نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ مسلمانوں کے سر ان کے ہاتھ میں تھے۔ حتیٰ کہ ان کے اس کام پر بعض لوگوں نے ناراضگی کی وجہ سے ان سے کہا تھا۔ السلام علیکم یا مذل المؤمنین (مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے السلام علیکم) جس کا جواب انہوں نے یہ کہہ کر دیا۔ اے ابو عامر ایسا نہ کہو۔ میں نے مومنوں کو ذلیل نہیں کیا۔ بلکہ میں نے ملک گیری کی ہوس میں ان کا قتل پسند نہیں کیا تھا[2]

---

[1] اس کی تخریج حاکم نے ج ۳ ص ۱۷۵ میں اور بیہقی نے ج ۸ ص ۱۷۳ میں شعبی سے کرتے ہوئے اسی طرح کی ہے۔ دیکھئے حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۶۹۹، ط دار القلم۔

[2] حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۶۹۸، حاکم مستدرک میں ج ۳ ص ۱۷۵۔ اور ابن عبد البر نے استیعاب ج ۱ ص ۳۷۲ میں نقل کیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

عرب کے دو مدبر بن معاویہؓ کی صف میں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست برداری کے بعد مسلمانوں نے بحیثیت امیر کے قیس بن سعد کے ہاتھ پر بیعت کی اور امیر معاویہؓ سے جنگ کا عہد کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حسن رضی اللہ عنہ سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد امیر معاویہ نے ایک ایسے آدمی کو اپنا ہم خیال بنانا چاہا جو ان کے نزدیک اس پہلو سے بہت اہم تھا کہ ان کے ساتھ چالیس ہزار آدمی تھے وہ انہیں اور عمرو اور اہل شام کو لے کر آئے اور قیس بن سعد کے پاس آدمی بھیج کر خدا کا خوف دلایا۔ کہا: کس کی اطاعت پر تم جنگ کرو گے جس شخص کو تم نے اپنی اطاعت دی ہے اس نے مجھ سے بیعت کر لی۔ لیکن قیس نے کوئی نرم پہلو ان کے لئے اختیار نہیں کیا۔[1]

[1] طبری ج ۵ ص ۱۲۵ بروایت عبداللہ بن احمد عن ابیہ عن سلیمان بن الفضل عن عبداللہ عن یونس عن الزہری اس کے راویوں پر پہلے کلام ہو چکا ہے وہ سب مقبول ہیں

AsliAhleSunnet.com

قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ امیر معاویہؓ کا یہ پہلا تجربہ نہیں تھا بلکہ قیس بن سعد جب مصر کے والی تھے اس وقت معاویہؓ نے پہلی کوشش کی تھی اور انہیں اپنا ہم خیال بنانے کے لئے تمام طاقت اور تدبیر کا استعمال کیا لیکن ناکام رہے۔

ہم جانتے ہیں کہ جب والی مدینہ نے قیس بن سعد کو کوفہ چلے جانے پر مجبور کیا تو امیر معاویہ نے کتنی سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا۔

تم نے قیس بن سعد اور ان کی رائے و تدبیر کے ذریعہ علیؓ کی مدد کی بخدا اگر تم نے ایک لاکھ لشکریوں کے ذریعہ علی کی مدد کی ہوتی تو یہ بات قیس بن سعد کو علی کی طرف نکل جانے پر مجبور کرنے سے میرے نزدیک زیادہ باعث غضب نہ ہوتی۔

معاویہ نے انہیں اپنی صف میں شامل کرنے کے لئے انتھک کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

لیکن دونوں موقعوں میں فرق واضح ہے۔

پہلا موقف یہ ہے کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب کے ہم نوا تھے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ ان کا کوئی امیر نہیں جس کی ہم نوائی کریں۔

یہ بات قیس کی فطرت و خصلت کے بھی خلاف ہے کہ اطاعت کی چادر کو تار تار کر دیں وہ قیس ہی کی ذات تھی جس نے سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمانوں کے اختلاف کو دور کیا تھا اور اپنے باپ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہیں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن قریش کی عزت افزائی کے لئے ان کے باپ کے ہاتھ سے ان کی قوم کا علم

AsliAhleSunnet.com

دے کر عطا کیا تھا۔

امیر معاویہ قیس پر اپنے مزید اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔

ان کے پاس ایک رجسٹر مہر لگا کر بھیجا کہ آپ جو چاہیں اس میں لکھ دیں تسلیم کیا جائے گا۔[1]

عمرو بن العاص کو امیر المؤمنین امیر معاویہ کے اس حد تک تساہل پہ بڑا تعجب ہو رہا تھا وہ جانتے تھے کہ معاویہ کا پلہ بھاری ہے اور اب کی ان سے جنگ کی پوزیشن میں نہیں تھے وہ سوچتے تھے کہ وہ قیس بن سعد سے جنگ کیوں نہیں کرتے کہ بزور طاقت انہیں زیر کریں یا قتل کریں۔

امیر معاویہ کا طریقہ آدمیوں کے پہچاننے اور ان کے معاملات سے آگاہی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق تھا وہ دلوں کے زخم پہ ہاتھ پھیرنا چاہتے تھے اور صبر کی آخری حد تک وہ ایسے حل کی تلاش کرتے جو مطمئن کر سکے ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے کہ دشمنوں کا کانٹا توڑ دیا جائے یا ان کا استیصال کر دیا جائے لیکن جو باقی رہیں ان میں کینہ و بغض موجود رہے اور یہ کہ ان کے مصائب کو ختم کیا جائے ان کی تالیف قلوب کی جائے اور ان کی محبت و وفا حاصل کی جائے۔

عمرو نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ ان کو یہ موقع نہ دیجئے بلکہ جنگ کیجئے۔

امیر معاویہؓ نے کہا تشدد ٹھیک نہیں ہم انہیں قتل کریں گے تو اہل شام کے بھی اتنے ہی لوگ مارے جائیں گے۔ سوچو اس کے بعد زندگی میں کیا بھلائی

---

[1] طبری ج ۵ ص ۱۲۵ روایت سابقہ۔

AsliAhleSunnet.com

ہے واللہ میں ان سے اس وقت تک جنگ نہیں کروں گا جب تک قتال کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہے[1]۔ یہ انتہا درجے کا حکیمانہ قدم تھا معاویہ رضؓ نے اس طریقے پر قیس کو مجبور کیا کہ اپنا سینہ امن وسلامتی کے لئے کھول دیں جب کہ اس سے پہلے وہ شدید طور پر ان سے برسرپیکار ہونے کے لئے تیار تھے۔

قیس رضؓ نے اس میں شرط لگائی کہ ان کو اور شیعان علی کو جانی اور مالی نقصانات کے سلسلے میں امان دی جائے اس رجسٹر میں معاویہ رضؓ سے انہوں نے کوئی مال طلب نہیں کیا۔

انہوں نے جو سوال کیا معاویہ رضؓ نے اسے پورا کیا[2]۔

اس سے قطع نظر کہ یہ بے شبہ ایک پُرخطر کام تھا چنانچہ بہت سے لوگ تھے جن کے دلوں میں معاویہ رضؓ کے لئے کینے کی آگ روشن تھی اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو ہر وقت ان کے خلاف جنگ کا محاذ کھولے رکھتے تھے لیکن ان سب کو پراگندہ کر کے امان دے دینا امیر معاویہ کی رعیت کے حق میں بڑا سودمند تھا اور امیر معاویہ رضؓ کے تصور میں قیس بن سعد کو حاصل کر لینا سب سے بڑا نفع تھا اس لئے کہ ان کے نزدیک قیس ایک لاکھ افراد کے برابر تھے اور یہ بات ان کے تدبر، صبر اور حکمت وشجاعت کے سبب سے تھی۔

معاویہ نے ان کے مطالبات پورے کئے اور اس طرح اس کوفہ میں داخل ہوئے جو مسلسل چار سال تک ان کا مخالف تھا اور وہ زخم مندمل ہو گیا جو عرصے سے باعث اذیت تھا۔

☆ ☆ ☆

---

[1] ایضاً۔ [2] ایضاً

AsliAhleSunnet.com

☆

اور اب خارجیوں کی اولین ٹولیاں حرکت میں آئیں جب امیر معاویہ مقام نخیلہ میں تھے حروریہ فرقہ کے پانچ سو افراد جو فروہ بن نوفل اشجعی کے ساتھ شہر زور میں الگ ہو گئے تھے یہ کہہ کر سامنے آگئے کہ اب وہ گھڑی آگئی جس میں شبہ نہیں چنانچہ نکلو اور معاویہ سے جنگ کرو،، پہلے اقدام میں انہوں نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔

معاویہ رضؓ نے چاہا کہ اہل کوفہ کو خارجیوں کے مقابلے سے علیحدہ رکھیں تو اہل شام کا ایک اسپ سوار دستہ بھیجا۔ دو گروہوں کا مقابلہ ہوا اور اہل شام شکست کھا کر واپس ہوئے۔

معاویہ رضؓ اس نتیجے پر پہونچے کہ اسے دانشمندانہ طور پر حل کرنا ضروری ہے اور خوارج کے ساتھ جنگ میں ان کے بھائی اہل کوفہ ہی سے پائداری حاصل ہو سکتی ہے۔

انہوں نے سوچا کہ اللہ نے ان کو مشکلات کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ ایک وسیع دروازہ ہے اگر خوارج کی طرف سے اسے کھول دیا گیا تو بند نہ ہو سکے گا اور لشکر خلافت اگر ایسے ہی لپسپا ہوتا رہا تو خارجیوں کو شام پر چڑھائی کرنے کے لئے جری کر دے گا انہوں نے ایک قوی عزم کیا اور کوفہ میں اعلان کرا دیا کہ

> بخدا میرے پاس تمہارے لئے کوئی امان نہیں ہے تا آں کہ تم اپنی شر پسندی سے باز نہ آجاؤ۔

AsliAhleSunnet.com

یہ ان تمام اہل کوفہ کے لئے بڑی دھمکی تھی جو معاویہ کے قبضے میں تھے

تم اپنی تلواریں سنبھالو اور خارجیوں سے جنگ کرنے کے لئے نکل پڑو۔

خارجیوں نے کہا افسوس تم ہمارے بارے میں کیا سوچتے ہو کیا معاویہ

ہمارا اور تمہارا مشترک دشمن نہیں ہے ہمیں اس سے جنگ کرنے دو اگر ہم اس

پر غالب آگئے تو تمہاری طرف سے دشمن کے لئے ہم کافی ہوں گے اور اگر

وہ غالب آگیا تو تم ہمارے لئے کافی ہو گے۔

انہوں نے جواب دیا بخدا ایسا ہر گز نہ ہو گا ہم تم سے جنگ کریں گے۔

خوارج نے جواب دیا اے کوفہ والو ہمارے برادران اہل نہر پر اللہ

رحم فرمائے وہ تمہارے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے تھے۔[1]

ان گفتگوؤں کا کوئی حاصل نہ نکلا اور جنگ ضروری ہو گئی۔

اہل کوفہ نے خوارج پر چڑھائی کی اور کوفہ کو دوبارہ خلافت کے قلمرو میں

لوٹا لیا۔

بصرہ عراق کا دوسرا شہر تھا کیا اس شہر نے بھی آسانی سے معاویہ رضی کی اطاعت

قبول کی ؟

وہاں نقل و حرکت دوبارہ شروع ہو گئی۔ حمران بن ابان نے بصرہ پر قبضہ

کر لیا اور وہاں اپنی حکومت چلانے لگا امیر معاویہ رضی نے فوراً بنو قین کے ایک

آدمی کو وہاں بھیجا۔

لیکن عراق کے ایک دانشمند اور تجربہ کار آدمی نے انہیں اس کی نصیحت

---

[1] طبری ج ۵ ص ۱۲۶ سن ۴۱ھ بروایت زیاد عن عوانہ

AsliAhleSunnet.com

نہیں کی تھی وہ باشعور شخصیت کون ہے ؟

وہ ایک نئی شخصیت ہے جو اس سے قبل ان کے بڑے دشمنوں اور شدید مخالفین میں سے تھی لیکن اسلام نے جس نے اس نسل کو اجتماعی معیار پر تربیت دی تھی اسے عقیدے کی تابعداری سکھلایا تھا نہ کہ جذبات کی اور ذاتی رجحانات کی وہ علی بن ابی طالب کے زبردست ہم نوا اور عربوں کے ایک مدبر رہ نما تھے یعنی ترجمان القرآن حبر الامت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے معاویہ کو مشورہ دیا کہ بسر بن ارطاۃ کو بصرہ کا والی بنا دیں۔ ابن عباس رضی بصرہ اور اہل بصرہ کے حالات سے سب سے زیادہ واقف تھے وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمر بھر اس کے والی رہے۔

☆ ☆ ☆

بے شبہ کوفہ تمام شہروں سے زیادہ خطرے کا مقام تھا یہ خلافت کا پہلا مرکز اور شیعان علی رضی کا گڑھ تھا یہاں معاویہ رضی اور ان کی خلافت کے لئے عظیم خطرات تھے۔

اس کے لئے موزوں شخص کون ہو سکتا ہے ؟

معاویہ رضی نے اس معاملے پر بہت غور و فکر کیا انہوں نے دیکھا کہ مصر عمرو بن العاص کی وجہ سے محفوظ اور مضبوط ہو چکا ہے لیکن انہیں عمرو بن العاص جیسے دوسرے لوگ کہاں ملیں گے ؟

انہوں نے سوچا کہ ان کے لڑکے عبداللہ کو یہ ذمہ داری دے کر آزمایا

AsliAhleSunnet.com

جائے چنانچہ کوفہ کا والی بنا دیا اس تجربے کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مشہور مدبر مغیرہ بن شعبہ نے ان سے ملاقات کی اور ابن عمرو کی گورنری کے حالات جاننے کے بعد ان سے کہا آپ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو کوفہ پر گورنر مقرر کیا اور عمرو کو مصر پر اس طرح آپ شیر کے دونوں جبڑوں کے بیچ میں آ گئے ہیں۔

شاید مغیرہ کی اس بات نے امیر معاویہ کے نزدیک کوئی اہمیت حاصل نہ کی لیکن کیا ان کے سامنے بیٹھے ہوئے یہ مغیرہ نہ تھے ثقیف کے تجربہ کار مدبر ؟! کیوں نہ انہیں کوفہ کے سمندر میں پھینک دیا جائے جو آج کوفہ کے حالات سب سے زیادہ جاننے والے ہیں ؟!

یہ عجیب اتفاق ہے جب کوفہ امیر المومنین عمر بن خطاب کے لئے دردسر بنا ہوا تھا انہوں نے اپنا بوجھ مغیرہ بن شعبہ کی طرف منتقل کر دیا تھا اہل کوفہ کو کوئی امیر پسند نہیں آتا اسے کون ان کا مطیع بنائے گا ؟

مغیرہ کوفہ کے لئے بہت سے تجربہ کار اور باوصف لوگوں کی تجویز پیش کرتے رہے لیکن عمر مغیرہ کے سوا کسی کو ان اوصاف کا حامل نہیں پایا۔ چنانچہ ان سے کہا۔

جاؤ تم ہی اس کے لئے مناسب ہو۔

اس طرح مغیرہ کوفہ پہ عمرؓ کے والی بن گئے عمرؓ کس قدر مردم شناس تھے ؟

یہ موقف معاویہؓ کے لئے مکمل غور و فکر کا حامل تھا وہ مغیرہ کو دیکھنے، کوفہ کا جائزہ لیتے پھر وہ سمجھ جاتے کہ اس کے لئے وہاں کا مخصوص صاحب الرائے ہی مناسب ہو سکتا ہے انہوں نے فوراً حکم صادر کر کے عبداللہ بن عمرو کو معزول

AsliAhleSunnet.com

کردیا اور مغیرہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا اس طرح یہ عبقری شخصیت امیر المؤمنین معاویہ کی صف میں مل گئی۔

تیسرا مدبر اور گھات کا شیر!

بلاد اسلامیہ کے آخری مقام پر ایک شیر تھا جو موقع کے انتظار میں تھا جس سے معاویہ کو اندیشہ تھا یہ شخص ذکاوت و ذہانت میں قیس بن سعد یا عبداللہ بن عباس سے کم نہ تھا جنہوں نے بیعت و اطاعت کر لی تھی۔

وہ شیر زیاد بن امیہ تھا جس نے معاویہؓ کو مضطرب اور ان کی نیند اڑا رکھی تھی۔

انہیں ڈر تھا کہ فارس میں مسلمانوں کو لے کر علیحدگی نہ اختیار کرے چنانچہ اس میدان میں انہوں نے ابتدائی قدم اٹھانے شروع کیے یہ اقدامات سیاست و انتظام اور تدبر میں ان کی عبقریت کی علامت ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی عطا کردہ صفات بردباری اور تعقل و دانائی کے ذریعہ کس طرح انہوں نے زبردست مخالف کو اپنے قبضے میں کر لیا۔

سب سے پہلا قدم وہ خط تھا جو امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کے پاس بھیجا اس میں لکھا کہ :۔

تمہارے ہاتھ میں اللہ کے مالوں کا ایک حصہ ہے اور تم اس کے والی بنائے گئے ہو۔ لہذا جو مال تمہارے پاس ہے اسے ادا

AsliAhleSunnet.com

کروں گا۔ زیاد نے یہ خط پڑھا اور فوراً اس کا جواب اللہ کی حمد و ثنا کے بعد لکھا: میرے پاس کچھ مال باقی نہیں رہ گیا جو کچھ تھا اسے میں نے اس کی جگہ پر خرچ کر دیا بعض حصہ کسی ناگہانی آفت کے لئے کچھ لوگوں کے پاس امانت رکھ دیا ہے اور جو زائد بچا اسے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیا۔[2]

معاویہؓ نے سمجھ لیا کہ زیاد کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ انہیں نہیں مل سکتا چنانچہ انہوں نے پوری دوستی کے اظہار کا ارادہ کیا اور سوچا یہ کہ تمام دشواریوں کو ان کے سامنے سے ختم کر دیں چنانچہ لکھا۔

ہمارے پاس آؤ تا کہ ہم دیکھیں کہ کس چیز کے تم والی ہوئے اور کیا تم نے صرف کیا اگر ہمارے ساتھ معاملہ درست رہا تب تو ٹھیک ہے ورنہ تم اپنے مقام پر واپس ہو جانا۔

لیکن زیاد فارس میں جما رہا، اپنے نیزے کو نرم نہیں کیا اور معاویہ کے پاس آنے کے لئے راضی نہیں ہوا۔ دشواری اسی طرح برقرار رہی جو معاویہ کے لئے پریشانی خاطر کا باعث تھی۔

ایک روز معاویہؓ نے زیاد کے بارے میں کہا: وہ ہر چھوٹی اور بڑی بات کے لئے ہے۔ تو اس کے ساتھ رہنے اور نہ رہنے میں کتنا فرق پڑے گا۔

---

[1] طبری ج ۵ سن ۴۱ ھ بروایت احمد بن زہیر عن علی بن محمد عن سلیمان بن بلال عن جارود بن ابی سبرہ۔

[2] طبری ج ۵ ۴۲ ھ روایت سابقہ

AsliAhleSunnet.com

بسر بن ارطاۃ کو خبر ملی کہ زیاد نے امیر المومنین کے بارے میں سختی کا اظہار کیا۔ سوچا کہ طاقت ہی وہ ہتھیار ہے جو باغی کو اس کی بغاوت سے روک سکتا ہے انہوں نے جلدی کرکے زیاد کی تمام اولاد کو گرفتار کر لیا اور انہیں قید خانے میں ڈال دیا اور غضب ناک ہو کر زیاد کے پاس ایک پیغام لکھا۔

تم امیر المومنین کے پاس آتے ہو یا تمہارے بیٹوں کو قتل کر دوں۔

یہ خط زیاد کے حلق میں اٹکے ہوئے لقمے کی مانند تھا لیکن اس کی مردانگی نے ذلیل لوگوں کی طرح اطاعت سے انکار کیا۔ اسے غلاموں کی طرح اماں طلب کرنا پسند نہ آیا۔ چنانچہ اس نے پیغام کا جواب زخموں سے چور دل کے ساتھ لکھا۔

جس جگہ میں ہوں وہاں سے نہیں ہٹ سکتا تاآں کہ اللہ میرے اور تمہارے امیر کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ میری جو اولاد تمہارے قبضے میں ہے اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو اس کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ہمارے اور تمہارے بعد حساب وکتاب بھی ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کس جگہ میں پھر رہے ہیں۔

اس جواب سے غرض یہ تھی کہ بسر اللہ کے حکم کے خوف و شرم سے قتل کے ارادے سے باز آجائے لیکن انہوں نے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا تھا یہ خبر بصرہ میں پھیل گئی اور صحابی رسول حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی پہونچی جو زیاد کے ماں جائی بھائی تھے۔

اور بھائی کے لڑکوں کے ساتھ ابوبکرہ کے لڑکے بھی قید کر دیئے گئے تھے۔

یہ ہرگز اتنا آسان نہیں ہے کہ وہ امیر کے پاس آئیں جب کہ انہوں نے اس سے پہلے ان کو ذلیل کیا۔ ایک روز بسر بصرہ کے منبر پہ خطبہ دینے کھڑا ہوا اور

AsliAhleSunnet.com

اس نے علیؓ کو سب و شتم کیا۔ پھر کہا۔

میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر کوئی جانتا ہے کہ میں سچا ہوں

تو وہ میری تصدیق کرے اور اگر جھوٹا ہوں تو میری تکذیب کرے۔

ابوبکرہؓ نے کہا ہم تجھے جھوٹا ہی جانتے ہیں۔

بسر نے حکم دیا اور لوگوں نے ان کا گلا گھونٹنا شروع کیا ابو لؤلؤ ضبی کھڑا ہوا اور خود کو ان کے اوپر ڈال کر انہیں بچایا۔ پھر ابوبکرہ نے ایک قطعہ زمین اسے عطا کی۔

ابوبکرہ سے کہا گیا۔

ایسا کرنے سے آپ کی کیا غرض تھی؟ کہا۔ جب وہ ہمیں خدا کا واسطہ دے رہا ہے تو ہم اس سے سچی بات کیوں نہ کہیں؟[1]

اس حادثے نے جس سے ان کی جان جانے کا خطرہ تھا ان کی پرانی یادیں تازہ کردیں اور غم نے گھیر لیا وہ بسر کو اپنے ان بھائی کے لڑکوں کے قتل پہ پوری طرح آمادہ دیکھ رہے تھے انہیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ان کے اور ان کے بھائی کے لڑکے ان کے دروازے پہ بے جان پڑے ہیں وہ ایک سہمے ہوئے شخص کی طرح نکلے اور یہ پختہ ارادہ کیا کہ امیر کے پاس جائیں گے خواہ اس سلسلے میں انہیں اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

رات بھر انہیں نیند نہیں آئی وہ فجر کا انتظار کر رہے تھے سورج کی کرنیں نمودار ہوتے ہی سوار ہو کر امیر کے پاس گئے۔ اجازت چاہی اور داخل ہونے کے

---

[1] طبری ج ۵ ص ۱۲۸ بروایت عمر بن شبہ عن علی بن محمد سنہ ۴۱ھ

AsliAhleSunnet.com

بعد کہا۔

تم نے میرے اور میرے بھائی کے لڑکوں کو بلا خطا غلام بنا لیا حالانکہ حسن رضؓ نے معاویہ رضؓ سے اصحاب علی رضؓ کی امان پر خواہ وہ کہیں بھی ہوں صلح کی تھی لہٰذا ان پر اور ان کے باپ پر دست درازی کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔

بسر نے کہا تمہارے بھائی پر کچھ مال آتا ہے جسے لے کر اس نے ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

انہوں نے کہا اس پر کچھ نہیں ہے۔

بسر نے مزید گفتگو کرنی چاہی لیکن ابو بکرہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا تم میرے بھائی کے لڑکوں سے اپنا ہاتھ روک لو میں ان کے چھٹکارے کے لئے معاویہ کے پاس سے تحریر لاؤں گا۔ جب انہیں یہ خیال آیا کہ انہوں نے اپنے اور بھائی کے بیٹوں کی زندگی کی ضمانت لے لی ہے۔ تو برق رفتاری سے امیر معاویہ رضؓ کے پاس پہونچے۔

امیر معاویہ رضؓ کو ان کے آنے کی خبر پہلے مل گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ان کے ساتھ انتہائی عزت کا معاملہ کیا۔

اور فرمایا۔

اے ابو بکرہ کیا آپ ملاقات کے لئے آئے ہیں یا ہمارے پاس آپ کی کوئی ضرورت ہے۔

میں غلط بات نہیں کہتا ضرورت ہی سے آیا ہوں۔

اے ابو بکرہ آپ کی سفارش قبول کی جائے گی ہمارے نزدیک یہ آپ کی برتری کی دلیل ہے اور آپ اس کے اہل ہیں ضرورت بیان کیجئے۔

AsliAhleSunnet.com

میرے بھائی زیاد کو امان دیجئے اور بسر کے پاس لکھئے کہ اس کے لڑکے کو چھٹکارا دے اور ان سے تعرض نہ کرے اس طرح جس وقت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا بسر بن ارطاۃ کے پاس گلا گھونٹا جا رہا تھا۔ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس وہ معزز و مکرم تھے۔

معاویہ بے حد فراخ دل تھے جو دائرہ انہیں محیط تھا اس سے زیادہ وسیلے تھے اسلامی مملکت کی نگرانی میں نرمی اور عدل پروری کا دور دورہ تھا خون ریزی کا سیلاب یہاں ہمیشہ کے لئے رک گیا وہ ابو بکرہ صحابی رسول کو دیکھتے ہیں ان سے نرمی برتتے ہیں ان کے عظیم وجدان پر رقت پیدا ہوتی ہے اور ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں۔

بنو زیاد کے لئے آپ جو چاہتے ہیں میں لکھ دیتا ہوں۔

لیکن زیاد کے ہاتھ میں مسلمانوں کا مال ہے اگر وہ ادا کر دے تو اس سے کوئی تعرض نہیں ہے۔

اے امیر المومنین اگر اس کے پاس کچھ ہے تو ان شاء اللہ اسے آپ سے نہیں روکے گا چنانچہ معاویہ نے بسر کے پاس ابو بکرہ کے لئے ایک خط لکھا کہ زیاد کے لڑکے سے کوئی تعرض نہ کرے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے مبارک ساعت سمجھتے ہوئے سوچا کہ نبوت کے عظیم سرچشمے سے سیراب ہوں جس کے فیض یافتہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے چنانچہ ابو بکرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابو بکرہ کیا ہمیں آپ ذمہ داری کا کوئی کام بتائیں گے۔

کہا ہاں۔ اے امیر المومنین تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم اپنی اور اپنی رعیت کی حفاظت کرو اور نیک عمل کرو اس لئے کہ تم نے بہت بڑی ذمہ داری

AsliAhleSunnet.com

اٹھائی ہے یعنی مخلوق میں اللہ کی خلافت اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تمہاری ایک حد ہے اس سے تجاوز نہ کرو تمہارے پیچھے ایک آہستہ رو طالب رہے قریب ہے کہ تم انتہا کو پہونچ کر طلب کرنے والے سے مل جاؤ اور اس کے پاس پہونچ جاؤ جو تمہارے اعمال کے بارے میں تم سے سوال کرے جو تم سے زیادہ اس کا جاننے والا ہے یہ ایک محاسبہ اور مہلت ہے لہٰذا اللہ کی رضا پہ کسی چیز کو ترجیح مت دو۔[1]

ساتواں دن طلوع ہوا یہ ابوبکرہ کے لوٹنے کا آخری دن تھا کوفہ کے مسلمانوں پر غم کا بادل چھانے لگا اس ڈر سے کہ بسر بن ارطاۃ اپنی دھمکی پوری کریں گے۔

سورج نکلا اور بسر زیاد کے بیٹوں کو باہر نکال کر سورج کے غروب ہونے کا انتظار کرنے لگے تاکہ وعدے کے وجوب پر انہیں قتل کر دیں۔

لوگ اکٹھا ہو گئے ان کی آنکھیں ابوبکرہ کے انتظار میں گڑی ہوئی ہیں اچانک دیکھتے ہیں کہ ایک اصیل بار برداری کے گھوڑے پر تیزی سے چلے آرہے ہیں۔

وہ اس پر کھڑے ہو گئے پھر اس سے اترے اور اپنے کپڑے سے اشارہ کیا تکبیر پڑھی اس کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی تکبیر کہی پھر تیز رفتاری سے ان کے قتل کے لئے بسر کے پاس پہونچے اور انہیں معاویہ کا خط دیا چنانچہ انہوں نے محبوس کو رہا کر دیا۔

اس طرح امیر المؤمنین معاویہؓ نے بنی زیاد کو رہائی دلوائی ایک جلد باز

---

[1] طبری ج ۵ ص ۱۲۹ .

AsliAhleSunnet.com

آدمی کو امیر معاویہ کے اس تصرف میں جلد بازی نظر آتی ہے لیکن ان کا صبر اور بردباری تمام دشواریوں کو پارہ پارہ کر دیتی ہے وہ مصائب اور دشواریوں ہی کے لئے پیدا کئے گئے تھے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے بارے میں کہا ہے اس کے باوجود یہ دشواری ان کے لئے بڑی ہمت شکن تھی۔

چند مہینے انتظار کیا کہ شاید ابوبکرہ زیاد کو بیعت پر راضی کرلیں لیکن کچھ حاصل نہ نکلا ایک رات وہ بستر پر کروٹیں بدل رہے تھے اور نیند اچاٹ تھی۔ زیاد ان لوگوں میں سے نہیں تھا جن کو نظر انداز کیا جائے۔ معاویہؓ نے اس ارادے کے بارے میں لوگوں سے اطمینان حاصل کرنا چاہا اس کے لئے کس کو طلب کیا جائے چنانچہ عرب کے مدبر مغیرہ بن شعبہ آپ کے پاس آئے ان کو گرمجوشی سے خوش آمدید کہا ان کے پاس وہ شخص حاضر ہوا جس سے وہ اپنی تکلیف بتا سکیں۔ شاید ان کے اس ارادے پر معاون ہو سکیں ثقیف کے لوگ چالاک ہوتے ہیں شاید کہ مغیرہ کی کی دانشمندی ان دشواریوں کو حل کر دے۔

معاویہؓ نے جب انہیں دیکھا تو یہ اشعار پڑھے۔

انما موضع سر المرء ان باح بالسر اخوہ المنتصح

آدمی اگر راز افشا کرے تو اپنے ایسے بھائی پر کرے جو اس کا خیر خواہ ہو۔

فاذا بحت بسر فالی ناصح یستدرہ اولا تبح

اگر تم اپنا راز افشا کرو تو ایسے خیر خواہ سے کرو جو اسے چھپالے یا پھر اسے افشا نہ کرو

ہم نے مغیرہ کو دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی قربت کے دور میں فتنے کی ابتدا کے وقت ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ معاویہؓ کو معزول نہ کریں اس لئے کہ انہیں معاویہؓ کی شخصیت اور شام میں ان کی طاقت کا علم تھا پھر انہوں نے فتنے سے

AsliAhleSunnet.com

علیحدگی اختیار کی لیکن اس وقت وہ امیر المومنین معاویہ رضؓ کے پاس تمام طاقتوں اور عبقریت کے ساتھ موجود تھے اور اس وقت کوفہ کے گورنر تھے ۔

معاویہ رضؓ کو انہوں نے جب کچھ پریشان خاطر دیکھا تو ان سے کہا ۔

امیر المومنین اگر آپ وہ راز بتائیں گے تو مجھے اس بارے میں ناصح شفیق متقی اور قابل اعتماد پائیں گے ۔

اے امیر المومنین وہ راز کیا ہے ؟

معاویہ رضؓ نے کہا ۔ مجھے فارس میں زیاد کی بحفاظت اقامت اور یہاں آنے سے گریز کیوجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی ۔

مغیرہ نے چاہا کہ زیاد کی حیثیت اور اس سے متوقع خطرے کو معمولی بنا کر خلیفہ کی پریشانی کو کم کریں ۔

چنانچہ انہوں نے کہا ۔

اے امیر المومنین زیاد کی یہ حیثیت نہیں ہے ۔ درماندگی بری سواری ہے ۔ عرب کا ایک مدبر جس کے پاس بہت سامان ہے جو فارس میں قلعہ بند ہو کر تدبیر و حیلے میں مصروف ہے ۔ کیا خبر اس خاندان کے کسی فرد سے بیعت کر کے پھر نئے طور پر جنگ برپا کر دے ۔

مغیرہ : امیر المومنین کیا آپ مجھے اس کے پاس جانے کی اجازت دیتے ہیں ۔

ہاں ۔ تم ان کے پاس جاؤ اور نرمی کا معاملہ کرو ۔

مغیرہ نے اپنی سواری تیار کی ضرورت کے سامان اکٹھا کئے اور فارس کی طرف چل دیے ۔

فارس میں مغیرہ نے زیاد کا دروازہ کھٹکھٹایا ۔

AsliAhleSunnet.com

اس نے پوچھا دروازے پر کون ہے؟ کہا گیا مغیرہ بن شعبہ۔ وہ دوڑتا ہوا نکلا تاکہ اپنے عظیم مہمان مغیرہ بن شعبہ کا استقبال کرے جس سے ایک لمبی مدت سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ زیاد نے کہا پیش رو کامیاب ہو۔

مغیرہ نے اسے غنیمت کا موقعہ سمجھا کہ اتنی قربت اور اعزاز حاصل ہونے کے بعد معرض مدعا کریں۔

مغیرہ نے کہا اے ابو مغیرہ آپ تک یہ خبر پہونچی ہے کہ معاویہؓ نے جب مجھے تمہارے پاس بھیجا تو ڈر و خوف کو کمتر اور ذلیل چیز سمجھا۔

مغیرہ تھوڑی دیر خاموش رہے اور زیاد کے چہرے پر اس بات کی تاثیر پڑھنے لگے انہوں نے جب اسے ہمہ تن گوش پایا۔ تو آگے کہا۔

وہ نہیں جانتے تھے کہ حسنؓ کے علاوہ اس معاملے کی طرف کوئی اور ہاتھ بڑھائیگا اور حسنؓ نے اب بیعت کرلی ہے۔

پھر انہوں نے نظر جما کر زیاد کے چہرے کو غور سے دیکھا جب اسے پوری طرح متوجہ پایا۔

تو پھر کہا۔ استقرار سے پہلے اپنا انتظام کر لیجئے پھر معاویہ آپ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

زیاد نے کہا مجھے مشورہ دیجئے۔ اصل مطلب واضح کیجئے اور فضول باتیں چھوڑئیے اس لئے کہ مشیر امانت دار ہے۔

مغیرہ نے کہا۔ اصل رائے بری ہے اور کنارے ہیں کوئی خیر نہیں۔

میرا خیال ہے کہ آپ ان کے پاس چلیں اور ان سے اتحاد کرلیں۔

زیاد نے کہا سوچوں گا فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اور مغیرہ وہاں سے لوٹ آئے۔

ابھی تھوڑی ہی رات گذری تھی کہ زیاد نے ایک خط امیر المؤمنین کی طرف سے پایا اسے چاک کیا تو اس میں تحریر تھا۔

کس لئے تم خود کو تباہ کر رہے ہو میرے پاس آؤ اور اپنے تمام اموال کی خبر دو کہ کتنا مال جمع کیا اور کتنا صرف کیا اور اب کتنا باقی ہے تم پوری طرح محفوظ رہو گے اگر ہمارے پاس رہنا پسند کرو تو یہیں ٹھہر جانا اور اگر اپنے مقام امن کی طرف لوٹنا چاہو تو لوٹ جانا۔

یہ مکتوب فیصلہ کن ثابت ہوا۔ زیاد نے سوچا کہ مغیرہ کو بھیجنا۔ اور اپنے ہاتھ سے خط لکھنا دونوں باتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ معاویہ میری سلامتی کے خواہاں ہیں۔ چنانچہ بلا تردد رخت سفر کا عزم کیا اور ہر طرح کے سرد و گرم برداشت کرتا دشوار گذار پہاڑیوں اور فارس کی وسعتوں کو طے کرتا ہوا شام پہونچا اور امیر معاویہؓ کے یہاں اترا۔ معاویہؓ کے ایک طویل انتظار کے بعد یہ ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے زیاد کا شاندار استقبال کیا اور بڑے اعزاز سے پیش آئے۔ پھر اس موضوع پر آئے جو ان کے لئے باعث اضطراب تھا یعنی اس مال کا موضوع جس کے ذریعہ زیاد سلطنت کو ہلا سکتا تھا اور معاویہؓ کے پیروں سے زمین کھسکا سکتا تھا۔

معاویہؓ کا یہ خوف بجا تھا۔ چنانچہ سیاہ علم والی وہ جماعتیں جو فارس سے آئیں اور انہوں نے نبیؐ کے اہل بیت میں سے ایک آدمی سے بیعت کی انہیں جماعتوں نے تقریباً سو سال کے بعد اموی سلطنت کو جڑ سے اکھیڑ دیا

معاویہ نے زیاد سے اس کے پاس فارس سے آئے ہوئے مالوں کے بارے

AsliAhleSunnet.com

میں سوال کیا زیاد نے جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا۔ اس کی خبر دی نیز جو دیگر ضرورتوں میں صرف ہوا تھا اسے بھی بتایا معاویہؓ نے اس صرفے کی اور جو کچھ اس کے پاس باقی تھا اس کی تصدیق کر دی اور بقیہ اس سے لے لیا اور کہا۔

تم ہمارے خلفاء کے امین آدمی تھے۔ [۱]

زیاد نے کہا اے امیر المؤمنین تولیت سے پہلے میرے پاس مال تھا میں نے یہ مال باقی رکھنا چاہا اور تولیت سے جو کچھ میں نے لیا وہ چلا گیا۔

مغیرہ زیاد کی خبروں کا پتہ لگایا کرتے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ امیر المؤمنین کے پاس جا رہا ہے تو وہ بھی شام کی طرف چل دیے اور زیاد سے ایک مہینے بعد تاخیر کر کے پہونچے۔

معاویہؓ نے کہا اے مغیرہ تمہارے مقابلے میں زیاد کی دوری تقریباً ایک ماہ کی مسافت کی مقدار ہے۔ تم اس سے پہلے نکلے لیکن وہ تم سے پہلے پہونچ گیا۔

کہا اے امیر المؤمنین ماہر آدمی جب ماہر سے گفتگو کرتا ہے تو دلیل سے اسے خاموش کرتا ہے۔

کہا اچھا محتاط ہو جاؤ اور اپنا راز مجھے بتاؤ۔

مغیرہ نے جواب دیا۔

---

[۱] طبری ج ۵ ص ۱۷۸ بروایت ابن جریر عن عمر بن شبہ (ثقہ) عن علی بن محمد (صدوق)، عن مسلمہ بن محارب (جن کا نام نہیں)

AsliAhleSunnet.com

کہ زیاد آیا تو اسے زیادتی کی امید تھی اور میں آیا تو مجھے نقصان کا ڈر تھا اس طور پر یہ تینوں مدبرین اکٹھا ہو گئے ان میں چوتھے شخص عمرو بن العاص تھے جو مصر میں وقت کے منتظر تھے دوسرے دو مدبرین کے سلسلے میں معاویہ نے صرف مشورہ پر اکتفا کیا جو حکمت و تدبر کے پہاڑ تھے لیکن زیاد اب بھی تجربے اور آزمائش کے مرحلے میں تھا۔

زیاد نے معاویہ سے کوفہ میں اقامت کے لئے جانے کی اجازت چاہی انہوں نے احتیاط کی شرط پر اجازت دے دی۔

خلیفہ یہ جانتے تھے کہ کوفہ ان کے دشمنوں کا گڑھ ہے وہ اگرچہ بیعت و ولایت کو تسلیم کر چکے ہیں لیکن ان کے دل دشمنی کی طرف مائل ہیں۔

زیاد کوفہ آیا معاویہ کی خبریں اسے برابر پہونچ رہی تھیں زیاد یہ جانتا تھا کہ معاویہ اس کا تتبع رکھیں گے چنانچہ اس نے نرم رویہ اختیار کیا اور خود کو امیر کوفہ مغیرہ بن شعبہ سے منسلک کر رکھا معاویہ کے پاس بعض خبریں پہونچیں کہ زیاد کبھی کبھی جماعت سے رہ جاتا ہے انہوں نے فوراً ایک خط بھیجا۔

زیاد نے سلیمان بن صرد، حجر بن عدی، شبیث بن ربعی۔ ابن الکرار اور عمرو بن الحمق کو جماعت سے نماز کے لئے لیا کرو۔

وہ سب حضرات ان کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتے تھے۔

مغیرہ چاہتے تھے کہ زیاد کی زیادہ سے زیادہ عزت و اکرام کریں چنانچہ جب نماز کا وقت ہوتا تو اس سے کہتے آپ نماز پڑھائیے۔

وہ جواب دیتا کہ آپ پڑھائیں اپنے دائرۂ ولایت میں آپ مجھ

AsliAhleSunnet.com

سے زیادہ حق دار ہیں۔[1]

شیعان علی گمراہ خارجیوں کے مقابلے میں

معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تیسرا سال گذر رہا تھا۔ مسلمانوں کے آپسی اختلافات مٹ چکے تھے یا مٹنے کے قریب تھے۔ معاویہؓ کی بردباری نے تمام دشواریاں دور کر دی تھیں۔ اب وقت آگیا تھا کہ جہاد کے لئے نئے سرے سے کوشش شروع ہو۔ جب کہ چار سال بلکہ اس سے زیادہ مدت سے یہ سلسلہ معطل ہو گیا تھا اب ابتداء کی طرف لوٹنا تھا چنانچہ ارض روم پہ غزوات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کا بصرہ سے تبادلہ کر کے اسلامی سرحدوں پہ لشکر کی قیادت کے لئے مقرر کیا یہ حکومت میں سخت تھے لہٰذا یہ سختی اللہ کے دشمنوں پہ ہونی چاہیئے۔ اب معاویہ مسلمانوں کے مسائل کی طرف متوجہ ہوئے اس سال جس حادثے نے معاویہؓ کو دھکا پہونچایا وہ عمرو بن العاص کی وفات ہے جو ارض مصر میں ان کی طرف سے انتظام سنبھالے ہوئے تھے چنانچہ فوراً ان کے لڑکے عبداللہؓ کو وہاں کا والی بنا دیا جو پرہیزگاری اور تقوی شعاری میں بے مثل تھے۔[2]

---

[1] طبری ج ۵ ص ۱۸۰ بروایت عمر بن شبہ عن علی بن محمد عن سلیمان بن ارقم یہ روایت ضعیف ہے۔

[2] عمرو بن العاص کے سکرات موت کے وقت کی کیفیت یہ ہے کہ امام احمد نے

AsliAhleSunnet.com

اسی عرصے میں ایک بڑا داخلی خطرہ در پیش ہوا کہ عراق میں خارجیوں نے
ایک انقلابی شورش برپا کی لیکن اس حادثے سے انہیں زیادہ الجھن یہ تھی اس

(بقیہ صفحہ ۳۷۳ کا)

عبدالرحمٰن بن شماسہ سے روایت کی ہے کہ جب وفات کا وقت آیا تو عمرو بن العاص رو پڑے ان کے لڑکے عبداللہ نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں کیا موت کا ڈر ہے؟ کہا نہیں بلکہ موت کے بعد کا خوف ہے۔ عبداللہ نے کہا آپ تو بھلائی پر تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور شام کی فتح کا ذکر فرمایا۔ عمرو نے کہا تم نے ان سب سے بہتر چیز چھوڑ دی یعنی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت پھر عمرو اپنی زندگی کے سلسلے کا جائزہ لینے لگے فرمایا میری زندگی کے تین مرحلے ہیں۔ ہر ایک مرحلے میں میں نے خود کو پہچانا۔

میں قریش میں کفر میں پیش پیش تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت متشدد تھا اگر اس حال میں مر جاتا تو یقیناً جہنمی ہوتا۔

لیکن جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی تو سب سے زیادہ حیا میں آپ سے کرتا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا اور نہ اپنے کسی ارادے میں آپ سے مراجعت کی۔ میں نے ایسا شرم کی وجہ سے کیا یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔

اگر میں اس وقت انتقال کر جاتا تو لوگ کہتے عمرو کو مبارک ہو کہ وہ اسلام لایا، اور خیر پر قائم رہا اور اسی پر مر گیا ہم اس کے لئے جنت کی امید کرتے ہیں۔

پھر اس کے بعد حکومت اور امور دنیا میں مشغول ہوا اب مجھے معلوم نہیں کہ اس کا مجھے نقصان ہوگا یا فائدہ۔ لہٰذا جب میں مر جاؤں تو کوئی عورت مجھ پر گریہ

AsliAhleSunnet.com

لئے کہ وہ جانتے تھے کہ مغیرہ بن شعبہ دشواریوں پر قابو رکھنے والے ہیں۔

مغیرہ نے اپنی عبقریت سے کام لیتے ہوئے شجاعت و بہادری میں منفرد اشخاص کو خوارج سے جنگ کے لئے روانہ کر دیا ان کو بغاوت کا علم ہونے کے بعد اپنے اقدام کے آغاز میں کہا۔

لوگو! تم جانتے ہو کہ میں ہمیشہ تمہارے لئے امن و عافیت ہی چاہتا ہوں اور تمہیں تکلیف سے بچاتا ہوں بخدا مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ چیز تم میں سے احمق لوگوں کو بد آموز نہ کر دے مگر بردبار اور پرہیزگار لوگوں سے اس کی امید نہیں ہے۔ بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ احمق اور جاہل لوگوں کے سبب سے بردبار اور پرہیزگار لوگوں کے مواخذہ پر مجبور نہ ہو جاؤں۔

(بقیہ صفحہ ۳۷۶ کا) نہ کرے میرے پیچھے کوئی ستائش کرنے والا نہ چلے اور نہ آگ لے جائی جائے میرے اوپر میرا تہ بند باندھ دینا کہ مخاصم ہوں گا میرے اوپر مٹی آہستہ سے ڈالنا میرا دایاں پہلو بائیں پہلو سے زیادہ مٹی کا حقدار نہیں ہے میری قبر میں کوئی لکڑی یا پتھر مت رکھنا جب تم مجھے دفن کر دو تو میری قبر کے پاس اونٹ کے ذبح کرنے کی مقدار ٹھہر جانا تاکہ میں تمہاری وجہ سے انسیت حاصل کروں۔ مسلم نے اپنی صحیح میں یزید بن ابی حبیب سے یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔

شاید یہ جائزہ جو عمرو بن العاص نے اپنی زندگی کے تین اصول کے بارے میں پیش کیا اس سے معاویہ کے ساتھ ان کے موقف کے متعلق ان کی نفسیات کی ایک تصویر سامنے آتی ہے انہوں نے اجتہاد کیا۔ انہیں نہیں معلوم کہ درستگی کو پہونچے یا خطا کی انہوں نے وسعت بھر حق کی جستجو کی وہ اب اللہ سے مغفرت کے طالب ہیں اگر ان سے حق کے پانے میں چوک ہو گئی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

یہ مغیرہ کی سیاست میں نئی تبدیلیوں کا پیش خیمہ تھا۔ مغیرہ بن شعبہ کی طرح کوئی بھی شخص اہل کوفہ کی نفسیات کی حقیقت جاننے اور ان کی دشواریوں کو حل کرنے میں ان کے پائے کا نہیں تھا۔ مغیرہ وہی ہیں جنہیں حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کی دشواری حل کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا اہل کوفہ نے خاص طور سے اس وقت نہایت خوف محسوس کیا جب گفتگو میں شدید ڈانٹ پھٹکار اور فیصلہ کن لہجے کو دیکھا۔ مغیرہ کہہ رہے تھے۔

لوگو! اپنے احمق لوگوں کو اس وقت کے آنے سے پہلے روک لو جب مصیبت سب کے لئے عام ہو جائے مجھے بتایا گیا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ شہر میں اختلاف پیدا کرنا چاہتے ہیں بخدا ایسے لوگ عرب کے جس خاندان میں بھی ملیں گے۔ میں انہیں ہلاک کردوں گا اور بعد کے لوگوں کے لئے نمونۂ عبرت بنادوں گا۔

میں اس جگہ حجت قائم کرنے اور تنبیہ کردینے کے لئے کھڑا ہوا ہوں[۲]

کوفہ کے ایک بڑے سردار معقل بن قیس ریاحی جو شیعان علی میں مقتدر شخصیت رکھتے تھے حرکت میں آئے انہوں نے کہا۔

اے امیر کیا ان لوگوں میں سے کسی کا نام لیا گیا ہے اگر نام لیا گیا ہے تو ہمیں بتائیے کہ وہ کون ہیں اگر وہ ہم میں سے ہیں تو آپ کی طرف سے ہم ان کے لئے کافی ہیں اور اگر ہمارے علاوہ ہیں تو ہمارے شہر کے اہل طاعت کو حکم دیجئے کہ وہ آپ کے پاس اپنے اپنے قبیلے کے احمق لوگوں کو پکڑ کر لے آئیں۔

---

[۱] طبری ج ۵ ص ۱۸۲ سنہ ۴۳ ھ

[۲] طبری ج ۵ ص ۱۸۲ ۔ ۱۸۳ سنہ ۴۳ ھ

AsliAhleSunnet.com

مغیرہؓ نے کہا مجھے کسی کا نام نہیں بتایا گیا ہے لیکن مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ ایک جماعت نے شہر میں بغاوت پھیلانے کا ارادہ کیا ہے۔

معقل نے جواب دیا اللہ آپ کو سلامت رکھے میں اپنی قوم میں چلتا ہوں اور ایسے لوگوں سے نمٹ لیتا ہوں اسی طرح تمام سردار اپنی قوم کے ساتھ کریں۔

مغیرہ نے یہ بات معقل بن قیس کے منہ سے اچک لی اور کہا جاؤ اور سرداران کوفہ کو ایک رازدارانہ اجتماع کی دعوت دے آؤ۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو مغیرہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔

کہ جو معاملہ تھا وہ آپ سب لوگوں نے جان لیا اور میں نے جو کچھ کہا وہ سن لیا لہٰذا ہر قبیلے کا سردار میری طرف سے اپنی قوم کی ذمہ داری لے ورنہ اس ذات کی قسم جس کے سوا معبود نہیں ہے میں تمہاری جانی ہوئی باتوں سے نامانوس باتوں کی طرف اور تمہاری پسندیدہ باتوں سے ناپسندیدہ باتوں کی طرف پھر جاؤں گا پھر ملامت کرنے والا خود کو ملامت کرے گا جس نے تنبیہ کر دی وہ معذور ہے۔[1]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب اس تنبیہ سے فارغ ہوئے اور رؤسا اپنے قبیلوں کی طرف جانے کے لئے حرکت میں آئے تو انہوں نے ان لوگوں کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دلاتا اور جو فتنے بھڑکاتے اور افتراق پیدا کرتے ہیں ان کی خبر کا مطالبہ کیا۔

مغیرہ کا یہ اقدام زبردست طور پر کامیاب ہوا شیر اپنی جھاڑیوں سے

---

[1] طبری ج ۵ ص ۱۸۲ - ص ۱۸۳ سنہ ۴۳ھ

AsliAhleSunnet.com

نکلے اور فوجی دستے جنگ کے لئے بہادری کے ساتھ پیاپے نکلے گویا کہ حضرت علی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ ان کی قیادت کر رہے ہیں۔

قبیلہ عبد قیس کا رئیس صعصعہ بن صوحان تقریر کر رہا تھا اور خوارج اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

یقیناً اللہ نے جس کے لئے بے پناہ حمد ہے جب مسلمانوں میں فضل و برتری کی تقسیم کی تو اس کا بہترین حصہ تمہیں دیا اور تم نے اللہ کے اس دین کو اختیار کیا جو اس نے خود اپنے لئے اور اپنے فرشتوں اور پیغمبروں کے لئے پسند کیا ہے پھر تم اس پر قائم رہے یہاں تک کہ اللہ نے اپنے رسول کو اپنے پاس بلا لیا پھر لوگوں نے اختلاف کیا تو ایک گروہ حق پر قائم رہا اور دوسرا گروہ مرتد ہو گیا ایک گروہ نے مداہنت کی اور ایک نے انتظار کو اپنایا تم اللہ کے دین اور اس کے رسول پر ایمان کے پابند رہے تم نے مرتدوں سے جنگ کیا یہاں تک کہ دین قائم ہو گیا اور اللہ نے ظالموں کو ہلاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر چیز میں اور ہر حال میں تمہیں بھلائی عطا کرتا رہا یہاں تک کہ امت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک گروہ نے کہا کہ ہم طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو چاہتے ہیں ایک نے کہا ہم اہل مغرب کو چاہتے ہیں ایک گروہ نے کہا ہم عبد اللہ بن وہب راسبی راسب ازد کو چاہتے ہیں۔

اور تم نے کہا کہ ہم صرف اہل بیت کو چاہتے ہیں اللہ نے اپنی توفیق سے تمہیں اولیں برتری عطا کی آج تک تم اسی حق پر قائم ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ اور ان لوگوں کے ذریعہ جو تمہاری طرح ہدایت پر تھے جنگ جمل کے دن وعدہ توڑنے والوں اور نہر کے دن بددین ہو جانے والوں کو ہلاک

AsliAhleSunnet.com

کر دیا۔ اس نے اہل شام کے ذکر سے سکوت اختیار کیا اس لئے کہ دبدبہ اس وقت انہیں کا تھا۔

اللہ کی۔ تمہاری۔ تمہارے نبی کے اہل بیت کی اور مسلمانوں کی جماعت کی بدترین دشمن یہی گمراہ جماعت ہے۔ جنہوں نے ہمارے امام کو جدا کیا ہمارا خون حلال کیا اور ہمیں کافر ٹھہرایا۔

خبردار تم انہیں اپنے گھروں میں پناہ دینے سے بچو۔ ان کا حال مت چھپاؤ قبائل عرب میں سے ہر خاندان کے لئے یہ لازم ہے کہ اس گمراہ جماعت کی دشمنی میں سب سے بڑھ کر ہو۔ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ ان میں سے بعض لوگ ایک قبیلہ میں ہیں اور میں اس سلسلے میں تحقیق کر رہا ہوں اگر یہ بات درست نکلی تو میں ان کے خون سے اللہ کی قربت طلب کروں گا اس لئے کہ ان کا خون حلال ہے پھر کہا۔

اے عبد القیس کے لوگو! ہمارے یہ والی تمہیں اور تمہارے خیالات کو زیادہ جانتے ہیں اس لئے انہیں اپنے خلاف کوئی راستہ نہ دو کیونکہ وہ تمہارے اور تم جیسے لوگوں کی طرف بہت جلد پہنچ سکتے ہیں۔

پھر ایک طرف بیٹھ گیا۔[۱]

صعصعہ کے لئے ضروری تھا کہ اپنی قوم کے موقف کا جائزہ لے تاکہ انہیں اس سیدھی راہ پر لگا سکے جس کی ذمہ داری ان لوگوں نے اللہ کے

---

[۱] طبری ج ۵ ص ۱۸۶۔

AsliAhleSunnet.com

دین میں فوج در فوج داخل ہونے کے وقت ہی سے قبول کی ہے وہ اس پوزیشن میں ہو گیا کہ اپنی قوم کو خوارج کے مقابلے میں ایک متحدہ صف میں کھڑا کردے وہ حق کے لئے اس وقت بہت جری تھا جب اس نے اہل بیت کی نصرت کی بات کہی تھی وہ مع اپنی قوم کے انہیں کے متبعین میں سے تھا اس وقت ہر خاندان کے رئیس کی طرف سے اسے موافقت حاصل ہو گئی انہوں نے کہا اللہ ان پر لعنت کرے اور ان سے بری ہو ہرگز نہیں بخدا ہم انہیں پناہ نہیں دیں گے اور اگر ہم نے ان کی جائے رہائش کی خبر پائی تو تمہیں اس کی اطلاع دیں گے۔

سوائے سلیم بن محدوج کے جس نے اپنے پاس خوارج کو چھپا رکھا تھا وہ اپنے گھر گیا لیکن اس کے سینے میں غم و اندوہ کروٹیں لے رہا تھا گھٹن اس کی سانسوں کو اکھیڑے دے رہی تھی۔ خوارج اس کی یہ صورت حال دیکھ کر بھانپ گئے۔ چنانچہ فجر طلوع ہونے تک ان کے گھر میں کسی کا پتہ نہ تھا۔[۱]

وہ سب وہاں سے بہت دور چلے گئے اور کوئی باقی نہ رہا۔ سلیم کے لئے بہتر یہ تھا کہ فتنہ کو گھیرنے کے لئے زمین ہموار کرتا اور انہیں منتشر ہونے سے پہلے پکڑ لیا جاتا وہ جہاں بھی جاتے اور کہیں بھی ٹھہرتے ان کے ساتھ پھیلتا مگر اس نے اپنے پیمان کو توڑ کر بھروسہ کرنے والے کے ساتھ بے وفائی سے انکار کر دیا اور اب اس کے سامنے کوچ کے علاوہ کوئی حل نہیں تھا۔

لیکن صعصعہ بن صوحان کو ہوش آ گیا اور صبح ہی کو مغیرہ بن شعبہ کے

---

[۱] طبری ج ۵ ص ۱۸۷۔

AsliAhleSunnet.com

پاس گیا اس کے دل میں مختلف خیالات امڈ رہے تھے؟

تمہارا خیال ہے کہ خوارج کے مقابلے میں جو حملہ ہوگا اس کی قیادت تمہیں سونپی جائے گی؟

لیکن اس کے اور امیر کے درمیان کچھ ملامتیں ہیں آل بیت کی محبت اس کے دل میں مشتعل ہے امیر نے کتنی بار اسے نصیحت کی کہ عام مجالس میں ان کی مدح سے باز آجائے لیکن سب بے فائدہ۔ نیز یہاں دو اور مد مقابل اشخاص اس گمراہ فرقے کے مقابلے میں حملے کی قیادت کے خواہش مند موجود ہیں لیکن کوئی حرج نہیں وہ خود کو اس عظیم خدمت کے لئے پیش کرے گا۔

صعصعہ امیر کی مجلس میں پہونچا مجلس میں موقع نکلنے سے پہلے اس نے خوارج کے حملے کی قیادت کے لئے خود کو پیش کیا اس وقت امیر کے عتاب سے متعلق اپنے شکوک کو دفع کرنے کی وہ کوشش کر رہا تھا لیکن ممکن نہ تھا کہ امیر کوفہ کی مجلس میں گفتگو کی ابتدا کرے اس لئے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔

چنانچہ وہ موقعہ آگیا امیر نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد گفتگو شروع کی ان کے ارد گرد رؤسا بیٹھے ہوئے تھے اس بد بخت گروہ کو ہلاکت اور بری رائے نے باہر نکالا ہے تمہارے خیال میں ان کی طرف کس کو بھیجوں؟

عدی بن حاتم نے کہا ہم میں سے ہر ایک ان کا دشمن اور ان کے خیالات کو احمقانہ تصور کرتا ہے۔ ہم سب آپ کے اطاعت شعار ہیں ہم میں سے جس کو چاہیں ان کی طرف بھیج دیجئے۔

معقل بن قیس نے کہا آپ اپنے ارد گرد جتنے اشراف کوفہ کو دیکھ رہے

AsliAhleSunnet.com

ہیں جس کسی کو بھیجیں گے ان کو مطیع فرمان پائیں گے اور ان سب کی ہلاکت کو پسند کرنے والا دیکھیں گے

میں سمجھتا ہوں اللہ آپ کو سلامت رکھے کہ ان کی طرف بھیجے گئے لوگوں میں سے زیادہ ان کا دشمن اور متشدد اور کسی کو نہیں پائیں گے لہذا مجھے بھیج دیجئے اللہ کے حکم سے میں آپ کے حق میں ان کے لئے کافی ہوں گا۔

مجلس میں طویل گفتگو کے بعد امیر مغیرہ بن شعبہ معقل بن قیس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اللہ کا نام لے کر نکلو۔

مغیرہ نے اس کے لشکر کے ایک سردار قبیصہ بن دموں کو طلب کیا اور اس کے ذمہ فوج کی تیاری کا کام سونپا اور کہا۔

شیعان علی کو ساتھ لو اور معقل بن قیس کے ساتھ نکلو کہ وہ ان کے سرداروں میں سے تھا جب شیعوں کے پاس یہ خبر پہنچی گے سب اکٹھا ہو گئے آپس میں اظہار انس و نصیحت کریں گے اور وہ اس گمراہ فرقے کے خون بہانے میں سب سے زیادہ سخت اور دوسروں سے اس معاملے میں جری ہیں اور وہ اس سے پہلے لڑائی بھی کر چکے ہیں۔

قبیصہ کے بارے میں مغیرہ کا حسن ظن صحیح تھا انہوں نے تین ہزار فوجی تیار کئے جو شیعان علی کے مغز اور شہسوار تھے معقل بن قیس مغیرہ کے پاس سلام کرنے اور رخصت ہونے کے لئے آئے مغیرہ نے ان سے کہا اے معقل میں نے تمہارے ساتھ کوفہ کے شہسواروں کو بھیجا ہے میں نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے چیدہ لوگوں کو تیار کیا جاؤ اور ان گمراہ لوگوں کو جنہوں نے ہماری جماعت کو چھوڑ دیا اور ہمیں کافر ٹھہرایا انہیں پہلے توبہ کی دعوت

AsliAhleSunnet.com

دو اور جماعت میں داخل ہونے کی طرف بلاؤ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو ان سے رک جاؤ اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے اعلان جنگ کر دو اور ان پر غلبہ کے لئے اللہ سے استعانت طلب کرو۔

معقل نے دلیری اور ہوش مندی سے جواب دیا۔

ہم انہیں دعوت دیں گے اور اتمام حجت کریں گے لیکن اگر انہوں نے حق کو قبول نہ کیا تو ہم ان سے باطل کو بھی قبول نہیں کریں گے۔

اللہ کا نام لے کر لشکر روانہ ہوا اور لڑائی اس وقت تک چلتی رہی تا آں کہ فتنہ ختم ہو گیا اور یہ گمراہ جماعت فنا کے گھاٹ اتر گئی ان کا سردار مارا گیا اور مغیرہ کے عظیم تدبر سے ادب میں اتحاد پیدا ہو گیا اور عراق کے شیعان علی اس آزمائش میں بہت کھرے ثابت ہوئے۔

خوارج کے مقابلے پر ساری طاقتیں متحد ہو گئیں یہ جدید ترین نہروان تھا جس نے امت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والوں کے خلاف قطعی اور فیصلہ کن موقف اختیار کیا۔

○

AsliAhleSunnet.com

مشرق کا والی زیاد

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کوفہ و بصرہ کے مسائل میں ایک اٹکاؤ رہتا تھا لیکن امیر معاویہ عظیم دشمنوں کے موجود ہونے کے باوجود کوفہ سے مطمئن ہو گئے اور یہ بات مغیرہ کی حکمت و تدبر کے سبب سے تھی انہیں نے خوارج کے مقابلے میں وہاں کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کیا اور اپنی بہترین سیاست سے خلیفہ کے لئے وہاں کی جملہ دشواریوں کو قابو میں کر لیا۔

لیکن بصرہ اور اس کے مضافات پر عبداللہ بن عامر والی تھے فتوحات میں عبداللہ بن عامر کو یہ کھا جا چکا تھا مگر نرمی کا پہلو ان پر غالب تھا جس کے سبب سے حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ڈھیلی پڑ گئی ایک انتشار اور لاقانونیت برپا تھی، چوروں کی کثرت ہو گئی۔ بد دین کھل کھیلے۔ امن درہم برہم ہو گیا۔ بصرہ اور اس کے متصل علاقہ فتنوں کا گڑھ بن گیا۔

زیاد نے خلیفہ سے بیعت کے بعد کوفہ میں رہائش اختیار کی تھی اس کی مثال بیڑیوں میں جکڑے ہوئے شیر کی سی تھی وہ اپنی آنکھوں سے یہ بدنظمی

AsliAhleSunnet.com

اور انتشار دیکھ رہا تھا لیکن کسی پر اس کا قبضہ نہ تھا۔ ابن عامر امیر بصرہ نے زیاد کے پاس بصرہ کے فساد اور بگاڑ کی شکایت کی اس نے کہا ان کے لئے تلوار میان سے باہر کھینچ لو۔

امیر نے کہا میں خود کو بگاڑ کر ان کی اصلاح پسند نہیں کرتا۔

معاملہ حد سے آگے بڑھ گیا دانشمند لوگ پریشان ہو گئے اور اسے حدود اللہ کے نفاذ کے لئے فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے لئے دعوت دی۔

اس نے کہا میں کس طرح لوگوں کو اکٹھا کروں اور ایسے آدمی کی طرف کیسے دیکھوں جس کے باپ اور بھائی سے میں نے قطع تعلق کر لیا ہے۔

یہ طریقہ اس اسلامی منہج کے خلاف بغاوت تھی جس میں قوانین وضوابط مجرموں کی سزا اور بدکرداروں کو روکنے کے لئے وضع کئے گئے قرآن نے وضاحت و تاکید سے بتایا ہے کہ ان امور میں رحم سے کام لینا امام کے کندھوں پر ڈالے گئے بار امانت کے لئے خیانت ہے۔

سزا کے زنا کے متعلق قرآن نے اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ۔ اللہ کے دین میں ان دونوں کے بارے میں تمہارے اوپر رحم کا غلبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

خلیفہ وقت امیر معاویہؓ اپنے رکن رکین عمرو بن العاص کی رحلت کے بعد تنہا بار خلافت کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے تھے. عراق جو چار سال سے ان سے برسر پیکار تھا اور اس کے مختلف خطوں میں جو واقعات وحادثات پیش آتے تھے ان کی خبریں پیہم ان کو پہونچ رہی تھیں جب بھی ان کے پاس کوئی وفد آتا تو اس سے بڑی حسرت سے سوالات کرتے۔

AsliAhleSunnet.com

سب سے زیادہ انہیں بصرہ کے حالات کی فکر تھی ایک مرتبہ جب کوفہ کا ایک وفد ان کے پاس آیا جس میں ابن کوا ر لشکری بھی تھا بصرہ کے حالات جاننا چاہا۔

ابن کوار نے کہا۔

اہل بصرہ کو ان کے احمقوں نے برباد کر دیا ان کی طاقت کمزور پڑ گئی۔

بصرہ کے متعلق یہ اولین خبر نہ تھی جو معاویہ کو پہونچی بلکہ اس سے متعلق ایک عرصے سے وہ پریشان تھے اخیر میں انہوں نے فیصلہ کیا کہ بصرہ کی تولیت زیاد کو سونپنا ضروری ہے تاکہ وہ بصرہ کی بگڑی ہوئی صورت حالات کو کنٹرول کر سکے لیکن ابن عامر کا حق قرابت اور مقام جہاد آڑے آرہا تھا . . . یہیں امت کی خیر خواہی افراد کی مصلحت پر فوقیت رکھتی ہے۔ بصرہ کے لئے دوراندیش اور عقل مند والی کی ضرورت ہے جس کے لئے زیاد سے مناسب کوئی نہیں ہے جسے معاویہ کے اپنے نسب سے ملانے کے بعد زیاد بن ابی سفیان کے نام سے پکارا جانے لگا تھا۔[1]

---

[1] قاضی ابوبکر بن العربی اپنی کتاب العواصم من القواصم ص ۲۴۰ ۲۴۱ میں لکھتے ہیں موضوع گفتگو معاویہ کا زیاد کو اپنے نسب میں شامل کرنا ہے لوگوں نے اس پر گرفت کی ہے لیکن اس میں گرفت کی کیا بات ہے اگر یہ بات انہوں نے اپنے باپ سے سنی ہو اور ابوسفیان کے لئے کون سی عار کی بات ہے کہ جاہلیت میں ولد الزنا کو خود سے منسوب کریں یہ بات معلوم ہے کہ سمیہ ابوسفیان کی نہ تھی نہ ہی زمعہ کی بیٹی عتبہ کی تھی لیکن عتبہ کے لئے اس بارے میں نزاع درپیش تھی اور

(بقیہ صفحہ ۳۹۰ پر)

AsliAhleSunnet.com

یہ ان کی خلافت کے چوتھے سال ہوا جب امیر المؤمنین نے حکومت کے انتظام کو تمام طرف سے محکم کر لیا اور اسے اپنی دانشمندی اور حکمت سے مضبوط کر دیا۔

معاویہ رضؓ نے عبداللہ بن عامر کو ملاقات کے لئے بلایا۔ ابن عامر آیا اور خلیفہ کے معزز و مکرم مہمان کی حیثیت سے ٹھہرا۔ خلیفہ نے اس سے امارت کے سلسلے کی کوئی بات نہیں کی لیکن جب لوٹنا چاہا تو معاویہ اسے رخصت کرنے کے لئے ساتھ ساتھ چلے اور آخری موقعہ پر اپنا یہ خطا تیر چھوڑا۔

معاویہؓ: میں تم سے تین چیزیں طلب کرنے والا ہوں کہدو کہ وہ تمہاری ہیں

ابن عامر: وہ تمہاری ہیں اور میں ابن ام حکیم ہوں۔

معاویہؓ: میرا کام مجھے لوٹا دو اور خفا نہ ہو۔

ابن عامر: میں نے ایسا ہی کیا۔

معاویہؓ: اپنا عرفہ کا مال مجھے دے دو۔

(بقیہ صفحہ ۳۹۶ کا)

معاویہ رضؓ کے لئے زیاد کے بارے میں کوئی نزاع نہ تھی حارث بن کلدہ نے زیاد کو نہیں پکارا اور نہ وہ اس کی طرف منسوب تھا حالاں کہ وہ اس کی لونڈی کا لڑکا تھا جو اس کے گھر میں پیدا ہوا لہذا جس کسی نے پکارا وہ اس کا ہو گیا مگر کوئی اس سے زیادہ قریبی اس کے آڑے آئے لہذا معاویہ کے لئے یہاں کوئی جائے طعن نہیں بلکہ امام مالک کے مذہب کے مطابق اسی بارے میں انہوں نے حق کیا۔ اگر کہا جائے کہ صحابہ نے اسے ناپسند کیوں کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے بس جس کا خیال ہوا کہ نسب ایک وارث کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا اس نے اس کا انکار کیا اور اس کو اہمیت دی

AsliAhleSunnet.com

ابن عامر: میں نے ایسا ہی کیا۔

معاویہؓ: اپنے مکہ کے گھر مجھے دے دو۔

ابن عامر: میں نے ایسا ہی کیا۔

معاویہؓ: تم صلہ رحمی کے مستحق ہو۔

—— ابن عامر سمجھ گیا کہ معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ پوری طرح محسوس کرنے لگا کہ معاملہ اس سے بڑا ہے اس وقت اس نے اپنی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے کہا۔

اے امیر المومنین میں آپ سے تین چیزوں کا سوال کرتا ہوں کہہ دیجئے کہ وہ تمہاری ہیں۔

کہا وہ تمہاری ہیں اور میں ابن ہند ہوں۔

ابن عامر: آپ میرا عرفہ کا مال مجھے لوٹا دیں۔

معاویہؓ: میں نے ایسا ہی کیا۔

ابن عامر: عامل کی حیثیت سے میرا محاسبہ نہ کریں اور نہ تحقیقات کریں ——

معاویہؓ: میں نے ایسا ہی کیا۔

ابن عامر: اور مجھ سے اپنی بیٹی ہند کا نکاح کر دیں۔

معاویہ: میں نے ایسا ہی کیا[1]

اس طرح یہ مسئلہ ختم ہو گیا۔

---

[1] طبری ج ۵ ص ۲۱۳، ص ۲۱۴ بروایت عمر بن شبہ عن علی بن محمد۔

AsliAhleSunnet.com

طے شدہ منصوبے کے برخلاف معاویہ نے حارث بن عبداللہ ازدی کو مبہم طریقے سے بصرہ کا والی بنا کر بھیج دیا تاکہ تمام لوگ اور رشتے دار ابن عامر کی معزولی کو فراموش کردیں یہ سن پینتالیس کا واقعہ ہے چار مہینے گذرنے کے بعد معاویہ سے بصرہ پر زیاد کی تولیت کا اعلان کیا نیز بصرہ کے ساتھ خراسان اور سجستان کا بھی اور اس طرح پورے مشرق سے مطمئن ہوگئے اور ہند، بحرین اور عمان ان کے لئے اکٹھا ہوگئے۔

اب ہم زیاد والی بصرہ کے حالات دیکھیں اور اس کے تدبر کا مشاہدہ کریں بصرہ کے دانشمندوں اور لغوکار بے وقوفوں پر اس کی امارت کا اثر ملاحظہ کریں۔

جامع مسجد بصرہ میں مسلمانوں کے سامنے اس نے جو خطبہ دیا اسے سنیں یہ وہ خطبہ ہے جس نے حالات میں انقلاب پیدا کردیا اور غلط کاروں کی چولیں ہلادیں[1]

---

[1] کہا گیا ہے کہ اس خطبے میں اس نے اللہ کی حمد بیان نہیں کی اس لئے اس کا نام خطبہ بترا (دم بریدہ) رکھا گیا۔ ایک قول یہ ہے، کہ اس نے اللہ کی حمد کی تھی اور کہا تھا کہ اللہ کے کرم و احسان پر ہر طرح کی تعریف اسی کے لئے ہے ہم اسی سے مزید انعام کا سوال کرتے ہیں اے اللہ جس طرح ہمیں نعمتیں عطا کیں ہمیں ان نعمتوں پر شکر کی بھی توفیق دے۔

AsliAhleSunnet.com

خلافت سے ملوکیت تک

زیاد نے اپنے خطبے میں کہا۔ اما بعد!

یہ عام جہالت اور گھٹا ٹوپ ضلالت اور عصیان شعاری جو بھڑکتی آگ بن کر لپٹنے والی ہے یہ تمہارے احمق لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے اور تمہارے بڑے بڑے بردبار لوگ اس میں گرفتار ہیں چھوٹے اسی میں پنپ رہے ہیں اور بڑے اس سے کنارہ کش نہیں ہوتے گویا کہ تم نے اللہ کی آیات نہیں سنیں خدا کی کتاب نہیں پڑھی اطاعت شعاروں کے لئے جو بہترین ثواب اور اہل معصیت کے لئے جو دردناک عذاب تیار کیا ہے جو ایک نا ختم ہونے والی زندگی تک باقی رہے گا اسے تم نے نہیں سنا۔

کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی آنکھیں دنیا نے اچک لیں اور کان خواہشات نفس نے بند کر دیئے اور فانی کو باقی کے مقابلے میں ترجیح دیا تمہیں ہوش نہیں کہ تم اسلام میں ایسے حادثہ کے موجب ہوتے ہو جس کی مثال نہیں

AsliAhleSunnet.com

ہے۔ تم نے دن دھاڑے بدکاری کے اڈوں کو چھوڑ رکھا ہے جبکہ تعداد کم نہیں ہے۔

کیا تم میں ایسے روکنے والے نہ تھے جو گمراہوں کو رات کو چلنے اور دن کو ڈاکہ زنی سے روکتے قرابت کو تم نے اپنا لیا اور دین کو چھوڑ دیا پھر عذر بیجا تراشتے ہو کمزوروں کو مارتے ہو تم میں ہر ایک اپنی قوم کے احمق سے خوف کھاتا ہے جو نہ عذاب سے ڈرتا اور نہ ثواب کی توقع رکھتا ہے تم میں بردبار نہیں تم نے بیوقوفوں کی پیروی کی ہے اور اب تک کئے جا رہے ہو اور تم شاید ان کا اس وقت تک ساتھ نہ چھوڑو گے جب تک اسلام کی حرمت پارہ پارہ نہ کر دو پھر پلٹ کر بے یقینی کی پناہ گاہوں میں چھپ نہ جاؤ۔

میرے اوپر اس وقت تک کھانا پینا حرام ہے جب تک ایسے ٹھکانوں کو منہدم کر کے انہیں آگ نہ لگا دوں میں جانتا ہوں یہ معاملہ اسی طور پر درست ہو گا جس پر پہلے درست ہوا نفاذ نرمی ہو مگر کمزوری کے ساتھ نہیں سختی ہو مگر جبر و تشدد سے نہیں۔

زیاد نے سچ کہا اس لئے کہ اسلام ہی اس امت کی اصلاح کر سکتا ہے غلط کاریوں کے اڈوں کو منہدم کرنا۔ برائیوں کو دبانا اور انحراف کے ٹھکانوں کو جلانا ضروری ہے۔ اہل بصرہ اپنے نئے والی زیاد کو اس کا جواب دینے کی کیا طاقت رکھتے ہیں؟

سیاسی پہلو سے اس نے جس اصول کا اعلان کیا وہ دائمی اسلامی اصول ہیں جو امت عادلہ کے لئے اس کے دین کے معاملے میں افراط و تفریط

AsliAhleSunnet.com

سے دور رہنے کے انتہائی موافق ہیں۔

لیکن خطبہ کا دوسرا حصہ منہج اول سے مختلف ہے۔

اس نے کہا بخدا میں مالک کو غلام سے مقیم کو مسافر سے آنے والے کو جانے والے سے تندرست کو بیمار سے پکڑوں گا یہاں تک کہ تم میں سے کوئی آدمی دوسرے سے جب ملے تو کہے سعد کو بچاؤ سعید تو ہلاک ہو گیا یا تم میرے تابع فرمان ہو جاؤ۔

خطبے کے اس فقرے میں اسلامی فرمانروائی کے مفہوم سے زبردست انحراف پایا جاتا ہے یہ پہلا موقعہ ہے جہاں سے حکومت خلافت سے ملوکیت کی طرف مڑنے کی راہ پر لگتی ہے۔

بادشاہ حصول مقصد کے لئے اچھے اور برے سبھی وسائل اختیار کرتا ہے لیکن خلافت مقصد کی سلامتی کے ساتھ ذرائع کی سلامتی کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتی بلکہ وسیلے اور مطلوب دونوں میں اللہ کی اطاعت شعاری مطلوب ہے۔

بادشاہ مقصد تک پہونچنے کے لئے دہشت، طاقت اور قتل تک کو اختیار کرتا ہے خواہ اس کا بھی مقصد اللہ کی شریعت کے مطابق حکومت کرنا ہو جب کہ خلافت ان باتوں کی منکر ہے۔

پھر زیاد حکومت کے رجحانات پر مشتمل ایک اہم سیاسی منشور کا اعلان کرتا ہے۔

۱۔ منبر کا جھوٹ مشہور ہو جاتا ہے اس لئے جب تم میری کسی بات کو جھوٹ پاؤ تو میری نافرمانی تمہارے لئے حلال ہے۔

AsliAhleSunnet.com

۲ ۔ تم میں سے جس پر رات میں حملہ کیا جائے تو میں اس کی ضائع شدہ چیز کا ضامن ہوں ۔

۳ ۔ رات کے آخری حصہ میں چلنے سے ڈرو میرے پاس جب کبھی ایسے کو لایا جائے گا تو اسے قتل کر دوں گا میں نے اس کے لئے تمہیں اتنی مہلت دی ہے کہ خبر کوفہ پہونچے اور پھر لوٹ آئے ۔

۴ ۔ جاہلیت سے بچو اگر میں ایسا کرتا ہوا کسی کو پاؤں گا تو اس کی زبان کاٹ دوں گا ۔

۵ ۔ تم نے ایسے حالات پیدا کئے جو اس سے پہلے نہیں تھے اب ہم نے ہر خطا کے لئے سزا تجویز کی ہے جو کوئی کسی کو ڈبوئے گا اسے میں ڈبو دوں گا جو کسی کو جلائیگا میں اسے جلاؤں گا جو کسی کے گھر میں نقب لگائے اس کے دل میں سوراخ کیا جائے گا جو کسی کی قبر کھودے گا اسے زندہ دفن کر دوں گا تم اپنے ہاتھ اور زبان کو روک لو میں بھی اپنے ہاتھ اور سزاؤں کو روک لوں گا ۔

۶ ۔ تمہارے عام لوگ جس طریقے پر ہیں اس کے خلاف اگر کسی نے کیا تو اس کی گردن مار دوں گا میرے اور میری قوم کے درمیان کینہ تھا اسے میں نے کان سے پرے اور قدموں کے نیچے دبا دیا تم میں جو نیکو کار ہو اسے چاہئے کہ اپنی نیکی میں اضافہ کرے اور جو خطا شعار ہو اسے اپنی غلط کاریوں سے باز آجانا چاہئے

۷ ۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تم میں سے کوئی میرے بغض میں دبلا ہو رہا ہے تو میں اس کی پردہ دری نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ اپنا چہرہ میرے سامنے کر دے جب وہ ایسا کرے گا تو پھر میں اسے مہلت نہ دوں گا ۔

۸ ۔ اپنے حالات از سر نو درست کرو ۔ خود کو بہتر بناؤ بہت سے غمگین ہمارے

AsliAhleSunnet.com

آنے سے خوش ہو جائیں گے اور بہت سے خوش لوگ ہمارے آنے سے غمگین ہو جائیں گے۔

۹۔ لوگو ہم تمہارے قائد اور تمہاری نگرانی کرنے والے بنائے گئے ہیں ہم تمہاری قیادت اللہ کی دی ہوئی طاقت کے مطابق کریں گے۔ اور اللہ کے عطا کردہ فضل سے ہم تمہاری دشواریوں کو دور کریں گے لہذا ہماری مرضی کے مطابق ہماری سمع و طاعت اختیار کرو اور ہمارے اوپر فرض ہے کہ اپنے حکم میں تمہیں عدل سے نوازیں اپنی مناصحت کے ذریعہ ہمارے عدل اور غنیمت کو ضروری بناؤ۔

خلافت اسلامی کی ابتدا لوگوں کے خلیفہ سے بیعت کرنے سے شروع ہوتی ہے یہاں اطاعت و معصیت کا معیار اللہ کی اطاعت اور اس کی معصیت ہے اس لئے کہ حکومت کا اللہ کی تفویض سے جس قدر تعلق ہے اس سے زیادہ امت کی طرف سے ذمہ دار بنانے سے ہے۔

سید الخلفاء ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں اگر میں درست طریقہ اپناؤں تو میری مدد کرو اور اگر غلط روش اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔

اس بات اور زیاد کی بات میں کتنا فرق ہے۔

(ہم تمہارے سردار بنائے گئے اور تمہارے محافظ ہوئے ہم تمہاری قیادت اس طاقت کے ذریعہ کریں گے جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے)

چنانچہ صدیق اکبر ولایت کو امت سے مربوط کرتے ہیں اور خطا کے وقت

AsliAhleSunnet.com

امت کو سیدھا کرنے کا حق بھی دیتے ہیں لیکن زیادہ ولایت کو اللہ کی اس عطا سے مربوط کرتا ہے جو حاکم کی طاقت ہے۔

یہ خلافت وملوکیت میں پہلا فرق ہے یہ موقف ہم ذیل کے مبادی میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

- ۔ رات کے آخری حصے میں چلنے سے مجھ سے ڈرو میرے پاس جب کبھی ایسے کو لایا جائے گا تو اسے قتل کر دوں گا۔
- ۔ جاہلیت کے پکارنے سے بچو اگر ایسا کرتا ہوا کسی کو پاؤں گا تو اس کی زبان کاٹ دوں گا۔
- ۔ تمہارے عام لوگ جس طریقے پر ہیں اس کے خلاف اگر کسی نے کیا تو میں اس کی گردن مار دوں گا

یہ خون بہانا۔ زبان کاٹنا۔ گردن مارنا۔ بحث و تحقیق سے رد کنا نظام اسلامی کے قانون میں کوئی چیز نہیں ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یحل دم امرئ الا باحدی ثلاث النفس بالنفس۔ و الثیب الزانی۔ والتارك لدینه المفارق للجماعة۔

کسی آدمی کا خون تین باتوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے حلال ہو سکتا ہے جان کے بدلے میں جان، شادی شدہ زانی اور دین کو ترک کر کے جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔

لیکن صرف رائے کا اعلان یا معارضہ گردن مارنے اور خون بہانے کے لئے کافی نہیں ہے ایسی چیز کی خلافتِ اسلامی کے نظام نے کبھی اجازت نہیں دی ہے

AsliAhleSunnet.com

اظہار رائے کرنے والے کو باہم غور و فکر سے روکنا ملوکیت میں دار و گیر اور قتل کی علامات میں سے ہے خلافت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اس موقف کا تعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف سے کیا ہے کہ وہ منبر پہ لوگوں سے مناقشہ اور مناظرہ کرتے تھے لوگوں کو دور دور سے طلب کرتے اور ان کے والیوں کے سلسلے میں ان کی رائیں دریافت کرتے جس والی کے بارے میں تہمت درست ثابت ہوتی اسے معزول کر دیتے۔

اس کا مناظرے کی بندش، خون ریزی۔ اور زندہ در گور کرنے سے کیا تعلق ہے۔

اللہ کی شریعت اور اس کے احکام میں کشادگی ہے۔ فرمایا۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ۔ — اور یہ کہ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو

اللہ کی شریعت کی تطبیق عدل برپا کرنے۔ امن بحال کرنے۔ مال و آبرو کی حفاظت کرنے کی ضامن ہے۔ لیکن کسی معارض کے قتل کرنے۔ کسی معترض کو دفن کرنے۔ کسی مجرم کی خوں ریزی کرنے رائے عام کی مخالفت کرنے والے کی گردن مارنے۔ وحشت اور قوت کے ذریعہ لوگوں کو بندش پھر اس کے بعد اللہ کی شریعت کی تطبیق یہ بے شبہ ملوکیت کا مفہوم ہے خلافت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے

دوسرا فرق مال کے مفہوم میں ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت اسلامی کے نظام میں مال امت کا مال ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

اللہ کے اس مال کے بارے میں خود کو یتیم کے ولی کی طرح سمجھتا

AsliAhleSunnet.com

ہوں اگر میں مستغنی ہوں گا تو اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا اور اگر میں محتاج ہوں گا تو بھلے طریقے سے کھاؤں گا۔

اس معروف طریقے کی تحدید ان الفاظ میں کی ہے

عمر کے لئے اللہ کے مال میں سے دو جوڑے حلال ہیں۔ ایک جاڑے کے لئے اور ایک گرمی کے لئے اور وہ مال جس کے ذریعہ میں حج و عمرہ کروں اور میری اور میرے اہل وعیال کی روزی قریش کے ایک آدمی جیسی ہے جو نہ ان میں سب سے غنی ہے اور نہ سب سے محتاج ہے پھر میں اس کے بعد مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے جب مال کو خدا کا مال کہہ دیا اور مسلمانوں کا مال نہیں کہا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کی شدت سے مخالفت کی اور حضرت معاویہؓ کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک انہوں نے مال المسلمین نہیں کہا (آگاہ رہو میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ مال غیر اللہ کا ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ مال مسلمانوں کا مال ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سابق قول میں اور زیاد کے قول میں کتنا فرق ہے کہ (ہم اللہ کی غنیمت سے جو اس نے ہمیں عطا کیا تمہارا دفاع کریں گے) اور یہ معاویہ ہیں کہ مذکورہ واقعے میں وہ مال کے بارے میں لوگوں کے خیالات اور حالات کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بروایت ابو قبیل عن معاویہ بن ابی سفیان مروی ہے کہ وہ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے اور اپنے خطبے میں کہا۔

مال ہمارا مال ہے۔ غنیمت ہماری غنیمت ہے جسے ہم چاہیں گے دیں گے جسے چاہیں گے منع کر دیں گے اس کا جواب انہیں کسی نے

AsliAhleSunnet.com

نہیں دیا۔

دوسرے جمعہ میں بھی انہوں نے اسی طرح کہا پھر بھی کسی نے جواب نہیں دیا۔ جب تیسرے جمعہ میں انہوں نے اسی طرح کہا تو مسجد کے حاضرین میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا ہرگز نہیں مال ہمارا ہے۔ غنیمت ہماری غنیمت ہے لہذا جو شخص ہمارے اور مال کے درمیان حائل ہوگا تو ہم اپنی تلواروں کے ذریعہ اللہ سے فیصلہ چاہیں گے۔

معاویہ منبر سے اترے اس آدمی کو بلایا وہ شخص آپ کے پاس آیا لوگوں نے کہا۔ برباد ہوا پھر جب اور لوگ وہاں گئے تو دیکھا وہ آدمی ان کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا ہوا ہے۔ معاویہؓ نے کہا۔

اس نے مجھے زندگی عطا کی اسے اللہ زندہ رکھے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا میرے بعد ایسے امراء ہوں گے کہ وہ جو کچھ کہیں گے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیگا وہ آگ میں ایسے داخل ہوں گے جیسے بندر۔ میں نے پہلے جمعہ میں گفتگو کی کسی نے میری تردید نہیں کی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ میں انہیں لوگوں میں سے ہوں گا پھر دوسرے جمعہ کو کہا پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا تو میں نے اپنے جی میں کہا میں انہیں میں سے ہوں لیکن جب تیسرے جمعہ میں کہا اور یہ آدمی کھڑا ہوا اور اس نے مجھے جواب دیا تو اس نے مجھے زندہ کر دیا اللہ اسے زندہ کرے[1]۔

---

[1] طبرانی کبیر و اوسط اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے ہیثمی نے کہا اس کے سب رجال ثقہ ہیں

AsliAhleSunnet.com

یہ معاویہ کا تقویٰ ہے جو سیرت نبوی کے لئے انہیں حریص بناتا ہے اور ان کی خشیت ہے کہ مبادا اپنے فیصلوں میں اللہ کے منہج سے دور ہو جائیں اور جہنم میں داخل کر دئے جائیں۔

کونسی ایسی چیز کہہ سکتے ہیں جس کے ذریعہ لوگوں کے رد عمل کو ابھاریں۔

انہوں نے اس میں بھلائی نہیں سمجھی کہ لوگوں کا مال چھوئیں وہ پہلے حاکم ہیں جنہوں نے سلف کے منہج سے ہٹتے ہوئے اس موقف کا اعلان کیا

ان کا دل خوف سے بھر گیا جب ان کے خطبے میں کسی نے ان کی تردید نہیں کی کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کے ڈر اور رعب کے نتیجے میں ہلاک ہو جائیں گے بلا عقیدہ کے حکمرانی کرنے والا کوئی حاکم جب اپنے لئے لوگوں کی اتنی اطاعت شعاری دیکھتا ہے تو مبتلائے غرور و تکبر ہو جاتا ہے اور کوئی شخص اس کی مخالفت میں آواز اٹھانے کی جرأت نہیں کرتا۔

لیکن دوسرے اور تیسرے جمعہ میں معاملے کو بار بار دہرانا ان کے وجود میں عقیدے کے رسوخ کا پتہ دیتا ہے۔ اور ان کے اس خوف کو بتلاتا ہے کہ اس حکومت کے ذریعہ وہ جہنم میں نہ داخل ہو جائیں۔

لیکن تیسرے جمعہ میں وہ مطمئن ہو گئے کہ ابھی خیر و صلاح یہ باقی ہے اور وہ ظالم کو ظالم کہہ سکتی ہے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتی لیکن جب سرکشی حد کو پہونچ جاتی ہے اور لوگوں پر ایک خوف مسلط ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ زیاد نے کہا۔

سعد نجات ڈھونڈو۔ سعید ہلاک ہو گیا اس وقت امت فنا کی مستحق ہوتی ہے۔ فتنہ حاکم محکوم سب کو گھیرتا ہے لیکن

AsliAhleSunnet.com

اس بات میں شبہ نہیں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں خود اعتمادی اس وقت پیدا کر لی تھی جب ان کے ہلاکت کے ڈر کی بات کہنے کے بارے میں لوگوں نے آپس میں سرگوشیاں کیں امت نے جان لیا کہ اس کا حاکم خلفاء کی کڑی کا ایک حصہ ہے۔

یہ بات کہنی ممکن ہے کہ یہ چیز اسلامی خلافت کے تمام قلمرو میں عام نہیں تھی بعض صوبوں میں لوگ حق کہنے سے ڈرتے تھے اور مطالبۂ حق پر اپنی زندگی کو مامون نہیں سمجھتے تھے یہ بات ان اسباب میں سے ہو سکتی ہے جن پر ہم خلافت سے ملوکیت کی تبدیلی کا اطلاق کرتے ہیں یہ ان اضطرابات میں سے ہو سکتا ہے جیسے ہم خطبۂ زیاد میں دیکھ رہے ہیں کہ جس کے فقرات اس نے انتہائی دیدہ ریزی سے مرتب کئے ایسی صورت معاویہ اور زیاد کو الگ الگ کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ زیاد معاویہؓ کا والی ہے اگر اس سیاسی موقف سے وہ ناراض ہوتے تو زیاد کو معزول کر کے اسکی جگہ دوسرے والی کو رکھتے۔

خلافت راشدہ کے منہج سے ہٹا ہوا تیسرا پہلو اطاعت حاکم کا معیار ہے زیاد نے مسلمانوں پر اطاعت واجب کرنے کے لئے جو حکام کا حق ہے جو معیار پیش کیا وہ عدل ہے یہ معیار اگرچہ ان دقیق معیاروں میں سے ہے جن کے ذریعہ اسلام میں حکام کو درست رکھا جاتا ہے لیکن سب سے پہلا معیار جس میں عدل بھی شامل ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول سے اس کی تعیین فرمائی ہے۔

اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان	سمع وطاعت اختیار کرو خواہ تمہارا والی کشمش جیسے چھوٹے سر والا کوئی

AsliAhleSunnet.com

واسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ ما اقام فیکم کتاب اللہ تعالیٰ لہ	حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو جب تک وہ تمہارے درمیان اللہ کی کتاب قائم کرے[1]

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا مسلمان پر پسندیدہ اور ناپسندیدہ ہر حال میں سمع و طاعت فرض ہے لیکن اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو سمع و طاعت فرض نہیں ہے[2]

سیدالخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت ملنے کے دن اپنے خطبے میں اس منہج کو پورے طور پر نافذ کیا فرمایا کہ۔

میری اس وقت تک اطاعت کرنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے۔

یہاں بھی خلافت اور ملوکیت میں دوری پیدا ہو جاتی ہے زیاد اپنا خطبہ اس بات پر ختم کرتا ہے۔

اور یہ بات بتا دی جاتی ہے کہ میں خواہ کچھ بھی تقصیر کروں لیکن تین باتوں میں کمی نہیں کروں گا۔ کوئی اگر رات کو بھی چل کر آئے تو میں تم میں سے کسی ضرورت مند کو واپس نہ کروں گا۔ کوئی روزی یا بخشش اپنے موسم اور وقت سے روکی نہیں جائے گی اور تمہیں دشمن کی زمین میں لشکر کی حیثیت سے چار مہینے سے زیادہ نہیں روکوں گا۔

اللہ سے اپنے اماموں کے خیر و صلاح کے لئے دعا کرو وہ تمہارے

لہ بخاری۔ ٢ہ بروایت خمسہ۔

AsliAhleSunnet.com

فائدہ اور مودّب ہیں تمہارے ملجا و ماویٰ ہیں جب تم ٹھیک رہو گے تو وہ بھی ٹھیک رہیں گے اپنے دلوں میں ان کے خلاف بغض نہ رکھو اس سے ان کے غضب کی آگ بھڑکے گی۔ اور تمہارا غم دراز تر ہو جائے گا تم اپنی ضرورتیں پوری نہ کر سکو گے باوجودیکہ اگر اسے قبول کر لیا جاتا تو تمہارے لئے برا ہوتا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تمام باتوں پر ہر ایک کی مدد فرمائے جب تم دیکھو کہ میں تم میں کوئی حکم نافذ کر رہا ہوں تو اسے مضبوطی سے پکڑو بخدا تم میں سے بہتیرے میرے ہاتھوں سے قتل ہوں گے لہذا ہر ایک کو سمجھنا چاہئیے کہ تیرا مقتول ہے۔[1]

دس نکات پر مشتمل یہ سیاسی منشور جس کا زیاد نے اعلان کیا اسلامی حکومتوں کی تاریخ میں ایک زبردست واقعہ ہے اس نے حدود قائم کرنے معاشرے کو اسلامی شریعت سے مضبوط کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ قائم کرنے کو اس سیاسی منشور میں اولین اور اعلیٰ ترین مقصد قرار دیا لیکن ذیل کی باتیں اسلامی منہج کے خلاف ہیں۔

۱۔ حکومت سے امت اسلامیہ کے ارادے کو الگ کر دینا۔

۲۔ تشدد اور دہشت کو اختیار کرنا۔

۳۔ مالی تصرفات میں لوگوں کو والیوں کے محاسبے کا اختیار نہ دینا۔

۴۔ اطاعت کو انصاف سے مربوط کرنا اللہ کی شریعت کی تطبیق سے نہیں۔

اس آخری بات کا اگرچہ یہ مطلب نہیں ہے کہ حکام شریعت اسلامیہ کو چھوڑ کر دوسری شریعت اختیار کر لیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مال اور حکم

[1] طبری ج ۵ ص ۲۱۷ ، ۲۱۹ بروایت عمر (ثقہ) عن علی (ثقہ) عن سلمہ (مجہول) والھذلی (اخباری، علامہ لبین الحدیث)

AsliAhleSunnet.com

ہیں شریعت کی بعض مخالفتیں بغیر اصلاح و تغیر کے جاری رہیں۔

اس طریقے کے اختیار کرنے میں شاید کوئی زیاد کو بدنظمی۔ آوارگی اور بصرہ میں فساد و انتشار کی وجہ سے معذور قرار دے لیکن اسلام اس عذر کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس طریقے پر حکومت کو خلافت سے ملوکیت کی طرف منتقل ہو جانا تسلیم کرتا ہے۔

بروایت سعید بن جہمان عن سفینہ مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خلافۃ النبوۃ ثلاثون	نبوت کی خلافت تیس سال رہے گی
سنۃ ثم یوتی اللہ الملک	پھر اللہ جسے چاہے گا ملک عطا
من یشاء ۔	کرے گا۔

سعید کہتے ہیں کہ مجھ سے سفینہ نے کہا ٹھہرو! ابو بکرؓ دو سال اور عمرؓ دس سال اور عثمانؓ بارہ سال اور بقیہ علیؓ۔

سعید کہتے ہیں کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے۔

انہوں نے کہا بنی مروان جھوٹے ہیں۔[۱]

☆ ☆ ☆

[۱] اسے امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان

(بقیہ صفحہ ۴۱۲ پر)

AsliAhleSunnet.com

☆

زیاد سے متعلق گذشتہ حالات کا تصور کیجئے وہ فارس میں قلعہ بند ہے

اس کے ماں جائے بھائی صحابی رسول ابو بکرہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضؓ سے زیاد کے

(بقیہ صفحہ ۴۱۳ کا)

نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور الفاظ ابو داؤد کے ہیں۔

ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اسے کئی لوگوں نے سعید بن جہمان سے روایت کیا ہے مگر ہم اسے انہیں کی روایت سے جانتے ہیں۔

ھیثمی کہتے ہیں اسے عبد اللہ بن امام احمد نے ابو ریحانہ سے جن کا نام عبد اللہ بن مطر البصری ہے بروایت سفینہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال تک ہے ایک آدمی نے جو مجلس میں حاضر تھا کہا ان تیس سال سے ایک سال چھ مہینے خلافت معاویہ میں داخل ہو گئے۔

انہوں نے کہا کہ تم اس طرح سوچ رہے ہو ان بھتیجوں میں بیعت حضرت حسن بن علی کے لئے تھی ان سے چالیس یا بیالیس ہزار افراد نے بیعت کیا تھا۔

ابن کثیر نے کہا

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال اور دس دن کم چار مہینے تھی اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال چھ مہینے چار دن تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال تھی اور حضرت علی کی خلافت دو مہینے کم پانچ سال تھی فرمایا کہ تیس سالوں کی تعداد حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت سے پوری ہوتی ہے وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے ربیع الاول سن اکتالیس ہجری میں دستبردار ہوئے اور یہ رسول

(بقیہ صفحہ ۴۰۵ پر)

AsliAhleSunnet.com

لئے امان اور اس کے لڑکوں کی حفاظت کا پروانہ لیتے ہیں ہم نے دیکھا کہ معاویہ نے کس طرح ابوبکرہؓ کی تعظیم کی اس سے ابوبکرہ جو اللہ سے متعلق کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں رکھتے اور حاکم وقت معاویہ سے جو گفتگو ہوئی ہمیں روشنی حاصل ہو گی۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ سے مروی ہے کہتے ہیں۔

ہم زیاد کے ساتھ معاویہ کے پاس گئے ہمارے ساتھ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ہم وہاں داخل ہوئے ان سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

ہم سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نفع بخشے گا۔

انہوں نے کہا ضرور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اچھے خواب بہت پسند تھے آپ ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے رہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے کون سا خواب دیکھا ہے۔

ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک میزان اترا اور اس میں آپ اور ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ کا پلہ بھاری رہا پھر ابوبکر اور عمر کا وزن ہوا تو ابوبکر کا پلہ بھاری رہا۔ پھر عمر کا عثمان کے ساتھ وزن ہوا تو عمر کا پلہ بھاری رہا۔ پھر میزان اٹھا لیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ناگواری ہوئی آپ نے فرمایا۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا تیسواں سال تھا آپ کی وفات ربیع الاول سن گیارہ ہجری میں ہوئی یہ بات آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

ابن کثیر نے کہا اور سنت یہ ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق معاویہ کو بادشاہ کہا جائے۔ خلیفہ نہ کہا جائے۔

AsliAhleSunnet.com

یہ نبوت کی خلافت ہے پھر اللہ جسے چاہے گا ملک دیدے گا۔

معاویہ غضبناک ہو گئے انہوں نے ہماری گدی میں مارا اور ہمیں نکال دیا

زیاد نے ابو بکرہ سے کہا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دوسری حدیث بیان کرنے کے لئے نہیں ملی کہا پھر زیاد مسلسل اجازت طلب کرتا رہا یہاں تک کہ اجازت مل گئی پھر ہم داخل ہو گئے تو معاویہ نے کہا اے ابو بکرہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیے۔ امید کہ اللہ ہمیں اس سے نفع دے گا کہا انہوں نے پہلی ہی حدیث کی طرح حدیث بیان کی ان سے معاویہ نے کہا تمہارا برا ہو تم ہمیں بادشاہ کہتے ہو تو ہم بادشاہ کہنے پر راضی ہیں۔[1]

☆ ☆ ☆

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امت مسلمہ پر زیاد کے بیان کا کیا اثر مرتب ہوا؟ اسے ہم تین مثالوں سے ملاحظہ کریں گے۔

ا۔ منافقوں اور طفیلیوں کی مثال جسے ہم عبداللہ بن اھتم کے زاد ئے سے معلوم کرتے ہیں۔ اس نے کہا۔

---

[1] اسے امام احمد اور طیالسی نے روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے مختصراً ذکر کیا ہے اس میں معاویہ کے پاس جانے کا ذکر نہیں ہے اسی طرح ترمذی نے مختصراً ذکر کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسے حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر ہے۔

AsliAhleSunnet.com

میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ کو حکمت اور فیصلہ کن بات

سے نوازا گیا ہے۔

جیسا کہ معلوم ہوتا ہے زیاد کے نزدیک ان کو کوئی اثر ورسوخ نہیں

حاصل ہوا، زیاد نے اس جھوٹی تعریف پر اسے جواب دیا۔

تم نے جھوٹ کہا ایسے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام تھے

اس سے اس گروہ کی جڑ کٹ گئی جو ٹکڑوں پر پلتا اور حکام کی جھوٹی تعریف

کے سہارے زندہ رہتا تھا۔

۲۔ امت کے دل اور اس کے زندہ اعصاب کی مثال اس کی نمائندگی

احنف بن قیس بنی تمیم کے سردار کر رہے ہیں جنہوں نے کہا۔

آپ نے جو کچھ کہا بجا کہا تعریف آزمانے کے بعد ہوتی ہے اور شکریہ بخشش

کے بعد ہم تعریف اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک آزما نہ لیں۔

زیاد نے کہا۔

تم نے درست کہا۔

۳۔ امت کے انتہا پسندوں یعنی خوارج کی مثال ان کا مثالی نمائندہ

ابو بلال مرداس بن ادیہ ہے۔ جس نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

جو تم نے کہا اللہ نے ہمیں اس کے ماسوا بتایا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے

وابراھیم الذی وفّٰی	اور ابراہیم جس نے پورا کر دکھایا
الّا تزرُ وازرۃ وزر اُخری	یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا
وان لیس للانسان الّا	بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کو
ما سعیٰ۔	وہی ملے گا جو اس نے کوشش کی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اے زیاد تم نے ہم سے جس چیز کا وعدہ کیا ہے اللہ نے اس سے بڑھ کر وعدہ فرمایا ہے۔[1]

ابو بلال بن ادیہ نے سچ کہا لیکن انسان کے بس میں کہاں ہے کہ مکمل عدل کا مالک ہو جائے۔

ابو بلال کے قول کے پیچھے جو بات تھی زیاد اسے جانتا تھا اور اس گروہ کو بھی جس کی رائے کی وہ نمائندگی کر رہا تھا زیاد نے اس سے کہا جبکہ دونوں ایک دوسرے کی بات سمجھ چکے تھے۔

تم اور تمہارے ساتھی جو چاہتے ہیں اسے بغیر خون ریزی کے حل نہیں کیا جا سکتا

زیاد کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ تشدد اور گمان پر گرفت ضروری ہے کہ اس کے بعد عدل قائم فرمائیے اور بقول ابن جریر زیاد پہلا شخص ہے جس نے

حکومت کا حکم سخت کیا اور حکومت کو معاویہ کے لئے مضبوط کیا اور لوگوں پر اطاعت لازم کی وہ سزا دینے کے لئے آگے بڑھا تلوار کھینچی گمان پکڑا۔ شبہے پر سزا دی اس کی حکومت میں لوگ اس سے شدید طور پر خوف کھانے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مامون ہو گئے کسی مرد یا عورت کی کوئی چیز گر جاتی تو اسے کوئی نہ اٹھاتا یہاں تک کہ وہ شخص آ کر اسے لے لیتا تھا عورتیں گھر کا دروازہ کھول کر رات گزارتی تھیں

---

[1] طبری ج ۵ ص ۲۱۹ بروایت عمر بن شبہ (ثقہ) عن علی بن محمد (صدوق) عن مسلمہ (مجہول) والہمدانی (اخباری لین الحدیث)

AsliAhleSunnet.com

لوگوں کی ایسی قیادت کی جس کی مثال نہیں ملتی اس سے لوگ اس قدر خوف زدہ ہوتے کہ اس سے پہلے کسی سے نہ ہوئے تھے اس نے سخاوت سے کام لیا اور مدینۃ الرزق آباد کیا۔

زیاد سے کہا گیا کہ راستے پر خطر ہیں۔

اس نے کہا مجھے صرف شہر کی فکر ہے جب اس پر قابو پا کر اسے درست کر لونگا تو دوسرے علاقے خود قبضے میں آجائیں گے۔

جب اس نے بصرہ کو قبضہ میں کر لیا تو دوسرے علاقوں پر توجہ کی اور وہاں حکم نافذ کیا وہ کہا کرتا تھا اگر میرے اور خراسان کے درمیان ایک رسی گم ہو جائے تو میں جان لوں گا کہ کس نے لیا ہے۔

زیاد نے بہت سے صحابہ سے بھی مدد لی جن میں چند یہ ہیں عمران بن حصین خزاعی انہیں بصرہ کا منصب قضا عطا کیا اور حکم بن عمرو غفاری انہیں خراسان کا والی بنایا اور سمرہ بن جندب اور انس بن مالک، عبدالرحمٰن بن سمرہ۔ عمران نے جب اس سے استعفیٰ دیا تو انہیں سبکدوش کر دیا۔ عبداللہ بن فضالہ لیثی پھر ان کے بھائی عاصم بن فضالہ قاضی بنائے گئے اور اس کے بعد زرارہ بن اوفی حرشی جن کی بہن لبابہ زیاد کے عقد میں تھیں[1]

زیاد کے یہاں بادشاہت کے مظاہر میں سے ایک مظہر یہ تھا کہ یہ پہلا شخص ہے جو اپنے آگے نیزہ بردار کھینچتا تھا۔ فوجی دستوں کے ساتھ چلتا تھا پانچ سو افراد پر مشتمل محافظ دستہ تیار کیا۔ اور شیبان کو ان کا عامل بنایا

[1] طبری ج ۵ ص ۲۲۴ بروایت عمر بن شبہ عن علی بن محمد۔

AsliAhleSunnet.com

یہ لوگ مسجد سے ہٹتے نہ تھے

اس طرح معاویہ رضی اللہ عنہ اس شرق اسلامی سے مطمئن ہو گئے جو چار سال تک متواتر ان کا مخالف تھا۔

AsliAhleSunnet.com

فتوحات کا نیا سلسلہ

اب وقت آگیا کہ مسلمان اپنے خارجی دشمن کی طرف توجہ دیں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید بلاد روم میں جہاد کے اس علم کو بلند کئے ہوئے تھے جسے ان کے باپ سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے بلند کیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

میں خالد بن ولید کے ذریعہ روم کے شیطانی وسوسے اور مکر کو بھلا کر دم لوں گا۔

معاویہ رضؓ نے عبدالرحمٰن بن خالد کے ذریعہ روم کے شیطانی وسوسوں کو بھلا دیا۔

خالد نے موت کے وقت کہا تھا۔

واللہ میرے جسم میں بالشت برابر کوئی جگہ نہیں ہے جس میں تلوار نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو لیکن اب میں اونٹ کی طرح اپنے بستر پہ جان دے رہا ہوں خدا کرے بزدلوں کو نیند نہ آئے۔

AsliAhleSunnet.com

چنانچہ بزدلوں کے ہاتھ عبدالرحمٰن بن خالد کی طرف بڑھے اور دھوکے سے انہیں زہر دے کر قتل کر دیا۔[1] یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ان کے سامنے صلیبیوں کی ایک تدبیر نہ چلتی تھی اور انہوں نے ان کے غرور و شوکت کو ملیامیٹ کر دیا تھا۔ چنانچہ شام کے ایک نصرانی ابن اثال کے ذریعہ زہر آمیز شربت انہیں پلا دیا گیا جس کے نتیجہ میں وہ مر گئے پھر خالد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مدینہ سے حمص گئے اور اپنے باپ کے بدلے میں ابن اثال کو قتل کر دیا۔

عبدالرحمٰن بن خالد کے ساتھ ساتھ اور دوسرے شہسوار بھی تھے جو ارض روم پر جہاد کا علم بلند کئے ہوئے تھے یعنی بسر بن ارطاۃ اور مالک بن ہبیرہ سکونی۔

مسلسل کئی سال گذر گئے بلاد روم میں جہاد جاری تھا لیکن انچاسواں سال زبردست جہاد کا سال تھا ابن جریر لکھتے ہیں۔

مالک بن ہبیرہ کی سرمائی قیام گاہ روم میں تھا اسی سال میں جریہ بیس

---

[1] طبری نے ایک روایت نقل کی ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ابن خالد کے زہر سے مرنے میں معاویہ کو دخل تھا اور یہ کاروائی انہیں کے حکم سے ہوئی یہ روایت ضعیف ہے اس میں ایک راوی مسلمہ بن محارب مجہول ہے کتب تراجم میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ابن کثیر نے اس روایت پر اس طرح تعلیق کی ہے بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ یہ معاویہ کے حکم سے ہوا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱

AsliAhleSunnet.com

فضالہ بن عبید نے غزوہ کیا انہوں نے جربہ میں موسم سرما گذارا اور اسے فتح کیا
اور بہت کثرت سے لوگ گرفتار ہوئے اس سال عبداللہ بن کرز بجلی نے موسم
گرما کی قیام گاہ یہاں بنایا اور سمندر میں اسی سال یزید بن شجرہ رہاوی کا غزوہ
ہوا اور اہل شام کے ساتھ موسم سرما گذارا، اسی سال عقبہ بن نافع نے سمندر کا
غزوہ کیا اور اہل مصر کے ساتھ موسم سرما گذارا۔ اسی سن میں یزید بن معاویہ
نے روم میں جنگ کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہونچ گیا ان کے ساتھ حضرت
ابن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ ابن زبیر اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ
عنہم بھی تھے[1]

قیصر کے شہر قسطنطنیہ کے غزوے کے سلسلے میں امت سے اللہ کا وعدہ
پورا ہوا اس غزوے میں کبار صحابہ رسول نے شرکت کی اس موقعہ پر امت اسلامیہ
کے اتحاد کا شاندار منظر دیکھنے میں آیا ان میں ابن عمر، ابن عباس۔ ابن زبیر
اور ابو ایوب انصاری بھی شامل تھے۔

بخاری کی روایت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ثابت ہے۔

اول جیش یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم[2] — پہلا لشکر جو شہر قیصر پر چڑھائی کریگا وہ جنتی ہوگا۔

---

[1] طبری ج ۵ ص ۲۳۲ سنہ ۴۹ھ

[2] ابو داؤد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ پہلا غزوہ جو قسطنطنیہ میں
ہوا وہ عبدالرحمن بن خالد کی قیادت میں تھا انہوں نے روایت کیا کہ: ہم مدینہ
سے غزوے کے لئے نکلے اور ہمارا قصد قسطنطنیہ کا تھا اور لشکر کے امیر عبدالرحمن

AsliAhleSunnet.com

اور یہ پہلا لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔
یہ دوسرے پہلو سے امت مسلمہ کے استحکام و اتحاد کی طرف اشارہ تھا جس مقام کو اس نے زخموں کے بھرنے اور داخلی خونریزیوں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد حاصل کیا تھا۔

عالمی نقطۂ نظر سے اس فتح کا مطلب یہ تھا کہ عظیم شہنشاہیت کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ اور اب قیصر کے دار السلطنت پر چڑھائی ہو رہی ہے۔ وہاں مسلمانوں کے ایک سردار میزبان رسول ابو ایوب انصاری شہر کی فصیل کے قریب دفن کئے گئے۔

اس عظیم واقعے کی طرف یہاں ایک زبردست اشارہ بھی ہے وہ اشارہ اسلامی اسٹیج پر یزید بن معاویہ رض کی نئی شخصیت کا ظہور ہے جس نے قسطنطنیہ کے اس حملے کی قیادت کی۔

اس طرح وہ کبار صحابہ اور بڑے بڑے مسلمان رہنماؤں میں معروف ہو گئے اور معاملات و واقعات کے معیار سے وہ عظیم ذمہ داریوں سے باخبر ہوئے کہ لوگوں کی نظریں ان کی طرف متوجہ ہو گئیں جس کے بعد ان کے حق میں وہ فضا تیار ہو گئی کہ ان کے باپ امیر المؤمنین اپنے بعد ہمیں اپنا جانشین بنائیں۔

اسما سے بڑی کوئی ذمہ داری نہیں تھی جو ان کے سپرد ہوئی اور انہوں نے

(بقیہ صفحہ ۴۲۳ کا)
عبد الرحمٰن بن خالد تھے، یہ واقعہ سن چھیالیس سے پہلے کا ہے لیکن یزید کا غزوہ سن پچاس ہجری میں ہوا۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱/۱۸

AhlAhleSunnet.com

ثابت کر دیا کہ وہ اس کے لائق ہے۔ اسی سال یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ اسلامی میدان سے حسن بن علی بن ابی طالب نوجوانان جنت کے سردار رخصت ہو گئے وہ منفرد شخص تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے "سیدہ" کے لقب سے نوازے گئے۔

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین۔ — میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں اس کے ذریعہ صلح کرائے گا۔

وفات سے پہلے ہی امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے جاہ و سلطنت پر مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو ترجیح دینے کا ثمرہ دیکھا انہوں نے دیکھا کہ فتوحات شہر قیصر کو متزلزل کر رہی ہیں یہ مبارک ثمرہ ان کی حکمت اور بے نفسی کا نتیجہ تھا ہمیں اس صورت حال کا تصور کرنا چاہیئے اگر معاویہ کے ساتھ خلافت کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کشمکش جاری رکھتے تو صورتحال کیا ہوتی۔ اور کس طرح انتشار خونریزی اور کشاکش میں اضافہ ہوتا۔ اور شاید اپنے خیالات کی بہترین تعبیر انہوں نے پیش کی تھی جب کہا تھا کہ:

عرب کی کھوپڑیاں میرے ہاتھ میں تھیں۔ میں جس سے صلح کرتا اس سے وہ صلح کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا اس سے وہ جنگ کرتے لیکن میں نے محض اللہ کو راضی کرنے کی خاطر خلافت کو ترک کر دیا۔

مجھے ڈر پیدا ہوا کہ قیامت میں ستر یا اسی ہزار یا کم و بیش لوگ اس حال میں آئیں کہ ان کی کٹی ہوئی گردنوں سے خون بہہ رہا ہو اور ہر ایک اللہ سے

AsliAhleSunnet.com

فریاد کرے کہ اس کا خون کس لئے بہایا گیا۔ ؎

؎ ہمیشہ موضوع روایتیں ایک دوسرے کی اس بات پر تائید کرتی ہیں کہ ہر اس شخصیت کو جس کا امت میں زیادہ وزن ہے معاویہ کے ذریعہ زہر دے کر مار ڈالا جائے۔ لیکن یہ امر گویا ان مسلمات میں ہے جو کسی طرح کی تنقید سے بالا ہیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو روایات ان باتوں کو ذکر کرتی ہیں ان کی کوئی سند نہیں وہ عموماً "سمعت بعض من یقول" (جیسا کہ میں نے سنا) کے لفظ سے شروع ہوتی ہے حضرت حسن کی وفات کے متعلق صحت سے قریب تر روایت عبدالرحمٰن بن صالح عتکی (صدوق متشیع) عن ابی اسامہ (صدوق) عن ابن عون (ثقہ) عن عمیر بن اسحاق۔ (مقبول) کی ہے ان کا بیان ہے کہ۔

میں اور قریش کا ایک دوسرا آدمی حسن بن علی کے پاس گئے وہ کھڑے ہوئے اور کمرے میں داخل ہوئے پھر نکلے اور فرمایا میں نے اپنے جگر کے بہت سے ٹکڑے تھوکے ہیں جنہیں اس لکڑی سے الٹ پلٹ کر رہا تھا مجھے کئی دفعہ زہر دیا گیا لیکن اس بار سب سے زیادہ ہے پھر اس آدمی سے کہنے لگے کہ مجھ سے وہ وقت آنے سے پہلے پوچھ لو جب تم نہیں پوچھ سکو گے اس آدمی نے کہا اللہ آپ کو عافیت میں رکھے میں آپ سے کچھ نہ پوچھوں گا راوی کہتا ہے ہم وہاں سے نکلے پھر دوسرے دن گئے وہ جان کنی کے عالم میں تھے اتنے میں حسین آئے اور ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور کہا اے بھائی جان ایسا کرنے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا۔ کیا تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہاں انہوں نے کہا اگر وہ وہی آدمی ہے جس کے بارے میں میرا گمان ہے تو اللہ اس سے زبردست انتقام لینے والا ہے اور

AsliAhleSunnet.com

اسی طرح اس سال حکم بن عمرو غفاری صحابی رسول کی وفات ہوئی جو زیاد کی طرف سے خراسان کے والی تھے۔ سن پچاس ہجری میں حکومتی سطح پر فیصلہ کن انقلابات آئے اسی سال میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ معاویہ کے دست راست کا انتقال ہوا جو ان کے دشمنوں کے گڑھ کوفہ کے لئے اپنی حکمت نرمی اور تدبر سے ان کی طرف سے کافی تھے ان کی وفات کے ساتھ معاویہ کے لئے ضروری تھا کہ پورے اسلامی مشرق کے معاملات کو انجام دیں معاویہ کو یقین تھا کہ اس عظیم خطے کے قابل اگر کوئی ہے تو وہ زیاد ہے۔ وہی ایسا عقل مند باتدبیر اور بہادر شخص ہے جو حکومت کے لائق ہے اور حکومت اس کو زیب دیتی ہے۔

اس طرح زیاد بصرہ اور کوفہ دونوں کا والی ہو گیا نیز خراسان سجستان اور ہندوستان کے علاقے بھی اس کی ولایت میں داخل ہوئے۔

اب زیاد مشرق اسلامی کا والی بن گیا۔

معاویہ کو عراق کی مخالفت کا اندیشہ لگا رہتا تھا وہ سمجھتے تھے کہ زیاد کی تلوار میں تشدد اور سخت گیری ہے ان کی خواہش تھی کہ اہل عراق کے دلوں میں خوف باقی رہے اور داخلی شگاف اور خانہ جنگی کا دروازہ نہ کھلے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے زیاد کو لکھا کہ:

(بقیہ صفحہ ۴۲۶ کا)

اگر وہ نہیں ہے تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میری وجہ سے ایک بے گناہ شخص قتل کیا جائے اس روایت کو ابن کثیر نے ابن ابی الدنیا سے اسی سند کے ساتھ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۳ میں نقل کیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگوں کی قیادت ایک ہی طریقے پر کریں یعنی صرف نرمی کے ذریعہ کہ وہ سرکش ہو جائیں یا صرف سختی کے ذریعہ کہ جس سے لوگ فنا کے گھاٹ اترنے لگیں بلکہ تم شدت درشت خوئی اور سخت گیری کے لئے رہو اور میں نرمی، الفت اور رحم کے لئے۔ تاکہ جب کوئی شخص ڈر محسوس کرے تو اسے ایسا دروازہ بھی مل جائے جس سے وہ داخل ہو سکے[1]

اس میں شبہ نہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بردباری اور نرمی پر اعتماد کرنے سے لوگوں کی امیدوں کا ایک وسیع میدان کھلا رہتا ہے کہ ان کے پاس ظلم نہ ہوگا اور امت میں یہ قناعت پیدا ہو چکی تھی کہ اگر والی کے پاس سخت گیری اور تشدد ہوگا تو دمشق میں خلیفہ کے پاس عدل و انصاف ہوگا وہ خطاؤں سے درگذر کرے گا اور گناہوں کو معاف کردے گا۔

☆ ☆ ☆

اب مغرب اسلامی پر نظر ڈالی جائے۔

افریقہ کے فتح کرنے میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کا کردار انتہائی عظیم تھا۔ ایک دفعہ ضرورت ہوئی کہ افریقہ کے ایک ایسے جنگل میں فوجی کیمپ نصب کریں جو درندوں اور زہریلے جانوروں سے بھرا ہوا تھا عقبہ آگے بڑھے ان کے ساتھ بعض صحابہ تھے انہوں نے یہ کہتے ہوئے ندا کی۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۶

AsliAhleSunnet.com

اے درندو اور جاندارو ہم رسول اللہ کے آدمی ہیں۔
تم یہاں سے چلے جاؤ اس لئے کہ ہم یہاں ٹھہرنے والے ہیں اس کے بعد ہم جسے یہاں پائیں گے مار ڈالیں گے۔
چند ہی لمحوں میں یہ خبر تمام حیوانات کے حلقوں میں پہونچ گئی اور سب اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے جنگل چھوڑ کر نکل گئے[1]

* * *

امیر المومنین معاویہ کی سیاست عظیم صلاحیتوں کے افراد کو منتخب کرنے اور انہیں زبردست ذمہ داریاں عطا کرنے پر مبنی تھی چنانچہ پورے مغرب اسلامی مصر۔ برقہ۔ افریقہ اور طرابلس کو مسلمہ بن مخلد کے سپرد کیا۔
اور اس طرح مشرق اسلامی اور مغرب اسلامی مسلمہ اور زیاد کے درمیان منقسم تھا مسلمہ بن مخلد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک اپنی ذمہ داری پر برقرار رہے اور زیاد اپنی زندگی بھر اپنے عہدے پر فائز رہا۔
دشمنان امت پست ہو گئے خصوصاً رومی جو جنگ جمل اور صفین کے فتنے ہی کے موقع سے دولت اسلامیہ کو تہس نہس کرنے کی فکر میں رہتے تھے[2] لیکن

---

[1] کتاب "اسباب سعادۃ المسلمین، ص ۵۹ مطبوعہ دار القلم دمشق
[2] روم کے بادشاہ نے جب معاویہ کو دیکھا کہ علی کے ساتھ جنگ میں الجھے ہوئے ہیں تو بھاری لشکر کے ساتھ اس نے بعض خطوں پر چڑھائی کر دی معاویہ نے

(بقیہ صفحہ ۴۲۳ پر)

AsliAhleSunnet.com

جب امیر معاویہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو گھروں میں ان کی نیندیں حرام کر دیں

ابوزرعہ بروایت وحیم عن الولید عن سعید بن عبد العزیز کہتے ہیں۔

قتل عثمان کے وقت سے عام الجماعت تک دشمنوں سے کہیں جنگ نہ ہو سکی

لیکن پھر معاویہ نے ارض روم میں سولہ جنگیں کیں ایک لشکر موسم گرما میں جاتا تھا

اور ارض روم میں موسم سرما گذارتا تھا پھر اس کے بعد دوسرا لشکر جاتا تھا انہیں

غازیوں میں ان کا لڑکا یزید بھی تھا اور اس کے ساتھ صحابہ رسول کا ایک گروہ

موجود تھا وہ انہیں لے کر خلیج طے کرتا ہوا قسطنطنیہ پہونچتا ہے اور وہاں کے

لوگوں سے ان کے گھر میں جنگ کی جاتی ہے[1]

بقیہ صفحہ ۴۲۹ کا

اس کے پاس لکھا کہ اے لعین! کہ اگر تم اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے اور

اپنے ملک سے واپس نہ لوٹ گئے تو میں اور میرے چچا کا بیٹا دونوں تم سے مل کر جنگ

کریں گے اور تم کو تمہاری زمین سے بے دخل کر دیں گے اور زمین کی کشادگی کے باوجود

تم پر تنگ کر دی جائے گی اس وقت وہ ڈرا اور اس نے امیر معاویہ سے امان طلب کیا

[1] البدایۃ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۳۳ ۔

AsliAhleSunnet.com

ایک نیا اندرونی خلفشار

یہ طوفان حجر بن عدی کے قتل کا تھا۔

ابن جریر طبری نے بروایت محمد بن سیرینؒ نقل کیا ہے کہ[1] زیاد نے ایک دن جمعہ کا خطبہ دیا۔ خطبہ بہت طویل ہو گیا اور نماز میں تاخیر ہو گئی۔ حجر بن عدی نے اس سے کہا! نماز! وہ خطبہ میں مشغول رہا انہوں نے پھر کہا: نماز! اس نے اپنا خطبہ جاری رکھا جب حجر کو نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہوا تو اس کی طرف کنکری پھینکی اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ اٹھ پڑے زیاد نے جب یہ دیکھا تو منبر سے اتر کر نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد معاویہ کو اس کی

---

[1] ابن جریر نے اسے بروایت علی بن حسن (مقبول) عن مسلم الحرمی (مجہول) عن مخلد بن حسن (مقبول) عن ہشام بن عروہ (ثقہ ربما دلس) عن محمد بن سیرین (ثقہ ثبت) نقل کیا ہے یہ سند صحت کے زیادہ قریب ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اطلاع بھیجی اور بڑھا چڑھا کر لکھا۔

معاویہ نے اس کے پاس لکھا کہ اسے زنجیر میں باندھ کر میرے پاس بھیج دو۔

معاویہ کو جس صورت حال کی اطلاع پہونچی اس سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ کوفہ ان کے خلاف بغاوت کر دے گا چنانچہ پہلی بار معاویہ کا موقف ان کی طبیعت اور بردباری کے خلاف ہم نے بدلا ہوا دیکھا اور حجر بن عدی کا موقف بھی ہر جگہ معروف ہو گیا اس لئے کہ کوفہ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا دشمنوں کا گڑھ تھا کسی بھی واضح موقف کو گھوڑ سوار ادھر ادھر لے جاتے تھے اور اس عرصے میں جدید اور جدید ترین واقعات کی توقع ہوتی تھی۔ اس دفعہ معاویہ کا موقف بدل گیا۔

یہ خبر ام المؤمنین حضرت عائشہ کو پہونچی انہوں نے فوراً عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو معاویہ کے پاس بھیجا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دینے کی سفارش کی۔[1]

لیکن افسوس ام المؤمنین کے قاصد کے پہونچنے سے پہلے معاملہ معاویہ کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

ابن جریر آگے لکھتے ہیں۔

معاویہ نے زیاد کے پاس لکھا کہ اسے زنجیر سے باندھ کر میرے پاس بھیج دو جب معاویہ کا خط آ گیا تو حجر کی قوم کے لوگوں نے انہیں روکنا چاہا تو انہوں نے کہا۔

---

[1] اسے ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۴ میں بروایت محمد بن سعد فی الطبقات عن بعض اہل العلم نقل کیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

نہیں، بلکہ یہ سمع و طاعت ہے۔

چنانچہ انہیں زنجیر سے باندھ کر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔

جب وہاں پہونچے تو کہا۔

السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

معاویہ نے ان سے کہا: امیر المؤمنین؟!!

بخدا تجھے نہ چھوڑوں گا نہ چھوڑنے کی سفارش قبول کروں گا۔

لے جاؤ اور اس کی گردن مار دو۔

چنانچہ وہ وہاں سے لے جائے گئے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے موقف سے ظاہر ہے کہ وہ غصے اور پریشانی کے عالم میں تھے اس لئے کہ تمام حالات اور دلائل حجر کے اتہام کی طرف اشارہ کر رہے تھے اس لئے لوگوں میں اس سے کوئی نامانوسیت نہیں تھی اور یہ بات معروف تھی کہ وہ متشدد شیعان علی میں سے اور سب سے بڑھ کر خود دار تھے وہ علی کی محبت ان کی ولایت کسی سے بلکہ والیوں کے سامنے بھی مخفی نہیں رکھتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ اکثر و بیشتر اس علانیہ اظہار موقف سے باز رہنے کی نصیحت کرتے تھے لیکن اسے وہ قبول نہیں کرتے تھے۔ لیکن مغیرہ اس وقت حجر اور ان کے ساتھی شیعان علی سے کوئی جنگ کرنی نہیں چاہتے تھے۔ مغیرہ نے کہا تھا۔

میرا وقت قریب آگیا ہے قوت عمل کمزور پڑ گئی ہے مجھے پسند نہیں کہ اس شہر کے بھلے لوگوں کے قتل کی ابتدا کروں ان کا خون بہاؤں اس سے وہ کامیاب ہوں اور میں بدنصیب ہو جاؤں دنیا میں معاویہ کو عزت ملے گی

AsliAhleSunnet.com

لیکن قیامت میں مغیرہ کو ذلت نصیب ہو گی بلکہ میں ان کے نیکو کاروں کو قبول کرنے والا۔ خطا کاروں کو معاف کرنے والا۔ بردباروں کی تعریف کرنے والا اور کم سمجھوں کو نصیحت کرنے والا ہوں یہاں تک کہ موت میرے اور ان کے درمیان جدائی ڈال دے۔

لیکن زیاد کی سیاست مغیرہ کی سیاست سے مختلف تھی اور اس کے ساتھ ساتھ وہ معاویہ کی اجازت کے بغیر کسی چیز میں تصرف کی جرأت نہیں کرتا تھا۔

معاویہ اپنے موقف پہ جمے رہے۔

اور حجر اپنے انجام تک پہنچنے والے تھے۔

حجر نے اس کام کے ذمہ داروں سے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔

انہوں نے کہا پڑھ لو۔

انہوں نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں پھر کہا۔

اگر تم میرے بارے میں کچھ اور نہ سوچتے تو میں ان دونوں رکعتوں کو اور طویل کر کے ادا کرتا۔

انہوں نے حضرت خبیب کی سنت ادا کی جنہوں نے موت کے وقت اسی خیال سے دو ہلکی رکعتیں ادا کی تھیں اور کہا تھا

اگر تمہارا خیال یہ نہ ہوتا کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں انہیں اور طویل کرتا۔

اسی بات کو حجر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا انہیں اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ ایسا گمان نہ کریں کہ یہ موت کے خوف سے نماز طول کر رہا ہے اس لئے بہتر سمجھا کہ اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں اپنے رب سے سرگوشی کر لیں پھر انہوں نے اپنی زندگی

AsliAhleSunnet.com

کے سر رشتے کو مختصر لمحوں میں سمیٹتے ہوئے کہا۔

اگر گذری ہوئی نمازوں میں خیر نہیں تو ان دونوں میں بھی خیر نہیں۔

لوگ ان کا بندھن کھولنے کے لئے آئے تو ان کے ذھن میں ایک چمک پیدا ہوئی اور انہوں نے سچے عزم اور اپنے موقف کی صداقت پر بھروسہ کرتے ہوئے کہا

یہ زنجیر مت کھولو اور نہ خون دھونا میں کل معاویہ سے پل صراط پر ملوں گا۔ پھر لائے گئے اور گردن مار دی گئی۔

لشکریوں کا گروہ جب حجر بن عدی اور ان کے چودہ ساتھیوں کو لے کر معاویہ کے پاس سے مقتل کی طرف چلا تو معاویہ بیٹھ گئے اور اپنی رائے اور موقف کے بارے میں غور و فکر کرنے لگے پھر ان پر ان کی بردباری کا غلبہ ہوا اور انہوں نے بہتر سمجھا کہ ان کی خوں ریزی سے رک جائیں اور اپنی گردن پر ان کے خون کا بار نہ لیں۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ انہیں قید کر دیا جائے یا دوسرے شہروں میں بھیج دیا جائے جس سے فتنہ فرو ہو جائے۔

کیا یہ طریقہ ان کے ساتھ اور ان کے علاوہ دوسرے دشمنوں کے ساتھ بغیر کسی کا خون بہائے کامیاب نہیں ہو سکتا۔

پھر طویل غور و فکر کے بعد یہی رائے پسند آئی اور قتل سے پہلے انہیں بچانا چاہا اور اس غرض سے فوراً ایک قاصد روانہ کیا۔

معاویہ کا قاصد لشکریوں کے پاس اس وقت پہونچا جب معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا لوگوں کو قتل کیا جا چکا تھا اور حجر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہید ہو کر اپنے رب سے مل چکے تھے معاویہ کو ایک غم اور اضطراب گھیر لیتا۔ جب بھی حجر اور ان کے ساتھی انہیں یاد آتے۔

AsliAhleSunnet.com

حجر کے قتل کے واقعہ سے امت مسلمہ میں غم کی ایک لہر دوڑ گئی ۔

حجر بن عدی کا قتل صلحاء امت کے نزدیک معاویہ کے خلاف سب سے بڑی قابل مواخذہ بات تھی حضرت عائشہ صدیقہ کو حجر کے قتل سے شدید غم تھا اور حسن بصری حجر بن عدی کے قتل پر معاویہ کو شدید طور پر ملامت کرتے تھے ۔

اور خود معاویہ رضی اللہ عنہ حجر کے قتل پر خود کو بہت ملامت کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے ۔

اے حجر تمہارے غم میں میرا دن بہت طویل لگتا ہے [1] ۔

---

[1] سابقہ روایات کے تکملہ کے طور ابن جریر نے ابن سیرین سے ۲۵۶/۵ میں نقل کیا ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ بے شبہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حجر بن عدی کا قتل ایسا واقعہ ہے جو ہر مسلمان کے لئے باعث غم ہے تاہم یہ معاویہ کا اجتہادی کام تھا جس میں انہوں نے امت کی مصلحت سمجھی تھی اس کام پر انہیں غضب یا جذبۂ انتقام نے نہیں ابھارا تھا نہ ہی ان میں بردباری اور محبت کا فقدان تھا حجر نے کوفہ میں ایسے کئی کام کئے تھے جن سے اندیشہ تھا کہ کوئی نیا فتنہ پھوٹ پڑے یہاں تک کہ حجر نے زیاد کو منبر پر کنکری ماری تھی ۔

حجر کے قتل کرنے کے سلسلے میں معاویہ کی رائے پر ان کی وہ بات شاہد ہے جو انہوں نے حضرت عائشہ سے کہی تھی جبکہ حضرت عائشہ نے اس پر معاویہ کو عتاب کیا تھا معاویہ نے حضرت عائشہ سے کہا تھا ۔ ام المومنین میں نے ان لوگوں کے قتل کو امت کی اصلاح اور بہتری اور ان کی بقاء کو فساد سمجھا تھا ۔ البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۲۵

AsliAhleSunnet.com

امت کے قائدین سے ملاقات

مکہ اور مدینہ کے حج وزیارت کے موقعہ پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خاص لوگوں سے ملاقاتیں کیں یہ واقعہ حجر بن عدی کے قتل کے بعد کا ہے انہوں نے حسین، عبداللہ بن عمر اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی انہیں بیت الحرام کے حج کا خیال پیدا ہوا تاکہ اپنے ان گناہوں پر استغفار کر سکیں جو تقاضائے بشریت سرزد ہو گئے تھے۔

روحانی شوق انہیں مقدس مقامات کی طرف کھینچ رہا تھا اور غالباً حجر اور ان کے ساتھیوں کا قتل انہیں مسلسل پریشان خاطر کئے ہوئے تھا ان کی خواہش تھی کہ امت کے قائدین سے ملاقات کر کے اس عظیم حادثے کے لئے ان سے معذرت کریں اسی عزم کے ساتھ انہوں نے اس سال مسلمانوں کے ساتھ حج ادا کیا پھر مدینہ کا سفر کیا۔

سب سے زیادہ ڈر انہیں ام المومنین حضرت عائشہ کی ملاقات سے تھا وہ ان کے بھائی محمد بن ابوبکر کے قتل پر ان کے شدید موقف سے آگاہ

AsliAhleSunnet.com

تھے وہ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ ان کی حکومت کے لئے سند اور باعث تعاون ہوں اگر انہوں نے مخالف موقف اختیار کیا تو ان کی حکومت کی بنیاد متزلزل ہو جائے گی۔

انہوں نے حضرت عائشہ سے ملاقات کی اجازت چاہی پہلے تو وہ انہیں اجازت دینے سے ہچکچائیں۔ لیکن پھر اجازت دیدی۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم نے حجر کو قتل کر دیا۔؟

کہا ام المومنین میں نے ایسے آدمی کے قتل میں لوگوں کی بہتری سمجھی جس کے زندہ چھوڑ دینے سے لوگوں میں فساد پھیلتا۔ [1]

---

[1] اس میں شک نہیں کہ فساد سے مقصود یہاں لوگوں کو حکومت کے خلاف ابھارنا اور نئے فتنے پیدا کرنا ہے یہ بات اس مسئلے سے متعلق معاویہ کو حاصل ہونے والی معلومات کو صحت سے متعلق ہے یہ بھی بعید نہیں کہ ان میں کچھ مبالغہ رہا اس لئے اس کی ذمہ داری معاویہ پر نہیں ہے ہم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ قتل میں بعض ایسی غلطیوں کا شکار ہوئے کہ بنی جذیمہ کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے فعل سے برأت ظاہر کی آپ نے فرمایا۔

اے اللہ خالد بن ولید نے جو کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے اپنی برأت ظاہر کرتا ہوں۔ ہم نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کے سلسلے میں جنہیں غلطی سے قتل کیا گیا تھا خالد کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر سے کہا انہیں معزول کر دیجئے ان کی تلوار میں تیزی ہے۔

عمر رضوان اللہ علیہ کو خلیفہ کا عظیم جواب یہ تھا۔

(بقیہ صفحہ ۴۳۹ پر)

AsliAhleSunnet.com

عائشہ رض : معاویہ تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا تم نے جو کیا سو
کیا۔ کیا تمہیں اس کا خوف نہیں ہے کہ میں کسی آدمی کو چھپا رکھوں جو تمہیں قتل کر دے
معاویہ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا۔
نہیں میں اماں کے گھر میں ہوں۔
میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے۔
ایمان قتل کی بندش ہے۔ مومن قتل نہیں کرتا۔
عائشہ رض : معاویہ تمہاری بردباری کو کیا ہو گیا تھا جب تم نے حجر اور ان
کے ساتھیوں کو قتل کیا۔؟

معاویہ : اے اماں میری قوم سے آپ جیسا آدمی جب میرے پاس نہ تھا :
پھر تھوڑی دیر خاموشی رہی معاویہ نے اسے توڑتے ہوئے کہا۔

(بقیہ صد ۴۳۸ کا)
انہوں نے تاویل کی اور اس میں خطا ہو گئی خالد کے بارے میں اپنی زبان
کو روک لو۔ میں ایسی تلوار کو عیب نہیں لگا سکتا جسے اللہ نے مشرکوں کے لئے
کھینچا ہو۔
اور شاید معاویہ رضی اللہ عنہ نے تاویل کی اور غلطی کی جیسا کہ انہوں نے
اپنے بعض اعتذارات میں کہا ہے۔ ان لوگوں کو انہوں نے قتل کیا جنہوں نے
ان کے خلاف گواہیاں دیں۔
ان کے اقوال میں سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک آدمی کا قتل کیا جانا ایک
لاکھ کے قتل کئے جانے سے بہتر ہے۔
نئے سرے سے خوں ریزی شروع ہو گئی تو امت میں روکا نہ جا سکے گا۔

AsliAhleSunnet.com

اماں! آپ کے ساتھ میرا سلوک کیسا ہے؟

عائشہ! تم میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہو۔

معاویہ: اس کے علاوہ آپ کی ضرورت اور معاملات میں میں کیسا ہوں

عائشہ! بہتر ہو۔

معاویہ! تو مجھے اور حجر کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے کہ ہمارا فیصلہ اللہ کریگا[1]

معاویہ حضرت عائشہ کے حجرے سے نکلے اور اہل مدینہ ان سے سلام وملاقات کے لئے آنے لگے انہوں نے ان کا استقبال خندہ پیشانی سے کیا پھر مسجد نبوی میں آئے منبر پر چڑھ کر پوری صراحت سے مسلمانوں پر اپنی سیاست کا اعلان کیا جس میں انہوں نے غرور اور کبریائی سے پاک ترمی اختیار کی حد درجے کا تواضع اور حکمت بالغہ اپنایا حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا۔

بخدا جب میں تمہارے امور کا والی بنایا گیا تو میں جانتا تھا کہ تم میری ولایت سے نہ خوش ہو اور نہ اسے پسند کرتے ہو اور اس بارے میں آپ لوگوں کے دل میں جو بات ہے اسے بھی میں جانتا ہوں بلکہ میں نے تو آپ لوگوں کو اپنی اس تلوار سے اپنی طرف کھینچا ہے

ایک آدمی اس تصور کے پیش نظر تھوڑی دیر ٹھہر کر یہ سوال کر سکتا ہے۔

اہل مدینہ معاویہ کی امارت کو کیوں نہیں پسند کرتے تھے؟

جواب صاف اور واضح ہے۔

---

[1] یہ بات مختلف صحیح روایات میں بیان ہوئی ہے جس میں ایک روایت امام احمد کی ہے جسے ابن ابی ملیکہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

کوفہ جو اس سے پہلے ان کے دشمنوں کا گڑھ تھا وہ آج ان کا ہمنوا اور ساتھی بن چکا تھا۔ مدینہ منورہ اسلامی قائدوں کا مرکز تھا یہاں بہت سے لوگ معاویہ کے ہمسر اور مشابہ تھے بلکہ جہاد اولیت اسلام اور اس کی آزمائش میں ان سے بڑھ کر بھی تھے۔

مدینہ میں ابھی سعد بن ابی وقاص رضؓ موجود تھے جو چھ اہل شوریٰ میں سے تھے اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی سعید بن زید رضؓ بھی موجود تھے۔

وہاں رسول اللہؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے انصار اور مہاجرین کی ایک بڑی تعداد کچھ بدری صحابہ اور اصحاب بیعت رضوان بھی موجود تھے۔

مدینہ ہی سے قائدین۔ امراء اور حکام بھیجے جاتے تھے۔

کیا معاویہ اور ان کے اکثر والی مدینہ منورہ کے تربیت یافتہ اور اس کے مبارک ثمرہ نہ تھے اور مدینہ سے حکومت کا شام منتقل ہونا خلافت سے ملوکیت تک پہونچنے کے مرادف تھا معاویہ نے امت اور اس کے قائدین کے سامنے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی تھی۔

میں نے ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضؓ) کے طریقے کو اختیار کرنا چاہا لیکن مجھ میں اس کی قدرت نہ تھی پھر عمر بن الخطاب کا طریقہ اختیار کرنا چاہا تو میری طبیعت نے اس سے فرار اختیار کیا۔ پھر ارادہ کیا کہ عثمان کے طور طریقے کو اپناؤں لیکن میرا دل اس کے لئے بھی تیار نہ ہوا اور ان جیسے لوگوں کے مثل ہوا بھی کیسے جا سکتا ہے اور جو کوئی ان جیسے اعمال کی قدرت بھی رکھے تو ان کے بعد ان کے فضل و مرتبت کو نہیں پا سکتا۔ رحمۃ اللہ و رضوانہ علیہم۔

AsliAhleSunnet.com

انہوں نے امت کے سامنے اعلان کیا کہ خلافت ان شہسواروں کے ساتھ رخصت ہوگئی ان میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ ان کے معیار تک پہونچ سکیں پھر آج صورت حال کیا ہو سکتی ہے اس کے متعلق کہتے ہیں۔

لیکن میں نے ایسا طریقہ اپنایا جس میں میرے لئے منفعت تھی نیز آپ لوگوں کے لئے بھی اور ہر شخص کے لئے بہترین زندگی کے ذرائع ہیں جب تک وہ اپنا طور طریقہ اچھا رکھے اور اطاعت باقی رکھے۔

رفاہ عام کے بارے میں انہوں نے اپنے اقتصادی منصوبے کا اعلان کیا اور کہا کہ اس کا حصول حاکموں کے اللہ کے راستے پر قائم رہنے اور محکومین کے معروف میں اطاعت کرنے پر مبنی ہے۔

انہوں نے لوگوں کے اس خیال کا انکار نہیں کیا کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ان سے بڑھ کر ہیں یہ ہر شخص کا انفرادی حق ہے جس میں وہ مداخلت روا نہیں رکھتے بلکہ وہ اس امر کی واقعیت سے بھی اختلاف نہیں کرتے جب وہ کہتے ہیں کہ۔

اگرچہ میں تم میں بہتر شخص نہیں ہوں۔ لیکن تمہاری بہتری کا ذریعہ ہوں۔
اپنی پر امن سیاست کا اعلان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

یعنی میں اس پر تلوار نہیں اٹھاؤں گا جس کے پاس تلوار نہیں ہے اور جو کچھ ہو گذرا جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں میں نے اسے فراموش کردیا۔

وہ لوگوں کے لئے اعلان کرتے ہیں کہ ان کے حق محفوظ ہیں جسے ان تک پہونچانے کے لئے وہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے لیکن اس حق کی کمی کی صورت پر فتنہ و انقلاب سے بچنا چاہیئے اس لئے کہ فتنہ لعنت کو کھا

AsliAhleSunnet.com

جاتا ہے اور حسد و بغض کو جنم دیتا ہے اور تمام خشک و تر کو نیست و نابود کر دیتا ہے وہ کہتے ہیں۔

لوگو تمہیں مجھ سے پورا حق نہ مل رہا ہو تو اس کے بعض حصے سے مجھ سے راضی رہنا اس لئے کہ فتنہ گھات میں لگا رہتا ہے اور فتنہ جب کھڑا ہو جاتا ہے تو تباہ کر کے ختم ہوتا ہے تم فتنے سے بچو اس لئے کہ یہ معیشت کو بگاڑتا نعمت کو خراب کرتا اور استیصال کو جنم دیتا ہے۔

میں اپنے اور آپ سب کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں[1]۔ پھر وہ منبر سے اتر آئے۔

اس خطبے کی روح پورے طور پر اس خطبے کی روح سے مختلف ہے جسے زیاد نے پیش کیا۔

زیاد کے بیان سے اس قوم پر سطوت و تشدد کا اظہار ہوتا ہے جس کے کم عقل لوگوں نے ان میں فساد برپا کر دیا تھا۔

لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیان کی روح اہل حق کے حقوق کے اعتراف

---

[1] ابن کثیر نے یہ خطبہ اصمعی (ثقہ) عن الہذلی (ثقہ) عن الشعبی (ثقہ) روایت کیا ہے لیکن اس میں ایک اشکال ہے کہ یہ عام الجماعت میں دیا گیا جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ معاویہ نے صرف چوالیس اور پچاس اور اکیاون ہجری میں حج کیا ہے اور راجح یہ ہے کہ انہیں دونوں سالوں میں یہ خطبہ دیا گیا ہمیں اس سے بحث نہیں کہ کس سال میں یہ خطبہ دیا گیا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس سے معاویہ کی طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے خواہ کوئی بھی سال ہو۔

AsliAhleSunnet.com

اور امت کے قائدین کی ان کے مرکز میں تعظیم و تکریم کے مشابہ ہے۔

ہم اہل مدینہ اور ان کے مرحوم خلیفہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جاننا چاہیں گے جو مدینہ میں اس سلسلے کی آخری کڑی تھے۔

تو معاویہ نے اپنے خطبے میں علی کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ اصلاً انہوں نے علی کی خلافت ہی تسلیم نہیں کی تھی۔

یہ بھی ضروری تھا کہ اس سلسلے کی سب سے آخری کڑی یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی جو خلافت کے سابق امیدواروں میں سے تھے رائے معلوم کی جائے۔

چنانچہ دونوں شخصیات کی گفتگو شروع ہوئی۔

مختصر گفتگو کے بعد معاویہ نے چاہا کہ سعد کے دل کا راز معلوم کریں چنانچہ ان سے فوراً سوال کیا۔

آپنے ہمارے ساتھ کیوں جنگ نہیں کی؟

سعد: میرے اوپر ایک سیاہ آندھی چلی میں نے کہا ٹھہرو ٹھہرو اپنی سواری بیٹھائی پھر جب آندھی گذر گئی تو میں نے راستہ پہچانا اور چلنا شروع کیا۔

معاویہ: کتاب اللہ میں ٹھو ٹھو نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وان طائفتان من المؤمنین	اور اگر مومنوں میں سے دو گروہ آپس
اقتتلوا فاصلحوا بینھما	میں لڑ جائیں تو ان میں صلح کراؤ پھر
فان بغت احداھما علی	اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر سرکشی
الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی	کرے تو سرکش گروہ سے جنگ کرو تاکہ اللہ
حتی تفیٔ الیٰ امر اللہ۔	کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

AsliAhleSunnet.com

بخدا میں نہ تو عادل گروہ کے برخلاف باغی گروہ کے ساتھ تھا اور نہ باغی کے خلاف عادل گروہ کے ساتھ تھا۔

سعد: میں ایسے آدمی سے جنگ نہیں کر سکتا تھا جس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارونؑ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

معاویہ: آپ کے ساتھ یہ قول اور کس نے سنا ہے۔؟

سعد: فلاں فلاں اور ام سلمہؓ نے۔

معاویہ: اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہوتا تو علیؓ سے جنگ نہ کرتا۔[1]

اس طرح وہ پوری صفائی اور سادگی سے حق بات کہتے ہیں اور اہل حق سے اعتذار کرتے ہیں اور اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ زبیر سے جب علی نے کہا تھا: زبیر کیا تمہیں یاد نہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم سے کہا تھا کہ ایک دن تم علی سے جنگ کرو گے حالانکہ تم ہی ظالم رہو گے۔

تو زبیر نے اس وقت جواب دیا تھا اگر مجھے یہ یاد ہوتا تو آپ سے لڑنے کے لئے نہ نکلتا۔

یہ ایسی نسل کے لوگ تھے جو حق پر اور اہل حق کے ساتھ زندگی گذارتے

---

[1] اسے کثیر نوری نے عبداللہ بن بدیل سے روایت کیا ہے لیکن تاریخ رجال میں کثیر نوری کے نام کا علم نہ ہو سکا۔ عبداللہ بن بدیل صدوق ہیں لیکن خطا کرتے ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۷۷)

AsliAhleSunnet.com

تھے حق کی طرف لوٹنے اور نفس کو حق کے تابع کرنے میں کوئی عیب و عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

وہ ویسے ہی تھے جیسا اللہ نے ان کا وصف بیان فرمایا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ — محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے اصحاب ہیں وہ کافروں کے لئے سخت اور آپس میں بارحم ہیں۔

اور دوسرے مقام پر ان کی تعریف میں فرمایا ہے۔

اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین — مومنوں کے لئے فروتن اور کافروں کے لئے سخت ہیں۔

فی الواقع وہ تاریخ میں سب سے بہترین دور کے افراد تھے۔

AsliAhleSunnet.com

یزید بن معاویہؓ کی ولی عہدی

سال پر سال گذر رہے ہیں سرزمین اسلام میں امن کا دور دورہ ہے فتوحات کا دائرہ مشرق و مغرب میں وسیع ہو رہا ہے سرحدوں پر مجاہدین اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے فروکش ہیں۔

معاویہ نے اپنی ذات پر غور کیا انہوں نے دیکھا کہ وہ ستر سال کو پہونچ رہے ہیں ان کی عمر کافی دراز ہو چکی ہے وہ سوچنے لگے کہ ان کی وفات کے بعد امت کا کیا حال ہو گا جس طرح ان کے بڑے والی رخصت ہو گئے ضروری ہے کہ نوجوان نسل اپنے فرائض سنبھالے۔ خصوصاً امیر مشرق زیاد کی وفات کے بعد۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کے موقعہ پر حضرت عائشہ سے ملاقات کے وقت حضرت معاویہ کو ایک خواہش ہوئی تھی چنانچہ اس کے لئے انہوں نے حضرت عائشہ سے کہلوایا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلہ اور آپ کا موئے مبارک دے دیجئے۔

AsliAhleSunnet.com

راوی کہتا ہے۔

انہوں نے یہ چیزیں مجھے دیں انہیں لے کر میں معاویہ کے پاس آیا انہوں نے حلہ لے کر پہن لیا اور موئے مبارک کو لے کر پانی منگایا اسے دھویا اور اس پانی کو پیا اور اپنے جسم پر ملا۔ پھر پانی کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔

وہ برابر صحابہ رسول کی باتیں سنتے ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائیوں کو پسند کرتے تھے۔

یہ مسور بن مخرمہ ہیں معاویہ کے پاس آتے ہیں وہ جانتے تھے کہ مسور ہمیشہ خلیفہ اور اس کے والیوں پر تنقید کرتے رہتے ہیں لیکن انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ان سے یہ گفتگو کی۔

معاویہ: مسور والیوں پر آپ کی جرح سے کیا فائدہ ہوا؟

مسور: ہمیں اس گفتگو کا موقعہ نہیں ہم جس کام کے لئے آئے ہیں اسے اچھی طرح کرو۔

معاویہ: تو تم خود بات کرو۔

مسور: میرے نزدیک جو چیز عیب دار ہوتی ہے لوگوں کو اس کی خبر کر دیتا ہوں۔

تھوڑی خاموشی کے بعد معاویہ نے مسور کی طرف نظر اٹھائی اور ان کی طرف نظریں گاڑ کر اعتماد کے ساتھ ان سے کہا۔

کیا تمہارے کچھ ایسے گناہ بھی ہیں کہ اگر اللہ انہیں نہ بخش دے تو تمہیں ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

مسور: ہاں میرے ایسے گناہ ہیں کہ اگر اللہ نے انہیں نہیں بخشا تو میں

AsliAhleSunnet.com

ہلاک ہو جاؤں گا۔

مسور نے جواب دیتے ہوئے محسوس کیا کہ انہیں خاموش کر دیا ہے لیکن انہوں نے اپنی نظر معاویہ کی طرف اٹھائی جوان سے کہہ رہے تھے۔

پھر وہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے تم خود کو مجھ سے زیادہ مغفرت کا حق دار سمجھتے ہو؟

مسور نے ابھی جواب کا قصد نہیں کیا تھا کہ معاویہ اسی رو میں پوری حرارت کے ساتھ ان کا جواب دیتے گئے۔

بخدا میرے ذمہ جو رعیت کی اصلاح، اقامت حدود، آپس میں اتحاد جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر بڑے بڑے امور ہیں جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور نہ تم ہی کر سکتے ہو تم جتنے عیوب اور گناہوں کا ذکر کرتے ہو یہ سب ان سے زیادہ ہیں۔

مسور تھوڑی دیر غور و فکر کرنے لگتے ہیں اور معاویہ اپنی گفتگو جاری رکھتے ہیں۔

اور میں ایسے دین پر ہوں جس میں اللہ نیکیوں کو قبول کرتا اور گناہوں کو معاف کرتا ہے بخدا اگر اسی معاملے میں اللہ اور اس کے علاوہ کے درمیان مجھے انتخاب کا اختیار دیا جاتا تو میں اللہ کو اختیار کر کے سب کو ترک کر دیتا

مغیرہ نے اجازت طلب کی اور معاویہ کے پاس آئے مسور کو معاویہ کی باتوں سے بڑی تنگی محسوس ہوئی اس لئے وہاں ٹھہرنے کی ہمت نہ کر سکے اور وہاں سے باہر نکل آئے۔

معاویہ سے اس گفتگو کے بعد مسور پر جو کیفیت گذری اسے بیان کرتے

AsliAhleSunnet.com

ہوئے کہتے ہیں۔

معاویہ نے مجھ سے جو کچھ کہا اس کے بارے میں میں نے غور و فکر کیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ معاویہ غالب آ گئے۔

کہا کہ: مسور جب اس کے بعد ان کا ذکر کرتے تو ان کے لئے خیر کی دعا کرتے تھے[1]۔

★ ★ ★

معاویہ کو سب سے زیادہ فکر اس بات کی ہوئی تھی کہ ان کے بعد خلیفہ کون ہو گا؟

جب ارض اسلام پر موجود اسلامی قائدین کا جائزہ لیتے تھے تو ان کی نظر میں عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ حسین بن علی۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن عباس کی شخصیات آتی تھیں۔

لیکن ان کی نظر میں موجودہ صورت حال میں یہ معاملہ کسی کی بھی گرفت سے باہر تھا۔ امت نئے اختلافات اور جدید مصائب میں گرفتار ہو سکتی تھی ایسی جنگیں برپا ہو سکتی تھیں جو سب کا صفایا کر دیتیں جتنی خوں ریزیاں ہو چکی تھیں

---

[1] ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۲ میں بروایت عبدالرزاق عن معمر عن الزہری عن حمید بن عبدالرحمٰن عن المسور بن مخرمہ ذکر کیا ہے سند کے سبھی رواۃ ثقہ اور عدول ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

ہیں یہی کیا کم تھیں ان کا لڑکا یزید ان لوگوں کے مثل نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ذمہ داریوں کا اہل ہے۔

اس نے بعض بڑی ذمہ داریوں کا تجربہ کیا ہے۔ قسطنطنیہ کے محاصرے کے وقت اس معاملے کی لیاقت کا اس نے ثبوت دیدیا ہے اس جنگ نے لوگوں کی نگاہیں اپنی جانب موڑلیں خاص طور پر اس میں اس نے کبار مجاہدین اور مسلمان رہنماؤں کے ساتھ جنگ کی۔

لیکن ایسا کرنے سے وہ ایسی سنت کا اجراء کریں گے جسے اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

یعنی اولاً اپنی زندگی میں اپنا ولی عہد منتخب کریں۔

ثانیاً ولی عہد خود امیر المؤمنین کا بیٹا ہو۔

اس کے ساتھ انہوں نے یہ طریقہ پسند کیا کہ مدینہ میں کبار صحابہ سے اس بارے میں رائے لیں۔

چنانچہ وہاں کے والی کے پاس اطلاع بھیجی کہ جو میرے پاس آنا چاہے سے بھیج دو۔

عمرو بن حزم انصاری ان کے پاس آکر اجازت طلب کرتے ہیں۔

پاسبان معاویہ کے پاس اجازت لینے آتا ہے اور کہتا ہے۔

عمرو آئے ہوئے ہیں اجازت ملاقات چاہتے ہیں۔

معاویہ! میرے پاس کس لئے آئے؟

پاسبان آپ کے حسن سلوک کے طالب ہیں۔

معاویہ! اگر سچے ہیں تو میرے پاس لکھ کر دیں جو طلب کریں گے۔

AsliAhleSunnet.com

میں انہیں دوں گا اور ملاقات نہیں ہو سکے گی۔

پاسبان ان کے پاس گیا اور کہا آپ کو جو ضرورت ہے وہ لکھ دیجئے

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوئے۔ اور دربان سے کہا۔

سبحان اللہ امیر المؤمنین کے دروازے پر آؤں اور ان سے ملاقات نہ کرسکوں! میں تو ملاقات کر کے ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

معاویہ نے دربان سے کہا اس کو فلاں دن کی تاریخ دے دو کہ صبح کی نماز پڑھ کر آجائیں۔

اس تاخیر سے عمرو رنجیدہ ہو کر لوٹ پڑے سوچنے لگے کہ بلا ملاقات کئے مدینہ لوٹ جائیں لیکن وہ بہت بڑی بات لے کر آئے تھے جسے معاویہ کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے وہ ان کے لئے بہت گراں ہو گیا لیکن اس کے لئے اللہ سے اجر کی امید رکھتے تھے بہرحال صبح کی نماز کا وقت آگیا۔

معاویہ نے جب صبح کی نماز پڑھ لی تو حکم دیا کہ دیوان خانے میں چارپائی بچھا دی جائے پھر لوگ وہاں سے نکلنے لگے ان کے پاس صرف ایک ہی کرسی تھی جسے عمرو کے لئے رکھا گیا تھا۔ عمرو آئے اور اجازت چاہی انہیں اجازت مل گئی سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گئے معاویہ نے ان سے کہا آپ کی ضرورت؟

کہا

تمام حمد وثنا اللہ کے لئے ہے۔

یقیناً یزید بن معاویہ قریش کا شریف النسب نوجوان مال سے غنی ہو گیا تمام چیزوں سے فارغ البال ہو گیا سوائے بھلائیوں کے۔ اور میں نے رسول

AsliAhleSunnet.com

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس شخص کو کسی رعیت کی نگہبانی عطا کرتا ہے قیامت میں اس کے بارے میں اس سے سوال کرے گا کہ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟

اے معاویہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کس کو خلیفہ بنائیں گے۔ اس کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں وہ بات ختم کر کے معاویہ کے جواب کا انتظار کرنے لگے اس کے متعلق انہیں کسی طرح کی پروانہ تھی۔

معاویہ نے سر اٹھایا اور اتنی لمبی سانس لی جس سے ان کے ہوش و حواس غائب ہونے کا اندیشہ تھا صبح کی چادر میں انہیں گرمی محسوس ہوئی اور پسینہ آگیا وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگے پھر افاقہ ہوا اس معاملے میں ان کو زندگی بھر کا حاکمانہ تجربہ تھا انہوں نے یزید کی خلافت کے لئے طویل غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا تھا اور اس نتیجے تک پہونچے تھے۔

اللہ کی حمد و ثنا کے بعد انہوں نے کہا۔

آپ ہمارے ناصح ہیں میں آپ کی رائے پر انتہائی غور کر کے کہہ رہا ہوں۔

عمرو بن حزم کی جرأت اور خدا لگتی نصیحت نے انہیں سعادت سے معمور کر دیا انہوں نے مزید کہا۔

اب میرا لڑکا اور ان لوگوں کے لڑکے ہی باقی رہ گئے ہیں لہذا میرا بیٹا ان کے بیٹوں سے زیادہ حق دار ہے۔

معاویہ: آپ کی ضرورت؟

عمرو: میری کوئی ضرورت نہیں۔

معاویہ: تو تشریف لے جائیے۔

AsliAhleSunnet.com

ان کے بھائی نے کہا کیا ہم مدینہ سے اتنی مشقت اٹھا کر صرف گفتگو کے لئے آئے ہیں ؟

عمرو : میں تو صرف گفتگو کے لئے آیا ہوں۔

چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں تحائف اور انعامات دیئے اور اسی طرح عمرو کو بھی دینے کو کہا[1]

یہ عمرو بن حزم ہیں مدینہ سے شام تک کا سفر انتہائی مشقت اٹھا کر اس لئے کرتے ہیں تاکہ معاویہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائیں اور ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنی آخری تجویز کا اعلان کرنے سے پہلے غور و فکر کرلیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خلیفہ اور جانشین بنانے کے سلسلے میں ان سے سوال کرے گا۔ عمرو یہ طویل سفر اس لئے کرتے ہیں تاکہ کلمۂ حق کہیں کچھ بھی ہو جائے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ دین اللہ، اس کے رسول مسلمان ائمہ اور ان کے عوام کے لئے خیر خواہی کا دین ہے۔

اللہ اور رسول کی خاطر امام کو نصیحت ضروری ہے۔

اور یہ خلیفہ ہیں جو اللہ اور رسول کے ذکر، اپنے جانشین کے حسن انتخاب کے لئے یہاں تشریف لانے والے اور نصیحت کرنے والے کا شکریہ ادا کرتے ہیں ان کی اس کوشش کو سراہتے ہیں اور وفد کے دوسرے افراد کی طرح

---

[1] مجمع الزوائد بروایت ابن سیرین ج ۲ ص بوصیری نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے ہیثمی نے کہا اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

ایک درہم بھی کم کئے بغیر انہیں بھی تحائف اور انعامات سے نوازتے ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یزید کے لئے مخالفت اگر ہو سکتی ہے تو عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

اور مدینہ وہ منفرد مرکز ہے جہاں مسلمانوں کے مہاجرین والانصار کے برگزیدہ یا کبار لوگ ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس موقف کے حق میں لوگوں سے بیعت کے لئے مدینہ خود جائیں اس لئے کہ ان کے سوا اس معاملے کو اور کوئی حل نہیں کر سکتا تھا۔

بہتر ہے کہ ہمارے سامنے محدثین کی وہ روایت ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ بیعت کس طرح لی اس موضوع سے متعلق وہ سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔

ذکوان حضرت عائشہ کے غلام سے مروی ہے کہ جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حج کیا مکہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ آئے جب مدینہ سے قریب ہوئے تو ابن عمر۔ ابن زبیر۔ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر مدینہ سے نکل گئے۔ مدینہ آکر معاویہ منبر پر چڑھے اور حمد وثنا کے بعد اپنے لڑکے یزید کا ذکر کیا اور کہا اس معاملے میں اس سے زیادہ حقدار کون ہے؟

پھر کوچ کیا اور مکہ آئے طواف کیا پھر اپنے مکان میں داخل ہوئے ابن عمر کے پاس خبر بھیجی وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا۔

اے ابن عمر تم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں کوئی ایسی سیاہ رات نہیں گذارنا چاہتا کہ اس میں ہمارا امیر نہ ہو۔ اب میں خبردار کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں

AsliAhleSunnet.com

اختلاف نہ پیدا کرو اور ان میں آپس میں فساد نہ پھیلاؤ جب وہ خاموش ہوئے

توابن عمر نے حمد و ثنا کے بعد کہا۔

آپ سے پہلے کئی خلفاء تھے جن کے بیٹے موجود ہیں آپ کا

لڑکا ان کے لڑکوں سے بہتر نہیں ہے آپ نے اپنے بیٹے کے بارے

میں جو سوچا انہوں نے اپنے بیٹوں کے بارے میں نہیں سوچا بلکہ

انہوں نے مسلمانوں پر معاملے کو چھوڑ دیا کہ جسے پسند کریں چن لیں۔

ابن عمر نے اپنی نصیحت ان کو بتا دی اور حق بات کہی اور کسی ملامت

کرنے والے کی ملامت کا انہیں خوف نہ ہوا۔ پھر کہا۔

آپ مجھے مسلمانوں کے اختلاف اور ان میں فساد پیدا کرنے

سے خبردار کر رہے ہیں میں ایسا کرنے والا شخص نہیں ہوں میں مسلمانوں

کا ایک فرد ہوں اگر وہ لوگ کسی معاملے پر اتفاق کر لیتے ہیں تو ان

میں کا ایک فرد میں بھی ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ان کے نقطہ نظر کے سلسلے میں ہمیشہ یہی موقف

رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے اختلاف کی اساس نہ بنیں۔

انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے پاس خبر بھیجی وہ آئے ان سے گفتگو

شروع کی عبدالرحمٰن نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا آپ چاہتے ہیں کہ آپ

کو اپنے بیٹے کے سلسلے میں اللہ کے سپرد کر دیں بخدا ہم ایسا ہرگز نہیں

کریں گے۔ واللہ یہ مسئلہ آپ کو مسلمانوں کے شوریٰ کی طرف لوٹانا ہوگا

یا ہم آپ سے لڑیں گے۔ پھر اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

ابن ابی بکر کا موقف واضح اور صریح تھا۔ حکم میں شوریٰ اختیار

AsliAhleSunnet.com

کر کے خلافت کے منہج کی تطبیق ضروری ہے اگر ایسا نہ ہوا تو جنگ ضروری ہے۔

معاویہ نے کہا اے اللہ اپنی مرضی کے مطابق مجھے ان کے ساتھ انسیت کی توفیق دے پھر معاویہ ان کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔ دیکھو اپنی روش پہچانو اور اہل شام کے ساتھ حد سے تجاوز مت کرو مجھے اندیشہ ہے کہ مجھ سے پہلے وہ تم سے نپٹنے کی کوشش کریں گے۔

معاویہ کو ابن ابوبکر کی زندگی کے بارے خطرہ لاحق ہوا اس لیئے ان کی نصیحت کے لیئے جلدی کی کہ وہ اہل شام کی جماعت کو اپنے افکار سے باخبر نہ کریں بیعت کے اظہار کے بعد انہیں اجازت دی کہ وہ اپنی باتیں ظاہر کریں۔

پھر ابن زبیر کے پاس خبر بھیجی اور کہا۔

اے ابن زبیر تم چالباز روباہ ہو۔ ایک بھٹ سے نکلنے کے بعد جس طرح وہ دوسرے میں داخل ہو جاتی ہے تم نے ان دونوں آدمیوں یعنی ابن عمر اور ابن ابوبکر کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی تم نے ان کے دماغوں میں اپنی باتیں بھریں اور ان کی رائے کے خلاف انہیں آمادہ کیا۔

ابن زبیر نے گفتگو شروع کی اور کہا۔

اگر آپ امارت سے اکتا چکے ہیں تو اسے چھوڑ دیجئے اور ہمارے پاس اپنے لڑکے کو لائیے ہم اس سے بیعت کر لیں آپ خود بتائیے کہ آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے بیٹے سے بھی بیعت کر لیں تو آپ دونوں میں سے کس کی اطاعت کریں؟ بسجادو دونوں کی بیک وقت بیعت ہم کبھی نہیں کریں گے۔

ابن زبیر نے مسئلے کو دوسرے پہلو سے اٹھایا انہوں نے طرز انکار ایک وقت میں دو بیعتوں کے اکٹھا ہو جانے کی وجہ سے اختیار کیا اور اس جدید

AsliAhleSunnet.com

منطق کو جسے اس سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا انہوں نے چھوڑ دیا۔

معاویہ کے لئے دو راستے ہیں یا تو مخالفین سے بزور بیعت لیں اس کی انہیں طاقت حاصل ہے لیکن یہ راستہ محترم اسلامی شخصیات کی خوں ریزی کی طرف لیجائے گا جسے وہ کبھی پسند نہیں کر سکتے اور ان کے نزدیک اس سے ناپسندیدہ چیز کوئی نہیں ہے۔

یا تو پھر انہیں بلا بیعت کے چھوڑ دیں جس سے اطاعت کی چادر تار تار ہو گی اور یہ بات اس راہ پر لے جائے گی جہاں نئی قیادتوں کے سبب امت کے مختلف جماعتوں میں بٹ جانے کی وجہ سے خوں ریزی مچ جائے گی۔

ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ قائدین امت کو بیعت پر راضی کریں تاکہ اطاعت میں افتراق پیدا نہ ہو اور وہ بیعت کے سلسلے میں ذلیل نہ کئے جائیں اس کی تنفیذ کے لئے انہوں نے قدم اٹھایا۔

امیر معاویہ اٹھے پھر منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا۔

ہم نے لوگوں کی باتوں میں کجی اور عیب دیکھا ان کا گمان تھا کہ ابن عمر ابن زبیر اور ابن ابوبکر نے یزید کے لئے بیعت نہیں کی ہے حالاں کہ انہوں نے سمع و طاعت اختیار کرتے ہوئے اس کے لئے بیعت کر لی ہے۔

اہل شام نے کہا! نہیں بخدا ہمیں یہ بات پسند نہیں ہے انہیں تمام لوگوں کے سامنے بیعت کرنی چاہیئے ورنہ ہم ان کو قتل کر دیں گے۔ امیر معاویہ نے کہا۔

خاموش! سبحان اللہ قریش کو گزند پہونچانے میں تم اتنے تیز ہو! آج کے بعد یہ بات میں کسی سے نہ سنوں۔ پھر منبر سے اتر گئے۔

AsliAhleSunnet.com

لوگوں نے کہا: ابن عمر۔ ابن زبیر اور ابن ابوبکر نے بیعت کر لی۔ وہ کہتے ہیں ہا نہیں ہمارا ہم نے بیعت نہیں کی۔ لوگ کہتے ہیں نہیں آپ لوگوں نے بیعت کر لی۔ پھر معاویہ سفر کر کے شام چلے گئے[1]

☆ ☆ ☆

یزید کی ولی عہدی کے بارے میں معاویہ کا زاویہ نظر کیا ہے؟

یزید کی بیعت فی الواقع خلافت نہیں بلکہ ملوکیت کی نشانی تھی اس میں کوئی عیب نہیں ہے کہ کسی رہنمائے امت کے لئے معاویہ کی زندگی میں بیعت مکمل ہو جاتی تاکہ ان کی وفات کے بعد امت مطمئن ہوتی ان سے پہلے وہ شخص خلیفہ بنایا گیا جو ان سے بہتر تھا جیسا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔

اس میں بھی عیب نہیں کہ اپنے بعد معاملہ مسلمانوں پر چھوڑ دیتے رسول اللہ

---

[1] تاریخ خلیفہ بن خیاط بروایت وہب بن جریر (ثقہ) عن جریر بن حازم (لاباس بہ) عن النعمان بن راشد (صدوق فیہ ضعف) عن الزہری (فقیہ حافظ ثقہ) دوسری روایت جس سے اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے ان کے قتل کی دھمکی دی وہ مدینہ کے مجہول شیوخ سے مروی ہے جس پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا بروایت وہب بن جریر عن جویریہ ابن اسماء عن اشیاخ من المدینہ۔

AsliAhleSunnet.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اس معاملے کو مسلمانوں پر چھوڑ دیا تھا۔

اس میں بھی عیب نہ تھا کہ اپنے بعد معاملہ مسلمان رہنماؤں میں مخصوص کر دیا جاتا جیسا کہ ان سے بہتر شخص حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا۔

لیکن ایک تو یہ کہ ان کے لڑکے کی بیعت ہو دوسرے یہ کہ خلیفہ اسے خود اپنی زندگی میں نامزد کرے یہ اسلامی خلافت کے لازمی اصولوں سے خارج ہے یہ ملوکیت سے مشابہ ہے نہ کہ خلافت کے اسی بات نے بعض مسلمانوں کو اس تعبیر پر جرأت بخشی کہ یہ ہرقلیت اور کسرویت ہے کہ جب ایک قیصر ختم ہوا تو دوسرا قیصر آگیا۔

ہم دوبارہ اس سوال کو دہراتے ہیں کہ اپنے ولی عہد کے سلسلے میں معاویہ کا زاویہ نظر کیا ہے؟

جو فتنے پے در پے اٹھ رہے تھے ان سے یہ مشکل ہو گیا تھا کہ مسلمان ایک خلیفہ پر متفق ہو جائیں خصوصًا باصلاحیت اسلامی قیادتوں کے ایک دوسرے کی خوں ریزی میں لگ جانے کے اور مسلمانوں کے درمیان دوبارہ ان فتنوں کے پیدا ہو جانے کے بعد جن کی طرف خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

تقریبًا بیس سال گذر گئے تھے مسلمانوں کے باہمی تعلقات اچھے تھے ان کی طاقتیں دشمن کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ یہ مسلمانوں کے اتحاد کا مثالی نمونہ تھا۔ یہ ایک پہلو تھا۔

دوسرے پہلو سے۔

حکومت کے امکانات اس کے افراد اور ہتھیار شام میں وافر تھے بنوامیہ جو حکومت کی بنیاد تھے انہیں حکومت کی ذمہ داریوں کا پورا تجربہ

AsliAhleSunnet.com

تھا اس کے طریقوں سے باخبر تھے۔ حکومت کے جملہ ذرائع اور فوج کے تمام اہم شعبے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بہی خواہ و وفادار تھے۔ ان ذرائع میں کوئی بھی تبدیلی نئے طور پر انار کی اور انتشار پیدا کر اسکتی تھی۔

یزید بن معاویہ نے حکومت اور اس کے طریقوں کا تجربہ حاصل کر لیا تھا اس سلسلے میں اپنی تمام ذمہ داریوں سے وہ گذر چکے تھے۔ اس کے فنوں اور طریقوں سے واقف تھے یہ باتیں معاویہ کے یزید کو منتخب کرنے کے لئے کافی تھیں۔

معاویہ کے پورے طرز سیاست میں یہ بات پوری طرح واضح ہے۔

ابن درید نے بہ روایت ابوحاتم عن العتبی معاویہ کا قول ذکر کیا ہے۔

لوگو! میں تم میں بہتر نہیں ہوں تم لوگوں میں ایسے لوگ ہیں جیسے عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عمرو وغیرہ۔ اصحاب فضل حضرات لیکن توقع ہے کہ حکومت کی سطح پر میں تمہارے لئے تم میں سب سے زیادہ نفع بخش ہوں گا۔ تمہارے دشمن پر تم میں سب سے زیادہ غالب آنے والا اور تمہارے لئے فوائد کا سب سے زیادہ اکٹھا کرنے والا ہوں گا۔[1]

بیٹے کے سلسلے میں باپ کے انسانی جذبات کی تاثیر کا صحیح ہرگز انکار نہیں کر سکتے یزید کے ولی عہد بنانے میں مذکورہ اسباب کے ساتھ ساتھ اس جذبہ کا بھی دخل تھا۔

---

۱ بروایت اصحاب محمد عن ابن سعد عن محمد بن مصعب (صدوق کثیر الغلط) عن ابی بکر بن ابی مریم (ضعیف) عن ثابت مولی معاویہ (البدایہ والنہایہ ۸/۱۳۲)

AsliAhleSunnet.com

انسانی جذبات کی تاثیر کا انکار ایسا انکار ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے اسی طرح ان جذبات کے درمیان اسباب کا حصر بے جا تعصب ہے جس کے لئے بھی وجہ جواز نہیں ہے لہذا معاویہ کا یزید کی لیاقت پر اعتماد کرنا ایک عمدہ اعتماد تھا لیکن جب ہم دونوں موقفوں کا تقابل کرتے ہیں یعنی علی اور معاویہ کے موقف کا تو ہمیں ملوکیت اور خلافت کا فرق واضح نظر آتا ہے۔

علی رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر ہیں مسلمان ان سے پوچھتے ہیں کیا اپنے بعد آپ حسنؓ کو خلیفہ بنا رہے ہیں؟ ان کا جواب تھا۔ نہ حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں اپنے لڑکے حسنؓ کی لیاقت پر اعتماد کرنے کے علی الرغم وہ اس کے دور رہے تاکہ اس معاملے میں پدرانہ جذبات کی کوئی تاثیر نہ ہو انہوں نے اپنی رائے کا پوری صراحت سے اعلان کر دیا کہ نہ میں تمہیں منع کرتا ہوں نہ حکم دیتا ہوں۔

یہ معاملہ تمام مسلمانوں کا ہے اس مسئلے میں وہ اپنے حالات کو زیادہ جاننے والے ہیں پھر وہ اپنے رب کے پاس سدھار جاتے ہیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جب حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو معاویہ کی نظر میں یزید کا معاملہ اور قوی ہو گیا انہوں نے سمجھا کہ وہ اس کا اہل ہے یہ باپ کی بیٹے سے شدید محبت کے سبب سے ہوا۔ خصوصاً جب کہ وہ اس میں دنیاوی وجاہت کے مظاہر دیکھتے تھے جیسے شاہزادے جنگی فنون سے آگاہی۔ حکومت کے انتظام اور اس کے کروفر کی بقا سے باخبر ہوتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ صحابہ کی اولاد میں سے کوئی بھی اس کے مقابلے میں نہ آئے گا اس لئے عبداللہ بن عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

مجھے اندیشہ ہوا کہ میرے بعد عیت اس طرح ہو جائے جیسے بارش میں

بغیر چرواہے کی بکری [۱]

بعد کے واقعات نے معاویہ کے اندازے اور تجربے کی تصدیق کردی چنانچہ یزید بن معاویہ کے مرنے کے بعد معاملہ کیا ہوا ؟

عراق اور حجاز عبداللہ بن زبیر کے ہوگئے اور شام عبدالملک بن مروان کا۔ پھر اس کے بعد خون کی ندیاں بہیں تب جاکر عبدالملک نے اپنے حریف عبداللہ بن زبیر پر غلبہ حاصل کیا۔

عراق نے اسلامی خلافت کی نیندیں اچاٹ کردیں اس نے خود یزید کے خلاف انقلاب کا اعلان کیا اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے یہاں بلایا پھر ان کا ساتھ چھوڑ کر انہیں ذبح ہوجانے پر مجبور کردیا حالانکہ اس سے پہلے حسین رضی اللہ عنہ کو یہ اپنا دل دے چکے تھے اور ان کی حمایت میں تلوار اٹھا چکے تھے۔ ابن زبیر کو جب شام جانے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے نہیں مانا اس لئے کہ شام میں حکومت کے ارکان اس کے لشکر اور اعوان و انصار ان سے خوش نہ تھے۔ اور دوسرے پہلو سے ان کے لئے ان کا مخلص ہونا بھی ناممکن تھا۔

جو معرکہ معاویہ اور علی کے درمیان گرم ہوا اس نے معاویہ کے لشکر کو انتہائی مضبوط کردیا اس میں زبردست اطاعت شعاری اور عجیب تابعداری پیدا کردی جب کہ علی رضی اللہ عنہ کا لشکر ان کے خلاف بغاوت کرتا تھا اہل عراق ان کی اطاعت سے گریز کرنے لگے حتی کہ علی دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فریب اور ندامت سے انہیں خلاصی دیدے۔

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ ۸ / ۸۰

AsliAhleSunnet.com

حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بھی عراق والوں سے وہی معاملہ درپیش ہوا

جو ان کے باپ حضرت علی کو ہوا تھا۔

دمشق کے علاوہ جہاں بھی حکومت قائم ہوتی تو شام اس کے لئے خطرہ ہوتا

شام میں ملوکیت اور اس کے مفاہیم پیوست ہو گئے تھے اور خلافت اولیٰ

کی بیشتر بنادیں جو امت کو کسی شخصیت کے بجائے اصول سے مربوط کرتی تھی

وہ بدل گئیں۔

ملوکیت کی صورتحال اس طرح ہوئی معاویہ نے سچ ہی کہا تھا کہ ہم

بادشاہت پر راضی ہیں۔

کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ امت کی دوسری نسل معیار خلافت پر نہیں تھی؟

ہاں یہ ممکن ہے۔

ملوکیت کے میزان میں اس کے قابل یزید ہی ہے۔

اور خلافت کے میزان میں عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر۔ عبداللہ

بن زبیر۔ عبداللہ بن عباس اور حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم

اجمعین یزید سے زیادہ حق دار تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ ان تمام پہلوؤں سے واقف تھے اور یزید کی لیاقت

پر انہیں پورا بھروسہ تھا لیکن فی الوقت وہ ڈر محسوس کرتے تھے کہ مبادا جذبہ

پدری نے یزید کو منتخب کرنے میں جوش کھایا ہے اور اس طرح حق سے اٹھا کر

انہیں اس ماحول میں ڈال دیا ہو۔

اس لئے منبر اور لوگوں کے درمیان بڑی تضرع سے اپنے رب سے دعا

کرتے ہوئے کہتے تھے۔

AsliAhleSunnet.com

اے اللہ اگر تو جانتا تھا کہ میں نے اسے ایسے کام کا والی بنایا ہے جس کا میں نے اسے اہل سمجھا ہے تو اس کے لئے اسے پورا فرما اور اگر میں نے اسے محبت پدری کی بنا پر والی بنایا ہے تو اس کام کو اس کے لئے پورا نہ فرما

یہ نص جسے ابن کثیر رحمہ اللہ نے بروایت معاویہ نقل کیا ہے معاویہ کی نفسیات اور ان کے اسباب و محرکات پر صحیح دلیل ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ

پدرانہ جذبات لیاقت اور بھروسے کے مفہوم سے آمیزش اختیار کر گئے انہوں نے رب جل وعلا سے تضرع کی کہ امت کیلئے وہی بات پسند فرما جس سے وہ راضی ہو تو گو معاملہ یزید کے ماسوا ہوتا تو معاویہ امت کے بہت سے قائدین میں ایسی لیاقت پاتے تھے لیکن ان کی نظر میں یزید لیاقت پر ان سے کم نہ تھا یہ صورت حال ان کی زندگی کے آخری مرحلے میں تھی اس سے پہلے یہ بات نہ تھی۔ قبیصہ بن جابر نے ان کا قول ذکر کیا ہے۔

زیاد نے مجھے ایک کام سے معاویہ کے پاس بھیجا جب تمام امور سے فارغ ہو گیا تو میں نے کہا۔

امیر المومنین آپ کے بعد یہ ذمہ داری کس کے سر رہے گی ؟

تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا۔

ایک جماعت کے یا تو قریش کا کریم النفس شخص سعید بن العاص یا حیا، دانشمندی اور سخاوت کے اعتبار سے قریش کا معروف جوان عبد اللہ بن عامر اور یا تو حسن بن علی جو سید و کریم ہیں یا کتاب اللہ کے حافظ۔ فقیہ حدود اللہ میں تشدد مروان بن حکم یا فقیہ شخص عبد اللہ بن عمر رضی یا ایسے شخص کے جو درندوں کی سی چال کے ساتھ شریعت کو رد کر دے اور روباہ کی سی چال کا مالک ہو یعنی عبد اللہ بن زبیر[1]

[1] ابن کثیر نے ۸/۸۵ میں بروایت عبد الملک بن عمیر (ثقہ) عن قبیصہ بن جابر (ثقہ) نقل کیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

معاویہ کا احساس درست نکلا یزید کے مرتے ہی معاملہ حافظ، فقیہ متشدد فی حدود اللہ مروان بن حکم کی طرف لوٹ آیا۔

* * * *

یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ بعض اہل مدینہ یزید کو لہو و لعب اور شراب نوشی سے متہم کرتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات کسی بھی صحیح روایت میں نہیں آئی ہے اور یہ بات معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان سے بہت دور ہے کہ ایسے کردار کے آدمی کے لئے بیعت لیں اہل مدینہ میں یہ بات کافی پھیل چکی تھی لیکن یزید سے متعلق اس اتہام پر اس دور کے سب سے بڑے جلیل القدر صحابی عبداللہ بن عمرؓ نے اتفاق نہیں کیا۔ امام احمد نے ابن عمر کے غلام نافع سے روایت کیا ہے کہ:

جب لوگوں نے یزید بن معاویہ سے بیعت توڑ دی تو ابن عمر نے اپنے اہل و عیال کو اکٹھا کیا پھر حمد و ثنا کے بعد کہا ہم نے اس آدمی سے اللہ و رسول کے نام پر بیعت کی ہے اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا ہے۔

بے وفا کے لئے قیامت میں ایک علم نصب کیا جائے گا یہ فلاں قوم کے غدار لوگ ہیں اور سب سے بڑی بے وفائی شرک کے علاوہ یہ ہے کہ ایک آدمی اللہ و رسول کے نام پر کسی سے بیعت کرے پھر اس کی بیعت سے پھر جائے لہٰذا تم میں سے کوئی یزید کو نہ چھوڑے اور نہ اس معاملے میں حد سے تجاوز کرے ورنہ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ ہو گا اسے مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے

AsliAhleSunnet.com

جب اہل مدینہ یزید کے پاس سے لوٹے تو عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور یزید کو چھوڑ کر ان سے بیعت کا ارادہ کیا لیکن انہوں نے انکار کیا۔

ابن مطیع نے کہا۔ یزید شراب پیتا ہے۔ نماز چھوڑ دیتا ہے اور کتاب اللہ کے حکم سے سرتابی کرتا ہے۔

ابن حنفیہ نے کہا۔

میں نے اس میں یہ بات نہیں دیکھی میں اس کے پاس گیا وہاں ٹھہرا اسے نماز کا پابند اور خیر پسند پایا۔

وہ فقہ کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا تھا اور سنت کا پابند تھا۔

انہوں نے کہا۔ یہ اس کا تصنع تھا۔

ابن حنفیہ نے کہا۔ مجھ سے ڈر یا امید کی کون سی بات تھی جس سے اس نے خشوع اختیار کیا۔ تم شراب پینے کی بات جو کہتے ہو کیا اس نے تمہیں بتایا ہے اگر تمہیں اس نے بتایا ہے تو تم اس کے شریک ہو اور اگر نہیں بتایا ہے تو تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے۔

انہوں نے کہا۔ ہمارے نزدیک یہ درست بات ہے اگرچہ اسے دیکھا نہیں ہے

ابن حنفیہ نے کہا۔ ایسا کہنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ فرماتا ہے۔

اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ مگر وہ شخص جو سچی گواہی دیں اور وہ اسے جانتے ہوں۔

مجھ کو تمہارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

انہوں نے کہا۔ شاید کہ آپ یہ ناپسند کرتے ہوں کہ آپ کے سوا کوئی والی

AsliAhleSunnet.com

ہو لہذا ہم اپنے معاملے کا آپ کو والی بناتے ہیں۔

محمد بن حنفیہ نے کہا۔ تمہارے ارادے کے مطابق تابع یا متبوع کسی بھی حیثیت سے یزید کے ساتھ جنگ کو میں حلال نہیں سمجھتا۔

انہوں نے کہا۔ آپ اپنے باپ کے ساتھ ہو کر لڑ چکے ہیں۔

محمد بن حنفیہ ۔ میرے والد جیسا شخص لاؤ جس بات پر انہوں نے قتال کیا میں بھی کروں گا۔[1]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ۸/۲۳۳

AsliAhleSunnet.com

مجاہد بادشاہ کا انتقال

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی بھر جہاد کا سلسلہ ختم نہیں ہوا
خصوصاً روم کے ملحقہ حدود میں سعید بن عثمان[1] نے ماوراء النہر کے ایرانیوں

---

[1] سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اسلامی شخصیات ہیں بہت معزز تھے وہ معاویہ کے پاس آئے اور خراسان کی ولایت کی درخواست کی معاویہ نے کہا وہاں کا والی عبید اللہ بن زیاد ہے (اسے زیاد کی وفات کے بعد وہاں کا والی بنایا تھا) سعید بہت نادم ہوئے اور معاویہ سے بڑی سختی سے کلام کیا انہوں نے کہا۔

میرے باپ نے تمہارے ساتھ ایسی ہمدردی اور ایسا کام کیا کہ تم ان کے کاموں کی بدولت ایسے درجے پر پہونچ گئے۔ جہاں پر پہونچا نہیں جاسکتا اور نہ اس کی برابری اختیار کی جاسکتی تو تم نے ان کی محنتوں کا شکریہ ادا

(بقیہ صفحہ ۴۶۷ پر)

AsliAhleSunnet.com

سے قتال کر کے ان پر غلبہ حاصل کیا اور ان کے بہت سے افراد کو ان کی صلح طلبی کے لئے گرفتار کیا عبداللہ بن قیس نے اپنی سرمائی قیام گاہ سن اٹھاون میں ارض ادان میں اختیار کیا۔ عراق میں اس سال خوارج کی بھی شورشیں اٹھیں وہ میدان میں نکلے اور گھیر کر قتل کر دیئے گئے۔

معاویہ نے اپنے سامنے پہلی نسل کے ان لوگوں کو رخصت کر دیا جو جہاد میں ان کے یا تو رفیق تھے یا مخالف چنانچہ وہ ایک ایک کر کے وفات پا رہے تھے جیسے ام المؤمنین عائشہ رضوان اللہ علیہا، سعد بن ابی وقاص۔ عبداللہ بن عامر سعید بن العاص۔ زیاد۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر وغیرہ یہ زخم مسلسل ان کے کمزور جسم پر لگ رہے تھے۔ اب وہ پچھتر سال کے ہو چکے تھے۔

(بقیہ صفحہ ۴۶۱ کا)

نہیں کیا اور نہ ہی ان کی نوازشوں کا بدلہ دیا تم نے اسے (یزید بن معاویہ) میرے اوپر مقدم کیا اور اس کے لئے بیعت لی بخدا میں باپ۔ ماں۔ اور اپنی ذات کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں۔

معاویہ نے کہا۔

تمہارے باپ کی جدوجہد کا بدلہ دینا میرے اوپر لازم ہے اس کا شکریہ میں نے اس طرح ادا کیا کہ ان کے خون کے قصاص کا مطالبہ کیا یہاں تک کہ معاملہ بالکل صاف ہو گیا میں اس سلسلے میں جدوجہد کے بارے میں خود کو ملامت نہیں کر سکتا۔

رہی تمہارے باپ کی اس کے باپ کے اوپر فضیلت کی بات تو بخدا تمہارے باپ مجھ سے بہتر تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھے اور تمہاری ماں کی فضیلت اس کی ماں پر اس کا بھی انکار نہیں قریش کی کوئی عورت کلب کی

(بقیہ صفحہ ۴۶۳ پر)

AsliAhleSunnet.com

مدینہ کے ایک آدمی کی طرف سے انہیں ایک عجیب خط ملا اسے چاک کیا تو اس میں تحریر تھا۔

اذا الرجال ولدت اولادھا　　واضطربت من کبر اعضادھا

جب آدمی صاحب اولاد ہو جائے اور بڑھاپے سے قویٰ مضمحل ہو جائیں۔

وجعلت اسقامھا تعتادھا　　فھی زروع قد دنا حصادھا

اور ان پر بیماریوں کا تسلط ہو جائے تو گویا یہ کھیت ہیں جن کے کٹنے کا وقت قریب آگیا انہوں نے خط بند کر دیا اور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا۔

یہ میرے انتقال کی خبر ہے۔

انہوں نے دیکھا کہ واقعی وہ زیادہ چل پھر نہیں سکتے قدم سست رفتاری سے اٹھتے ہیں وہ لوگوں کی طرف نکلے اور منبر کی سیڑھیوں پر بڑی مشکل سے چڑھے

(بقیہ صفحہ ۴۶۱)

عورت سے بہتر ہو گی اور تمہاری فضیلت اس کے اوپر تو بخدا یزید کے لئے یہ قرعہ فال نکل چکا ہے میں تمہارے جیسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا۔

صورت حال انتہائی بگڑنے کے قریب تھی لیکن یزید کی دانشمندی اور مہارت نے اسے سنبھال لیا اس نے اپنے والد سے کہا۔ اے امیر المومنین یہ آپ کے چچا کے لڑکے ہیں اور آپ کو ان کے معاملات پر توجہ دینی چاہئے میری وجہ سے انہوں نے آپ پر عتاب کیا تو انہیں راضی کیجئے چنانچہ خراسان کی جنگ کی سپہ سالاری انہیں دی۔

طبری ۵/۲۰۵ بروایت عمر (صدوق)، عن علی (صدوق) عن محمد بن حفص (مقبول)

AsliAhleSunnet.com

لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف متوجہ تھیں وہ مشقت کے آثار ان کے چہرے پر دیکھ رہے تھے جس سے ان کے اوپر غم اور تکلیف کی کیفیت طاری نہیں تھی وہ امیرالمومنین کی گفتگو سن رہے ہیں جو تمام لوگوں سے اپنی خزاں رسیدگی کا ذکر کر رہے تھے حمد و ثنا کے بعد کہا۔

لوگو میں وہ کھیتی ہوں جو کاٹ لی گئی اور میں نے تمہارا والی بنا دیا ہے میرے بعد تمہارا جو والی ہوگا مجھ سے بہتر نہیں ہوگا تمہاری ولایت جو بھی کرے گا جس طرح مجھ سے پہلے کے تمہارے والی مجھ سے بہتر تھے۔

اے یزید جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل کے لئے کسی عقل مند آدمی کو مقرر کرنا اس لئے کہ دانش مند آدمی کا اللہ کے یہاں ایک مرتبہ ہوتا ہے۔

لوگوں کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا گئے امیرالمومنین ان کے سامنے الوداعی گفتگو کر رہے تھے معاویہ رضی اللہ عنہ نے مزید کہا۔

وہ اچھی طرح غسل دے۔ زور سے تکبیر کہے پھر کپڑوں کی الماری کھولنا اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک کپڑا ہے اور آپ کے بال اور ناخن کے تراشے ہیں ابھی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ تیزی سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس لئے کہ ان کے سامنے محبوب دوجہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے کپڑے اور بال و ناخن کے تراشے کا ذکر آ گیا تھا۔

یادوں کے اس طوفان اور امیرالمومنین کے غم میں جوان پر وداعی نظر ڈال رہے تھے کہ شاید لوگ آج کے بعد ان سے ملاقات نہ کر سکیں سارے حاضرین ڈوبے ہوئے تھے اور معاویہ کی گفتگو گویا ان کے دلوں کو غم سے نچوڑ رہی تھی۔

معاویہ نے مزید کہا۔

AsliAhleSunnet.com

ان ٹکڑوں کو میری ناک، منہ، کان اور آنکھ میں رکھ دینا اور جب قبر میں رکھ چکو تو معاویہ اور رحم کرنے والے اللہ کو تنہا چھوڑ دینا۔

معاویہ مسجد سے نکلے یہ شام میں مسلمانوں سے ان کی آخری ملاقات تھی ان کو شدید سردی محسوس ہوئی جس سے بھاری کپڑا پہن لیا۔

مجاہد بادشاہ کی موت کا وقت قریب آگیا انہوں نے اپنی نظر دور دور آسمان پر دوڑائی اور اپنی یادوں کے طویل صفحات پر ایک نظر ڈالی۔ عمر کے پچھتر سالوں کے اعمال پر غور کیا دنیا کی کم مائیگی اور ناپائداری کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا اور کہا

اے گھر تیری بربادی ہو چالیس سال میں نے تجھے بادشاہت بخشی بیس امیروں اور بیس خلفاء کو تیرے ماتحت کیا اور تجھ میں میرا یہ حال اور انجام ہے پھر لمبا سانس لیا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا دنیا اور اس کے چاہنے والوں کو بربادی کا پیغام سنادو۔

☆ ☆ ☆

اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرنا بھی ضروری تھا چنانچہ امت کا غم آخری سانس تک ان کو لگا ہوا تھا انہوں نے ضحاک بن قیس فہری پولیس آفیسر کو طلب کیا اور اس سے یزید کے لئے وصیت لکھنے کو کہا جو ان کے آخری ایام میں ان کے پاس موجود نہ تھا۔ نیز مسلم بن عقبہ مری کو بلایا جو ان کے خاص مشیروں میں سے تھے اور ان سے رازدارانہ طور سے ملے اور حکم دیا کہ یزید کو ان کی یہ

AsliAhleSunnet.com

وصیت پہونچا دیں۔

۱ — اہل حجاز کا خیال رکھنا وہ تمہاری اصل ہیں۔ تمہارے پاس جو آئے اس کی تعظیم کرنا اور نہ آسکنے والوں کی نگہداشت رکھنا۔

۲ — اہل عراق پر دھیان رکھنا اگر وہ چاہیں کہ روزانہ ان کا عامل بدلا جاتا رہے تو تم ایسا ہی کرنا ایک عامل کی معزولی تم پر ایک لاکھ تلواریں کھنچ جانے سے بہتر ہے۔

۳ — اہل شام کا خیال رکھنا وہ تمہارے سرد وگرم کے ساتھی اور دوست ہیں۔ تمہارے دشمن سے اگر کوئی تکلیف پہونچے تو ان کے ذریعہ مدد لو جب ان پر قابو پالو تو اہل شام کو ان کے ملک کی طرف واپس کردو اس لئے کہ اگر وہ دوسرے ممالک میں ٹھہریں گے تو دوسروں کے طور طریقے سیکھنے لگیں گے۔

۴ — مجھے قریش میں صرف تین آدمیوں سے اندیشہ ہے۔

حسین ابن علی۔ عبداللہ بن عمر۔ اور عبداللہ بن زبیر۔

ابن عمر زہد پسند آدمی ہیں وہ تمہاری طرف سے کوئی چیز چاہنے والے نہیں۔

حسین بن علی ہلکے آدمی ہیں مجھے امید ہے کہ اس شخص کی طرف سے جس نے اس کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو رسوا کیا اللہ تعالیٰ ان سے تمہاری کفایت کرے گا ان سے خونی تعلق ہے اور ان کا بہت بڑا حق ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اہل عراق انہیں نکالے بغیر چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ اگر تم ان پر قابو پا جاؤ تو تم ان سے درگذر کرو اگر میرا ان کا معاملہ ہوتا تو میں انہیں معاف کر دیتا۔

ابن زبیر بڑا حیلہ وفن کا آدمی ہے اگر تم سے اختلاف کرے تو اسے

AsliAhleSunnet.com

گرفتار کر لینا اور اگر صلح چاہے تو قبول کر لینا[1]

۵ ۔۔ جہاں تک ہو سکے اپنی قوم کا خون بہانے سے باز رہنا[2]۔

اس طرح انہوں نے اپنے لڑکے یزید کے سامنے تین چوتھائی صدی کے تجربے کا نچوڑ پیش کر دیا اور انہوں نے محسوس کیا کہ اپنے کندھے سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا ہے پھر ایک گرانی محسوس کی اپنے گھر والوں سے کہا۔

میری آنکھ میں سرمہ لگاؤ اور سر میں تیل ملو۔

گھر والوں نے اس کا سبب نہیں سمجھا انہوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر ٹیک لگانے کے لئے ایک تکیہ طلب کیا پھر بیٹھ گئے اور کہا۔

لوگوں سے کہو کہ مجھ سے آ کر کھڑے ہو کر سلام کریں اور کوئی یہاں بیٹھے نہیں۔ چنانچہ ایک آدمی آتا اور کھڑے کھڑے سلام کرتا انہیں سرمہ اور تیل لگاتے ہوئے دیکھتا تو کہتا لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین کے چل چلاؤ کا وقت ہے

---

[1] وصیت سے متعلق ایک اور روایت ہے جس میں معاویہ، عبدالرحمن بن ابی بکر کو عیش و طرب اور عورتوں سے شغل سے متہم کرتے ہیں اور اس میں یزید کو وصیت کرتے ہیں کہ غالب ہونے کے بعد ابن زبیر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا یہ ایک ساقط روایت ہے جس کا مرکزی راوی ابو مخنف شیعی ہے جسے اسلامی شخصیات کو بگاڑ کر پیش کرنے میں بڑا دخل ہے اس روایت کے جھوٹ ہونے پر یہ دلیل کافی ہے کہ عبدالرحمن بن ابوبکر، معاویہ کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

[2] طبری ۵/۳۲۳ بروایت ہشام عن عوانہ

AsliAhleSunnet.com

حالانکہ وہ سب سے زیادہ صحت مند ہیں۔

جب لوگ ان کے پاس سے چلے گئے تو انہوں نے مرتعش آواز میں شاعر کے یہ اشعار پڑھے۔

وتجلدی للشامتین اریھم انی لریب الدھر لا اتضعضع

میں اپنے حال پہ ہنسنے والوں کو اپنی ہمت و عزم سے دکھلاتا ہوں کہ میں مصائب زمانہ سے نہیں ڈگمگاتا۔

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

اور جب موت نے اپنا پنجہ گاڑ دیا تو دیکھتا ہوں کہ کوئی تعویذ نفع نہیں دے رہی ہے۔

دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ یہ ان کا آخری وقت تھا۔

تنہا اپنے اہل خانہ کے درمیان موجود ہیں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اپنی زندگی کے سب احوال بیان کئے اور عین موت کے وقت انہوں نے یہ اشعار پڑھے ساری دنیا کی عظمت و وجاہت گویا ان کی زبان سے اعلان کر رہی تھی

لعمری لقد عمرت فی الدھر برھۃ ودانت لی الدنیا بوقع البواتر

میری زندگی شاہد ہے کہ زمانے کی دوڑ میں تھوڑے وقفے کے لئے شامل ہوا لیکن دنیا تلواروں کے سہارے میری فرماں بردار بن گئی۔

واعطیت حمر المال والحکم والنھی ولی سلمت کل الملوک الجبابر

مجھے بہترین مال، حکومت و دانشمندی بخشی گئی اور جابر بادشاہ میرا مطیع فرمان بنا

فاضحی الذی قد کان مما یسرنی کحکم مضی فی المزمنات الغوابر

وہ چیزیں جو میرے لئے باعث انبساط تھیں گذرے ہوئے زمانوں کی حکومتوں کی طرح ہو گئیں

AsliAhleSunnet.com

یہ وجاہت وبلندی ہے جو کھوئی جا رہی ہے اور سامنے سے دور ہو رہی ہے اور یہ اسلامی دنیا کا حاکم ہے جو موت کے سامنے اعلان کرتا ہوا تمنا کرتا ہے کیا تمنا کرتا ہے ؟!!

فیا لیتنی لم اُعن فی الملک ساعۃ ولم اسع فی لذات عیش نواضر

اے کاش تھوڑی دیر کے لئے بھی میں حکومت کو اختیار نہ کرتا اور خوش عیشی کی لذتوں سے دور رہتا۔

وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ فلم یک حتی زار ضیق المقابر

میں دو چادروں والے کی طرح ہوتا جس نے بقدر کفایت اسباب سے زندگی گذاری اور پھر قبر کی تنگی سے ملاقات کرنی پڑی۔

سنو اے پہلے بادشاہ تم اس دو چادروں والے کی سی زندگی کی تمنا کرتے ہو جس نے بقدر کفایت اسباب سے زندگی گذاری حالانکہ تم تو سیادت و عزوجاہ کے مالک ہو۔

معاویہ نے وصیت کی ان کی وصیت کیا تھی ؟

وصیت کی کہ ان کا آدھا مال بیت المال میں داخل کردیا جائے گویا کہ اس طرح انہوں نے اپنے باقی مال کو اپنے لئے طیب بنانا چاہا اور یہ کہ اس کے ذریعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اقتدار ہو جائے جنہوں نے اپنے والیوں کے نصف مال کو تقسیم کردیا تھا اور وہ ایسے لوگ تھے جن کے تقویٰ و طہارت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

وہ خاموش ہو گئے اور وہاں ایک باہیبت خاموشی طاری ہوئی یہ موت کی خاموشی تھی پھر انہوں نے آنکھیں کھولیں اور آخری سفر کے عین موقع پر کہا !

AsliAhleSunnet.com

اے کاش میں ذی طویٰ کا کوئی قریشی فرد ہوتا اور اس معاملے سے کوئی تعلق نہ رکھتا۔

یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سی بات ہے ان کی موت کا وقت آیا تو لوگوں نے ان کے بیٹے عبداللہ کی ولایت کی بات ان کے سامنے پیش کرنی شروع کر دی تو فرمایا: آل عمر کے لئے کافی ہے کہ ان میں سے صرف ایک آدمی کا محاسبہ ہو اگر میں دنیا سے برابر سرابر نکل جاؤں۔ مجھے کسی سے کچھ لینا دینا نہ ہو تو میں خود کو سعید و خوش قسمت سمجھوں گا۔

یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ سارے گناہ سامنے آجاتے ہیں اور دنیا اور اس کی لذتیں کافور ہو جاتی ہیں ایسے وقت اللہ رب العالمین کے سوا کسی کا اور کون ہو سکتا ہے۔

یہ ان کے اہل خانہ ہیں۔ سن رہے ہیں۔ وہ اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں خود کو سنبھالنے کی سکت نہیں ہے۔ موت کا غرغرہ ان کے کمزور سانسوں میں مخلوط ہو چکا ہے۔ کہہ رہے ہیں۔

ان تناقش یکن نقاشک یارب عذابا لاطوق لی بالعذاب

اگر تو سوال و جواب کرے گا تو اے رب یہ میرے لئے باعث عذاب ہوگا جسے جھیلنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔

او تجاوز تجاوز العفو واصفح عن مسئ ذنوبہ کالتراب

اور اگر تو معاف کرے گا تو ایسے بدکار کو معاف کرے گا جس کے گناہ مٹی کی طرح ہیں

پھر اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے اور سکرات موت جھیلنے لگے رخسار زمین پہ رکھ دیا اور اپنا چہرہ پلٹنے لگے اور روتے ہوئے کہنے لگے۔

AsliAhleSunnet.com

اے اللہ تونے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ یقیناً اللہ شرک کرنے والے کو نہیں بخشے گا اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جنہیں تو بخشنا چاہتا ہے۔

وہ موت کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس سے مفر کہاں۔

ھو الموت لا منجا من الموت والذی تحاذر بعد الموت ادھی وافظع

یہ موت ہے موت سے کوئی مفر نہیں اور موت کے بعد جس چیز کا ڈر ہے وہ اور زیادہ شدید اور دشوار ہے۔

پھر کہا۔

اے اللہ لغزشوں کو کم کردے اور خطاؤں کو معاف کردے اے اللہ اپنے حلم سے اس آدمی کی جہالت سے درگذر فرما جو صرف تیرا امیدوار ہے تو وسیع المغفرت ہے کوئی بھی خطاکار اپنی خطا سے بھاگ کر تیرے دامن ہی میں پناہ پاسکتا ہے۔

پھر ہوش وحواس گم ہو گئے۔

لوگ اٹھے اور ہاتھ ٹٹولنے لگے۔

ابھی دل برابر دھڑک رہا تھا اور روح نے پرواز نہیں کیا تھا۔

اس بے ہوشی کے بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں اور سب سے آخری بات بطور وصیت اپنے اہل خانہ سے کہی۔

اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا اس لئے کہ اللہ سبحانہ اس کی حفاظت کرتا ہے

AsliAhleSunnet.com

جو اس سے ڈرتا ہے اور جو اس سے خوف نہیں کھاتا اس کا کوئی محافظ نہیں۔

اسی کے چند لحظے کے بعد معاویہ نے اپنی روح اپنے خالق سبحانہ کو سونپ دی۔

روح سونپ دی اور اللہ سے پوری امید ان کو یہ تھی کہ ان کی خطاؤں کو معاف کر دے گا۔

آگے وصیت فرمائی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قمیص پہنائی تھی اسے میں نے محفوظ کر لیا تھا اور ایک دن آپ نے اپنے ناخن تراشے تھے اس تراشے کو میں نے ایک ڈبے میں بند کر لیا تھا جب میں مر جاؤں تو وہ قمیص مجھے پہنا دینا اور ان تراشوں کو کاٹ کر باریک کر کے میری آنکھوں اور منہ میں رکھ دینا توقع ہے کہ اللہ اس کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے۔

اے معاویہ اے اولین بادشاہ آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔

اے وہ شخص جو دنیا کو اپنے ہاتھوں سے حرکت دیتا تھا لشکر جس کے اشاروں پر چلتے تھے جس کے خوف سے بہت سے لوگوں کے دلوں میں رعشہ پیدا ہو جاتا تھا آج تو بستر مرگ پر پڑا ہوا ہے تیری دونوں بیٹیاں تیرے بے حرکت جسم کو کروٹ دے رہی ہیں تو اسّی سال کی عمر کے قریب جا پہونچا تھا اور اب اپنی قبر کی چوکھٹ پر کھڑا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے چالیس سال یا اس سے زیادہ کی مساعی اور جہاد نے تجھے غرور دنیا میں مبتلا نہیں کیا تو گذر گیا اور تیرے بعد دنیا یہ کہنے کے لئے باقی رہ گئی۔

اسلام کا سب سے بڑا مجاہد بادشاہ معاویہ بن ابی سفیان رضؓ

AsliAhleSunnet.com

معاویہ رضؓ کے متعلق اقوال

۱ ـ اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا کر اور اسے عذاب سے بچا۔ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

۲ ـ اے اللہ اسے ہادی، ہدایت یافتہ اور ذریعہ ہدایت بنا۔ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

۳ ـ امیر معاویہ کی ماں ہند سے جب یزید بن ابی سفیان کے انتقال پر تعزیت میں کہا گیا؛

امیر معاویہ ان کی جگہ پر امیر بنا دئے گئے ہیں۔

ہند نے کہا۔ کیا معاویہ جیسا شخص کسی کا جانشین بنایا جائے گا؟ بخدا اگر عرب کثیر تعداد میں اکٹھا ہو جائیں اور ان کے درمیان اس پر دار کیا جائے تو جس گوشے سے چاہے گا نکل جائے گا۔

۴ ـ قریش کے جوان اور سردار زادے کو بلاؤ وہ ایسا شخص ہے جو غصے کے وقت ہنستا ہے۔ اس سے مطلب رضامندی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے وہ

AsliAhleSunnet.com

ایسا شخص ہے کہ اس کے سر کے اوپر سے کوئی چیز وہی لے سکتا ہے جو اس کے قدموں کے نیچے ہو۔

۵ — یہ کسرائے عرب ہے معاویہ کے موجود رہتے ہوئے تم قیصر وکسریٰ اور ان کے تدبر کا ذکر کرتے ہو۔ (عمر بن خطابؓ)

۶ — معاویہ سبز حلہ پہنے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس گئے صحابہ کی نظر اس پر پڑی حضرت عمرؓ نے جب دیکھا تو کوڑا لے کر بڑھے اور معاویہ کو مارنے لگے معاویہ کہنے لگے:

- امیر المؤمنین! میرے معاملے میں خدا سے ڈریئے۔

- عمرؓ جب اپنی جگہ پر لوٹے تو لوگوں نے کہا۔

- امیر المؤمنین آپ نے اس شخص کو کیوں مارا جب کہ آپ کی قوم میں اس جیسا کوئی نہیں ہے؟

- عمرؓ نے کہا۔ میں نے اسے بہتر ہی پایا ہے اور اس کے بارے میں بھلا ہی سنا ہے اگر مجھے اس کے سوا کچھ اور معلوم ہوتا تو جو برتاؤ تم نے دیکھا ہے اس کے علاوہ تم کچھ اور دیکھتے لیکن میں نے اسے دیکھا۔ اپنے ہاتھ سے ان کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ تو میں نے اچھا سمجھا کہ جو بلندی اس میں آگئی اسے لپیٹ کر دوں

۷ — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ابوبکر وعمر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں میں نے سلام کیا۔ اور بیٹھ گیا اسی درمیان علی اور معاویہ کو لایا گیا پھر انہیں ایک گھر میں داخل کیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا میں یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر علی بڑی سرعت سے یہ کہتے ہوئے نکلے۔ رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اس کے بعد معاویہ بڑی سرعت سے یہ کہتے ہوئے نکلے ۔

رب کعبہ کی قسم میری مغفرت ہو گئی ۔ (عمر بن عبدالعزیزؒ)

۸ ــ لوگو معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ کرو اگر وہ نہ رہیں تو تم دیکھو گے کہ بے شمار سر اپنی گردنوں سے اندرائن کے پھل کی طرح گر رہے ہیں ۔

(علیؓ ابن ابی طالب صفین سے لوٹتے ہوئے)

۹ ــ عثمان کے بعد اس دروازے والے یعنی معاویہ سے بڑھ کر میں نے کسی کو حق کا فیصلہ کرنے والا نہ دیکھا ۔ (سعد بن ابی وقاصؓ)

۱۰ ــ بردباری ۔ سرداری ۔ نرمی ۔ سہولت ۔ وسیع النظرفی ۔ ظاہر و باطن کی یکسانیت میں معاویہ سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں دیکھا ۔ (قبیصہ بن جابر)

۱۱ ــ میں نے جان لیا کہ معاویہ لوگوں پہ کیسے غالب ہوئے جب لوگ اٹھنے لگتے تو یہ بیٹھ جاتے اور جب لوگ بیٹھ جاتے تو یہ اٹھنے لگتے ۔ (عبداللہ بن عباسؓ)

۱۲ ــ جب عثمان شہید کئے گئے تو دشمن سے جنگوں کا سلسلہ ختم ہو گیا پھر جب عام الجماعت آیا تو معاویہ نے ارض روم پہ سولہ[۱۶] جنگیں لڑیں ایک مہم پہ لوگ گرمی میں جاتے اور روم میں جاڑے کا موسم گذارتے پھر وہ لوٹتے تو دوسرا لشکر جاتا ۔ (سعید بن عبدالعزیز)

۱۳ ــ معاویہ کی خلافت کا دور چند صحابہ نے پایا جیسے اسامہ ۔ سعد ۔ جابر ۔ ابن عمر ۔ زید بن ثابت ۔ مسلمہ بن مخلد ۔ ابوسعید ۔ رافع بن خدیج ۔ ابوامامہ انس بن مالک اور ان سے کئی گنا زیادہ ایسی شخصیتیں تھیں جو ہدایت کا چراغ اور علم کا دریا تھیں ۔ انہوں نے کتاب اللہ کے نزول کا وقت اور دین کا جدید دور پایا یہ اسلام کے ایسے سمجھنے والے تھے جیسے دوسرا نہیں سمجھ سکتا قرآن کا

AsliAhleSunnet.com

مطلب انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔

اور تابعین میں سے مسور بن مخرمہ۔ عبدالرحمٰن بن الاسود۔ سعید بن مسیب عبداللہ بن محیریز اور ان جیسے دیگر حضرات تھے جنہوں نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتحاد سے کبھی ہاتھ نہیں کھینچا۔ (اوزاعی)

۱۴ — ابوسفیان نے ایک مرتبہ معاویہ کو دیکھا جو ابھی لڑکے تھے اور ہند سے کہا میرا یہ لڑکا بڑے سر کا ہے یہ اس قابل ہے کہ اپنی قوم کی سرداری کرے۔

ہند نے کہا: صرف اپنی قوم کی؟!! افسوس کی بات ہوگی اگر پورے عرب کا سردار نہ ہو —

۱۵ — معاویہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی ان کے پاس ہی ابن عباس کا غلام تھا وہ ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھی ہے۔ ابن عباس نے کہا۔ چھوڑ دو انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ صحیح عمل کیا ہے وہ فقیہ ہیں۔

۱۶ — معاویہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے تو صحیح بیان کرتے تھے۔ (محمد بن سیرین)

۱۷ — معاویہ روزانہ ابوالجیش نامی ایک شخص کو بھیجتے تھے جو ہر مقام پر گھوم کر معلوم کرتا کہ کیا کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے یا کوئی وفد آیا ہے جب بتایا جاتا کہ ہاں ایسا ہوا ہے تو رجسٹر میں درج کر لیا جاتا اور اس کا وظیفہ جاری کر دیا جاتا

(محمد بن سیرین)

۱۸ — میں نے معاویہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا جنہوں نے سواری پر ایک خادم کو اپنے پیچھے سوار کر رکھا تھا ان کی قمیص کی جیب میں پیوند لگا ہوا تھا

AsliAhleSunnet.com

اسی حال میں وہ دمشق کے بازاروں میں چلتے تھے۔ (یونس بن میسرہ بن جلبس)

۱۹ — اگر تم معاویہ کو دیکھتے تو کہتے یہ مہدی ہیں۔ (اعمش عن مجاہد)

۲۰ — معاویہ سے زیادہ اچھا سردار میں نے کسی کو نہیں دیکھا راوی کہتا ہے عمر بھی نہیں؟ کہا عمر ان سے بہتر تھے اور معاویہ ان سے زیادہ سرداری کی صلاحیت رکھتے تھے۔ (عبداللہ بن عمرو)

۲۱ — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو معاویہ سے بڑھ کر سردار نہیں دیکھا پوچھا گیا ابوبکر بھی نہیں؟ کہا ابوبکر، عمر اور عثمان ان سے بہتر تھے مگر وہ سرداری کے لحاظ سے ان سے بڑھ کر تھے۔ (عوام بن حوشب)

۲۲ — معاویہ سے بڑھ کر میں نے حکومت کے لئے کسی کو خلیق نہیں پایا جو لوگ اس کے پاس آئے تو گویا کشادہ وادی کے کنارے کھڑے ہوئے۔ (عبداللہ بن عباس)

۲۳ — تمیل علی جوانبہ کاننا تمیل اذا تمیل علی ابینا

ہم اس کے پہلوؤں پر مائل ہوتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم اپنے باپ کے پاس ہیں

نقلبہ لنخبر حالتیہ فنخبر منہما کرما ولینا

ہم اسے اس لئے الٹ پلٹ کرتے ہیں تاکہ اس کی دونوں حالتیں معلوم کریں تو ہمیں ان دونوں کے بارے میں کرم اور نرمی ہی معلوم ہوتی ہے (ابوالجہم)

۲۴ — ابن ہند کی خوبیاں اللہ کے لئے ہیں اگر ہم اسے خوفزدہ کرتے حالاں کہ شیر پنجہ زنی میں اس سے جری نہیں ہے تو وہ خود کو خوفزدہ ظاہر کرتا ہے اور اگر ہم اسے دھوکے میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں حالانکہ کوئی بڑے کام کا ذمہ دار اس سے بڑھ کر مدبر نہیں تو خود کو فریب خوردہ ظاہر کرتا ہے بخدا مجھے پسند ہے کہ جب تک اس پہاڑ میں پتھر ہیں اس سے نفع اندوز ہوتے رہیں۔ (عبداللہ بن زبیر)

AsliAhleSunnet.com

۲۵ ـــ معاویہ نے ابن عباس سے حسن رضی اللہ عنہ کی تعزیت کرتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حسن بن علی کے متعلق کسی برائی اور غم میں مبتلا نہ کرے۔

ابن عباس نے معاویہ سے کہا اللہ مجھے رنجیدہ نہ کرے اور میرے لئے اللہ نے جس کو امیرالمومنین باقی رکھا ہے اسے برا نہ بنائے۔

۲۶ ـــ جس شخص کا انتقال اس حال پر ہوا کہ وہ ابوبکر۔ عمر اور عثمان و علی سے محبت کرتا تھا اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا تھا اور معاویہ کے لئے دعائے رحمت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب کتاب نہیں لے گا (سعید بن مسیب)

۲۷ ـــ معاویہ کی ناک کی مٹی عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ (عبداللہ بن مبارک)

۲۸ ـــ معافی بن عمران سے پوچھا گیا معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز میں کون بہتر ہے؟ وہ غصہ ہوگئے اور سائل سے کہا۔ کیا تم ایک صحابی کو ایک تابعی کے برابر کرنا چاہتے ہو؟ معاویہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی۔ قرابت مند۔ کاتب اور وحی الٰہی کے متعلق آپ کے معتمد ہیں۔

۲۹ ـــ معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا پردہ ہیں جب آدمی پردہ کھول دے گا تو اس سے آگے کی بھی جرأت کر سکتا ہے۔ (ربیع بن نافع)

۳۰ ـــ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو کبھی کسی آدمی کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا البتہ ایک آدمی نے معاویہ کو گالی دی تو اسے کئی کوڑے لگائے۔ (ابراہیم بن میسرہ)

۳۱ ـــ مدبر چار اشخاص ہیں! معاویہ۔ عمرو۔ مغیرہ اور زیاد۔ (شعبی)

۳۲ ـــ دور فتنہ کے مدبرین پانچ ہیں۔ معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ (فتنے سے الگ تھے) قیس بن سعد بن عبادہ اور عبداللہ بن بدیل بن ورقاء۔ (زہری)

AsliAhleSunnet.com

۳۳ ـــ میں نے معاویہ کو کبھی ٹیک لگائے ہوئے نہیں دیکھا کہ ایک پیر دوسرے پیر پر رکھے ہوں اور آدھی آنکھ سے دیکھتے ہوئے۔ کسی آدمی سے کہیں بولو مگر میں نے ان کے لئے دعائے رحمت کی۔ (عمرو بن العاص)

۳۴ ـــ معاویہ لمبے تڑنگے۔ گورے چٹے اور خوبرو آدمی تھے جب ہنستے تھے تو اوپر کا ہونٹ خم کھا جاتا تھا آپ خضاب لگاتے تھے (ابوبکر بن ابی الدنیا)

۳۵ ـــ گورے چٹے۔ لمبے تڑنگے۔ چنڈے سفید سر اور سفید ریش تھے اور ان دونوں میں مہدی اور وسم کا استعمال کرتے تھے اخیر عمر میں لوقی کی بیماری لاحق ہو گئی تھی اس لئے چہرہ چھپائے رہتے تھے اور کہا کرتے تھے اللہ اس شخص پر رحم کرے جو میرے لئے عافیت کی دعا کرے یہ چیز جسم کے سب سے بہتر بنا حصے یعنی چہرے کو لاحق ہوئی اگر یزید کے متعلق میری کچھ خواہشات نہ ہوتیں تو میں اپنی استقامت کو دکھاتا وہ بڑے بردبار باوقار رئیس اور سید الضاف پرور اور بہادر تھے۔

۳۶ ـــ تم میرے بعد تفرقے سے بچنا اگر تم ایسا کرو گے تو معاویہ شام میں ہے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس سخت گیری سے تمہیں اس سے نکالے گا۔ (عمر بن خطاب)

۳۷ ـــ میں نے حسن بن علی سے جب وہ کوفہ سے مدینہ آئے تو کہا: اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے حسن نے کہا ایسا مت کہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کچھ دن گذرنے کے بعد امور و معاملات کے مالک معاویہ ہوں گے۔ (سفیان بن لیل)

AsliAhleSunnet.com

معاویہ کے اقوال

۱ ۔ عائشہ بنت عثمان کو خطاب کرتے ہوئے کہا ۔
میری بھتیجی لوگوں نے ہمیں ہماری سلطنت عطا کی ہم نے ان کے لئے بردباری
کا اظہار کیا جس کے نیچے غصہ چھپا ہوا ہے اور لوگوں نے ہمارے لئے اطاعت
کا اظہار کیا جس کے نیچے کینہ چھپا ہوا ہے ہم نے اس چیز کے بدلے یہ چیز ان سے
بیچ دی ہے اور انہوں نے ہم سے وہ چیز اس کے بدلے خریدی ہے لہذا جو چیز
انہوں نے ہم سے خریدی ہے اس کے علاوہ دوسری چیز ہم انہیں دیں تو وہ ہمارے
حق کی لالچ کریں گے تو ہم ان کے حق کا انکار کر جائیں گے ہر انسان کے ساتھ
اس کی جماعت ہے جو اپنی جماعت کے مقام کو جانتا ہے۔ اگر ہم ان سے پھر جائیں
تو وہ ہم سے پھر جائیں گے پھر ہم نہیں جانتے کہ آفتیں ہمارے خلاف ہوں گی کہ ہم
امیر المؤمنین عثمان کی صاحب زادی بن کر رہو مجھے یہ اس بات سے زیادہ پسند
ہے کہ مسلمانوں کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی بن جاؤ۔ تمہارے باپ کے بعد میں
تمہارے لئے ان کا بہترین جانشین ہوں ۔

AsliAhleSunnet.com

۲ ۔ جمعہ کے روز دمشق کے منبر پر ایک خطبے میں کہا ۔

لوگو میری بات سمجھو دنیا اور آخرت کے امور کا مجھ سے زیادہ بہتر جاننے والا نہ پاؤ گے نماز میں اپنے چہرے اور صفیں درست کر لو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو پھیر دے گا ۔

اپنے احمق لوگوں کے ہاتھ روک لو ورنہ اللہ تمہارے دشمن کو تم پر مسلط کر دے گا جو تمہیں بد ترین عذاب چکھائے گا ۔

صدقہ و زکوٰۃ دو ۔ کوئی یہ نہ کہے کہ میں غریب آدمی ہوں غریب کا صدقہ غنی کے صدقے سے بہتر ہوتا ہے پاکباز مؤمنہ عورتوں کو تہمت لگانے سے بچو یہ مت کہو ۔ کہ میں نے ایسا سنا ہے یا مجھے یہ اطلاع ملی ہے اگر تم میں سے کسی شخص نے حضرت نوحؑ کے زمانے میں بھی کسی عورت پر تہمت لگائی ہوگی تو اس کے بارے میں قیامت میں سوال کیا جائے گا ۔

۳ ۔ میں پہلا بادشاہ اور آخری خلیفہ ہوں ۔

۴ ۔ میں خود کو اتنا بلند کرتا ہوں کہ میرے عفو سے کوئی گناہ بڑا نہ ہو سکے کوئی جہالت میرے حلم پر سبقت نہ لے جائے کوئی چھپانے کی بات میری پردہ پوشی سے نہ بڑھے اور بد شعاری میرے حسن سلوک سے بالاتر نہ ہو ۔

۵ ۔ ابوالجہم خود کو فرمانروائی سے بچاؤ اس لئے کہ اس میں بچوں کی طرح غصہ ہوتا ہے اور شیر جیسی پکڑ ہوتی ہے اور اس کا قلیل لوگوں کے کثیر پر غالب آجاتا ہے ۔

پھر معاویہ نے ابوالجہم کو مال دینے کا حکم دیا ۔

۶ ۔ اے بنی امیہ قریش سے تحمل کے ساتھ الگ ہو جایا کرو بخدا جاہلیت میں

AsliAhleSunnet.com

میں ایسے آدمی سے ملتا تھا جو مجھے گالیوں سے نوازتا تو میں اسے تحمل سے نوازتا جب میں دوبارہ جاتا تو وہ میرا دوست ہوتا تھا اگر میں اس سے مدد طلب کروں تو مدد کرتا اور اگر میں اس کے اوپر حملہ کر دیتا تو وہ مجھ پر بھی حملہ کرتا تحمل کسی شریف کی شرافت میں کمی نہیں کرتا بلکہ اس کی شرافت میں اور اضافہ کرتا ہے۔

۷ ــــ تحمل کی آفت ذلت ہے۔

۸ ــــ آدمی صاحب الرائے نہیں ہو سکتا جب تک اس کا تحمل اس کی جہالت پر غالب نہ آجائے اس کا صبر اس کی شہوت کو دبا نہ دے اور یہ بات تحمل کی قوت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

۹ ــــ معاویہ سے پوچھا گیا لوگوں میں سب سے بڑا سردار کون ہے؟ کہا: سوال کے وقت سب سے زیادہ سخاوت برتنے والا مجلسوں میں باعتبار اخلاق کے سب سے اچھا اور جہالت کے وقت سب سے زیادہ بردبار شخص۔

۱۰ ــــ معاویہ ان اشعار کو پڑھتے تھے۔

فما قتل السفاهة مثل حلم　　　یعود به علی الجهل اللئیم

اس بیوقوفی کو دور کرنے والی بردباری سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جسے ایک لچا آدمی جہالت کے جواب میں اختیار کرتا ہے۔

فلا تسفه وان ملیت غیظا　　　علی احد فان الفحش لوم

حماقت پر نہ اترو خواہ تم غصے سے بھر جاؤ اس لئے کہ فحش بات عیب کی بات ہے

ولا تقطع اخالك عند ذنب　　　فان الذنب یغفره الکریم

خطا کے وقت اپنے بھائی سے قطع تعلق نہ کرو کیونکہ خطائیں شریف لوگ معاف کرتے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

۱۱ ـــ معاویہ نے اپنے نائب زیاد کے پاس لکھا۔

یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم رعایا کے ساتھ یکساں معاملہ کریں یعنی صرف نرمی کا کہ وہ اکڑنے لگیں اور نہ صرف سختی کا کہ وہ ہلاک ہوجائیں بلکہ تم سختی اختیار کرو اور میں نرمی، الفت اور رحم تاکہ جب کوئی ڈرجائے تو اس کے لئے دوسرا دروازہ کھلا رہے۔

۱۲ ـــ عبداللہ بن جعفر نے ایک پارسی دہقان سے کہا۔

اللہ کو سجدہ کرو۔ اپنا مال اپنے گھر لے جاؤ۔ ہم اہل بیت ہیں بھلائیوں کو قیمت سے نہیں بیچتے

معاویہ نے کہا۔

اگر یہ بات یزید نے کہی ہوتی تو میرے نزدیک عراق کے خراج سے بہتر ہوتی بنی ہاشم نے شرافت کا دامن نہیں چھوڑا ہے۔

۱۳ ـــ معاویہ سے کہا گیا آپ لوگوں اور بنی ہاشم میں شریف کون تھا۔

معاویہ نے کہا ہم میں اشراف زیادہ تھے اور وہ شریف زیادہ تھے۔

ان میں ایک ہاشم جیسا پورے عبد مناف میں کوئی نہیں۔

جب وہ مرگئے تو تعداد اور شرفاء کے اعتبار سے ہم زیادہ ہوگئے۔

ان میں عبدالمطلب تھے جن کے مثل ہم میں کوئی نہ تھا جب وہ مرگئے تو ہم عدد اور اشراف کے اعتبار سے زیادہ ہوگئے اور ان میں ایک شخص ہم میں سے کسی ایک کی طرح نہ تھا وہ تو آنکھوں کا سکون و ٹھنڈک تھا یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ ہم میں نبی ہے۔

درحقیقت وہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہیں کہ پہلے اور بعد کے لوگوں

AsliAhleSunnet.com

نے اس کی مثال نہیں دیکھی ۔

یہ فضیلت اور یہ شرف کیسے حاصل ہوا ؟ !

۱۴ ــــ مروت چار باتوں میں ہے !

اسلام میں عفت مآبی ۔ مال کی صفائی ۔ بھائیوں کی حفاظت اور پڑوسی کی نگرانی ۔

۱۵ ــــ معاویہ سے کہا گیا کہ بڑھاپا آپ کو بہت جلد آگیا ۔ کہا !

کیوں نہ ہو ہمیشہ کوئی نہ کوئی عرب آدمی میرے سر پہ کھڑا رہتا ہے ایسی بات کرتا ہے جس کا جواب دینا لازم ہوتا ہے اگر میں درستی کو پہونچ جاؤں تو کوئی تعریف نہیں اور اگر خطا کر جاؤں تو اس کو قاصد ہر جگہ پہونچا دیں گے ۔ ۔

۱۶ ــــ بندے کو جو نعمتیں عطا ہوئیں ان میں عقل اور تحمل سب سے بڑھ کر ہیں جب نصیحت کی جائے تو ذکر کرے بخشا جائے تو شکر ادا کرے ۔ مصیبت میں گرفتار ہو تو صبر کرے ، غصہ ہو تو پی جائے ۔ وعدہ کرے تو پورا کرے ۔ جب قابو پائے تو بخش دے اور برائی کرے تو استغفار کرے ۔

۱۷ ــــ میرے نزدیک غصہ پی جانے سے زیادہ لذیذ چیز اور کوئی نہیں ہے ۔

۱۸ ــــ شریف کی زینت عفت مآبی ہے ۔

۱۹ ــــ معاویہ نے عبدالرحمٰن بن حکم بن عاص سے کہا ۔

بھتیجے تمہیں شعر کی عادت ہے عورتوں کی تشبیب اور غزل سے بچو جس سے کسی شریفہ کی عزت افزائی کرو یا ہجو اختیار کر کے کسی شریف کو ذلیل کرو اور کسی کمینے کو ابھارو اور مدح سرائی بے حیائی کی خوراک ہے لیکن اپنی قوم کے مفاخر کا ذکر کرو ۔ امثال کہا کرو جس سے تم کو بلندی حاصل ہو اور غیر کو ادب آموز بنا سکو

AsliAhleSunnet.com

۲۰ — ایک آدمی معاویہ سے بڑی سختی سے پیش آیا ان سے کہا گیا کیا اس پر بھی تحمل اختیار کریں گے ؟

معاویہ نے کہا : میں لوگوں اور ان کی زبانوں کے درمیان اس وقت تک حائل نہیں ہوتا جب تک وہ ہمارے اور ملک کے درمیان حائل نہ ہو جائیں۔

۲۱ — ابوبکر پر اللہ رحم فرمائے نہ انہوں نے دنیا کو چاہا اور نہ دنیا نے انہیں چاہا عمر کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے دنیا کو نہیں چاہا۔ عثمان کو دنیا ملی ..... اور دنیا نے ان سے بھی کچھ حاصل کیا لیکن ہم تو اس میں لت پت ہو گئے۔ پھر کچھ خجالت کے ساتھ کہا : بخدا یہ ملک ہے اللہ نے اسے ہمیں عطا کیا ہے۔

ختم شد

AsliAhleSunnet.com

فہرست

مضامین	صفحات
تقدیم	۵
معاویہ کی شخصیت	۱۶
مقدمہ	۱۷
مجاہد بادشاہ اور مجاہد زاہد	۳۱
ابوسفیان اور ہند بنت عتبہ	۳۷
معاویہ کے دل پر اسلام کا تسلط	۴۸
ابوسفیان کے گھر میں اسلام کا داخلہ	۵۴
معاویہ درسگاہ نبوت میں	۶۸
اللہ کی راہ کے سپہ سالار	۸۳
حاکم دمشق یزید بن ابی سفیان	۹۳
امیر معاویہ	۱۰۰

AsliAhleSunnet.com

مضامین	صفحات

ابر آلود افق	۱۲۴
کامیابی کی راہ کا روڑا	۱۳۳
داعیان فتنہ اور امیر معاویہ	۱۵۱
تیسری مجلس	۱۶۲
فتنے کا سیلاب امنڈ پڑا	۱۷۳
حضرت عثمان کا مسلمانوں سے خطاب	۱۹۹
سازشیوں کا مدینہ منورہ پر قبضہ	۲۱۱
باغیوں کی سرگرمیوں کا دوسرا مرحلہ	۲۱۴
یہ سازش کا دوسرا مرحلہ ہے	۲۱۷
امیر المؤمنین کی شہادت	۲۲۶
معاویہ اور امیر المومنین	۲۶۱
عمرو بن العاص میدان جنگ میں	۲۷۴
صفین کا المیہ	۲۸۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جنگ کے متعلق بیان	۲۹۷
حکم مقرر کرنے کا واقعہ	۳۱۶
۳۸ سنہ ہجری	۳۳۰
معاویہ کی توسیعی کوششیں	۳۳۷
امیر المؤمنین معاویہ رضؓ	۳۴۵

AsliAhleSunnet.com

صفحات	مضامین
۳۵۴	عرب کے دو مدبرین معاویہ کی صف میں
۳۶۲	تیسرا مدبر اور گھات کا شیر
۳۷۵	شیعان علی گمراہ خارجیوں کے مقابلے میں
۳۸۶	مشرق کا والی زیاد
۳۹۲	خلافت سے ملوکیت تک
۴۱۳	فتوحات کا نیا سلسلہ
۴۲۳	ایک نیا اندرونی خلفشار
۴۲۹	امت کے قائدین سے ملاقات
۴۳۹	یزید بن معاویہ کی ولی عہدی
۴۶۱	مجاہد بادشاہ کا انتقال
۴۷۳	معاویہ کے متعلق اقوال
۴۸۰	معاویہ کے اقوال

AsliAhleSunnet.com

Muawiya bin Abi Sufyan

(A Mujahid Sahabi)

◎

By

Munir Mohd. Al-Gazban

◎

Publisher
IDARATUL-BUHOOTH-IL-ISLAMIA
JAMIA SALAFIA, VARANASI (INDIA)

AsliAhleSunnet.com